شیعہ فرقہ کی تاریخ اور عقائد

جلد اول

مصنف: علامہ ہمدانی

ناشر: مرکز - پوربندر

۷۸۶/۹۲

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب حضور ☆ نجم ہیں، اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی	(از امام عشق و محبت رضا بریلوی)

- ▣ شیعہ فرقہ یہودیت کی پیداوار ہے۔
- ▣ شیعہ فرقہ کا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی صنعانی تھا۔
- ▣ ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو منتشر کرنے کے لیے یہودیوں نے شیعہ فرقہ کی بنیاد رکھی۔
- ▣ سینہ بسینہ لڑنے سے عاجز اور مجبور یہودیوں نے میدان جنگ کی آمنے سامنے کی لڑائی کے بجائے عبد اللہ بن سبا یہودی اور اس کے ساتھ ہزاروں یہودیوں کو قبول اسلام کا ناٹک رچا کر بظاہر کلمہ گو مسلمان بنا کر مسلم معاشرے کو کنگال بنانے کے لیے مذہبی اختلاف میں الجھا کر اندرونی لڑائی کی سازش کے تحت شیعہ فرقہ کی بنا رکھی۔
- ▣ ٹھوس تاریخی شہادت اور حوالہ جات کے ذریعہ سے دلائل و براہین سے بھرپور لکھی گئی شیعہ فرقہ کے رد میں تاریخی کتاب۔ یعنی:۔

شیعہ فرقہ کی تاریخ اور عقائد

مصنف

مناظر اہل سنت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، ماہر رضویات

حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی۔ ''مصروف''۔ (برکاتی۔نوری)

حسب فرمائش:۔ (۱) قاضی گجرات، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ سید محمد سلیم باپو۔ بیڑی (جام نگر۔ گجرات)

(۲) خلیفۂ تاج الشریعہ، حضرت علامہ واصف رضا صاحب غوثی۔

مدرس۔ دار العلوم غوث اعظم۔ و خطیب و امام نگینہ مسجد۔ پور بندر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: شیعہ فرقہ کی تاریخ اور عقائد

مصنف: ماہر اہل سنت، علامہ عبد الستار ہمدانی۔ "معروف"

حسب فرمائش: (۱) خلیفہ حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ سید محمد سلیم باپو بیڑی (جام نگر۔ گجرات)

(۲) خلیفہ تاج الشریعہ، حضرت علامہ واصف رضا صاحب غوثی۔ مدرس۔ دار العلوم غوث اعظم۔ پوربندر

کمپوزنگ (کمپوزر): حضرت علامہ حافظ وقاری ذکی رضا غوثی

سیٹنگ آف پیپر: حضرت حافظ محمد عمران حبیبی۔ احمد آباد

پروف ریڈنگ (تصحیح):۔ حضرت علامہ مصطفی رضا غوثی یمنی

ڈزائننگ وٹائٹل سیٹنگ:۔ جناب شاہد رضا ابن مرحوم مداح رسول یوسف خان شیروانی۔ سلطانی

ماہ وسن اشاعت:۔ اکتوبر ۲۰۲۰ء مطابق: صفر المظفر ۱۴۴۲ھ

کیفیت طباعت:۔ باراول۔ تعداد:۔ ۳۰۰۰ تین ہزار

ناشر:۔ مرکز اہل سنت برکات رضا

امام احمد رضا روڈ۔ میمن واڑ۔ پوربندر (گجرات)

Mob:.9879303557

"فہرست مضامین"

صفحہ	عنوان	نمبر
13	تقریظ جلیل۔ قاضی گجرات حضرت علامہ سید سلیم باپو۔ جام نگر۔	۱
17	شرف انتساب۔	۲
19	مقدمہ از مصنف۔	۳
28	آغاز کتاب = اسلام کے خلاف یہودی سازش یعنی شیعہ فرقہ۔	۴
31	حضور اقدس کے دس سالہ مدنی زندگی کے دوران کے واقعات۔	۵
40	اسلام پر خطرناک حملے کی عیسائیوں کی بھرپور تیاری۔	۶
41	حضور اقدس کی دعا لینے حضرت اسامہ پڑاؤ سے مدینہ واپس آئے۔	۷
42	حضرت صدیق اکبر اسلام کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔	۸
44	اسلام کے چار خلفاء کے دور خلافت کی تفصیلی کیفیت کا خاکہ۔	۹
44	حضرت صدیق اکبر کے خلافت کی عنان سنبھالتے ہی فتنوں کی آمد۔	۱۰
46	خلافت صدیقی کے کچھ اہم واقعات۔	۱۱
48	حضرت صدیق اکبر کا انتقال = آپ کو زہر دیا گیا تھا، وہ اثر کر گیا۔	۱۲
50	خلافت حضرت عمر فاروق اعظم۔	۱۳
50	دوسرے خلیفہ کے لیے حضرت علی کی تجویز۔	۱۴
51	فضیلت حضرت عمر فاروق بزبان مولائے کائنات حضرت علی۔	۱۵

۱۶	حضرت عمر کا لقب "فاروق" کیسے ہوا؟۔	51
۱۷	خلافت فاروقی کے اہم واقعات وفتوحات۔	52
۱۸	حضرت عمر کی دیگر خصوصیات۔	56
۱۹	حضرت عمر کی فضیلت احادیث کی روشنی میں۔	57
۲۰	حضرت عمر کی شہادت۔	59
۲۱	حضرت عمر کی شہادت کا حادثہ۔	61
۲۲	حضرات عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی۔	64
۲۳	اسلام کے پہلے اور دوسرے خلیفہ کا تقرر۔	65
۲۴	اسلام کے تیسرے خلیفہ منتخب کرنے کا معاملہ۔ حضرت عمر کی دوراندیشی۔	67
۲۵	تیسرے خلیفہ کے انتخاب کی میٹنگ کا انعقاد۔	69
۲۶	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی امیدواری واپس لی اور فیصل کا اختیار حاصل کیا۔	70
۲۷	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سب سے پہلے حضرت علی سے درخواست کی مگر حضرت علی کا انکار۔	71
۲۸	پرانے زخم پھر تازہ ہوئے۔ فتنہ وفساد کے سلسلے کا آغاز۔	74
۲۹	یہود ونصاریٰ کی عداوت آہرن (Anvil) پر۔	76
۳۰	بزدل یہودیوں کی پوشیدہ سازشوں سے مسلمانوں میں باہمی اختلافات۔	82

84	شیعہ فرقہ کے بانی عبداللہ بن سبا کی خفیہ تحریک و ہلچل۔	۳۱
85	خاندان بنی ہاشم اور خاندان بنو امیہ کا اختلاف پھر سے شروع۔	۳۲
86	خلافت عثمانی کی دھاک کم ہونا اور انتظامی امور کی گرفت ڈھیلی پڑنا۔	۳۳
92	مصر (Egypt) کے گورنر کی مذموم حرکت۔	۳۴
94	عبداللہ بن سبا یہودی نے شطرنج کی چال کھیلنا شروع کیا۔	۳۵
96	مصر کے گورنر کی معزولی کے لیے سات سو (۷۰۰) آدمیوں کا وفد مدینہ آیا۔	۳۶
99	مصر کے گورنر کی معزولی کا خط لے کر جانے والے وفد کو قتل کر دینے کی سازش۔	۳۷
100	اونٹنی سوار کی مشکوک حرکت = تلاشی لینے پر موجودہ گورنر پر امیر المومنین کا خطرناک خط ملا۔	۳۸
104	دھماکہ خیز حالات کا قائم ہونا اور حضرت عثمان کی شہادت کا سانحہ۔	۳۹
107	فتنوں کا دروازہ کھلنے کے بجائے ٹوٹ گیا۔ جو کبھی بند نہ ہوگا۔	۴۰
108	حدیث = حضرت عمر فاروق کے بعد فتنوں کا دروازہ کھلنے کے بجائے ٹوٹ جائے گا۔	۴۱
113	حضرت عمر فاروق کے بعد فتنوں کا آغاز = تیسرے خلیفہ کے انتخاب کا اختلاف۔	۴۲
118	حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حالات اور ماحول کی پراگندگی۔	۴۳
120	حضرت علی کا چوتھے خلیفہ کے منصب پر تقرر = فتنوں کی آندھی کا آغاز۔	۴۴

۴۵	حضرت علی کا دورِ خلافت الجھنوں اور دشواریوں سے بھرپور اور ملوث۔	122
۴۶	حضرت عثمان کے قاتلوں کا حضرت علی کے لشکر میں شامل ہو جانے کی کوشش۔	124
۴۷	حضرت زبیر اور طلحہ کا حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔	125
۴۸	عبداللہ بن سبا یہودی نے شیعہ فرقہ کی اعلانیہ نشر و اشاعت شروع کی۔	127
۴۹	عبداللہ بن سبا یہودی کا بھیانک اصلی چہرہ سامنے آیا = شیعیت کے وائرس کا بم پھٹا۔	135
۵۰	"جنگ جمل" کا پس منظر اور مختصر بیان	137
۵۱	حالات کی نزاکت کا بگولا اور ابن سبا یہودی کا اپنے منصوبے میں کامیاب ہونا۔	142
۵۲	منافقوں کی سازش = رات کے اندھیرے میں جنگ کی آگ کے شعلے لپکے۔	149
۵۳	جنگ جمل کے تعلق سے کچھ اہم تفصیلات۔	153
۵۴	الجھنوں اور بکھیڑوں سے ملوث حضرت علی کا دورِ خلافت۔	157
۵۵	جنگ صفین اور جنگ خوارج کے معرکے۔	159
۵۶	خارجیوں نے حضرت علی کے سمیت تین (۳) ہستیوں کو شہید کر دینے کی سازش بنائی۔	160
۵۷	امیر المومنین حضرت علی کی شہادت۔	161

۵۸	شیعہ فرقہ کی نشر و اشاعت میں ابن سبا یہودی کی جد و جہد۔	164
۵۹	شیعہ فرقہ کی ابتداء حضرت علی کے "لشکر حیدری" سے ہوئی۔	165
۶۰	شیعہ اولی، تفضیلیہ، سبیہ اور غلاۃ کی تفصیل۔	166
۶۱	شیعہ فرقہ کی جنم کنڈلی اور زچگی کے بعد مفصل حالات۔	170
۶۲	شیعہ فرقہ کے جدید اور متفرق فرقے = غلاۃ شیعہ کے کل ۱۲۳ فرقے۔	178
۶۳	تبرائی شیعہ فرقہ کے تائیدی وحمایتی فرقے = کل پچاس (۵۰) فرقے۔	187
۶۴	دور حاضر کے اکثر شیعہ تبرائی ہیں۔	191
۶۵	تیز رفتاری سے شیعہ فرقہ پھیلنے کے چار (۴) اہم اسباب و وجوہات۔	196
۶۶	اصول نمبر ۱:۔ اہل بیت اور حضرت علی کی فضیلت و بلندی رتبہ کا بیان۔	197
۶۷	اصول نمبر ۲:۔ صحابہ کرام کو اہل بیت کا دشمن اور ظالم و ناانصافی کرنے والا بتانا۔	202
۶۸	اصول نمبر ۳:۔ حضرت علی اور اہل بیت پر صحابہ کے ظلم و ستم کی جھوٹی داستان۔	206
۶۹	اصول نمبر ۴:۔ شیعہ بننے کے فوائد اور عیش و عشرت کا پروانہ حاصل۔	212
۷۰	آئین کی حیثیت رکھنے والے شیعہ فرقہ کے چار (۴) بنیادی اصول کی وضاحت	216
۷۱	بنیادی اصول نمبر ۱:۔ حضرت علی کی فضیلت میں شیعہ کتابوں کے اقتباسات۔	218

۷۲	بنیادی اصول نمبر ۲:۔ صحابہ کرام کے خلاف جھوٹے الزامات۔	225
۷۳	الزام نمبر ۱:۔ حضرت ابوبکر و عمر میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔	227
۷۴	الزام نمبر ۲:۔ حضرت علی کے دشمن صحابہ کے ناموں کی فہرست۔	228
۷۵	الزام نمبر ۳:۔ نماز کی امامت کے لیے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کا لڑائی کرنا۔	230
۷۶	صحابہ کرام کی توہین و تنقیص کی بھرمار=ذاتیات پر حملے۔	231
۷۷	الزام نمبر ۴:۔ حضرت عثمان کو شہید کر ڈالنے کے لیے حضرت عائشہ نے لوگوں کو ابھارا تھا۔	233
۷۸	الزام نمبر ۵:۔ حضرت عثمان کی لاش تین (۳) دن تک پڑی رہی= ایک پاؤں کتے کاٹ کر لے گئے۔	234
۷۹	الزام نمبر ۶:۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت عائشہ کو شہید کر دیا۔	235
۸۰	شیعہ لٹریچر کے ڈھول کا پول۔	252
۸۱	الزام نمبر ۷:۔ حضور اقدس نے حضرت عمر کی بیٹی حضرت حفصہ کو طلاق دے دی۔	253
۸۲	الزام نمبر ۸:۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں بت پرست تھے۔	254
۸۳	الزام نمبر ۹:۔ نوجوانوں کو پھانسنے کے لیے حضرت عائشہ نے ایک لڑکی کی پرورش کی تھی۔	255

257	الزام نمبر:۱۰:۔ فرشتے ہر سال ایام حج میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر قبروں سے نکال کر پھانسی دیتے ہیں۔	۸۴
258	الزام نمبر:۱۱:۔ حضرت عمر اپنے والد کی پشت سے نہ تھے بلکہ ولد الزنا تھے۔	۸۵
258	الزام نمبر:۱۲:۔ صحابۂ کرام نے قرآن مجید میں تحریف اور حذف کیا ہے۔	۸۶
261	بنیادی اصول نمبر:۳:۔ صحابہ اہل بیت کے دشمن تھے۔ ظلم و ستم کیے ہیں۔	۸۷
262	"باغ فدک" کو حضرت ابوبکر و فاروق اعظم پر غصب کرنے کا الزام۔	۸۸
264	دندان شکن جواب = باغ فدک کی تفصیل = ازواج مطہرات کے اسماء کی فہرست۔	۸۹
266	دنیا سے پردہ کرتے وقت حضور اقدس کی جائداد۔	۹۰
267	جائداد کی آمدنی کا استعمال حضور اقدس ہمیشہ سخاوتی نیک کاموں میں کرتے۔	۹۱
270	حضور اقدس کی جائداد کے حضرت ابوبکر صدیق ترکی بنے۔	۹۲
272	حضرت فاطمہ کو ناراض کرنے کا شیعہ فرقہ کا حضرت ابوبکر پر الزام۔	۹۳
275	نبی کا ترکہ تقسیم نہ ہونے کی حدیث شریف۔	۹۴
277	مذکورہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر نے ترکہ تقسیم کرنے سے انکار کیا۔	۹۵
281	حضور اقدس کے ورثاء اور ان کے حصہ داری کی تفصیل۔	۹۶

311	ولی کو مرتبہ میں نبی سے افضل کہنے والا کافر اور گمراہ ہے۔(منح الروض)۔	۱۲۴
312	انبیاء کرام اولیاء عظام سے بیشک افضل ہیں۔(الطریقۃ المحمدیہ)۔	۱۲۵
312	کسی غیر نبی کو صرف ایک نبی سے افضل کہنا، تمام انبیاء سے افضل کہنا ہے۔	۱۲۶
313	ولی کو نبی سے افضل بتانا، نبی کی تحقیر ہے۔(الحدیقۃ الندیہ)۔	۱۲۷
313	نبی ولی سے افضل ہے، یہ یقینی امر اور ضروریات دین سے ہے۔(ارشاد الساری)۔	۱۲۸
314	قرآن شریف کے کسی حرف کا انکار اور تحریف و ترمیم بتانے والا کافر ہے۔(شفاء شریف)۔	۱۲۹
315	امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محقق بریلوی کا ایک اہم فتویٰ۔	۱۳۰
317	آخری فیصلہ= شیعہ رافضیوں کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔(العقود الدریہ)۔	۱۳۱
319	ماخذ و مراجع	۱۳۲

"چاروں یک جان- یک دل"

تیرے چاروں ہمدم ہیں یک جان یک دل
ابوبکر فاروق عثمان علی ہے

(از:۔امام عشق و محبت رضا بریلوی)

تقریظ جلیل

از:۔ فخر سادات گجرات، مجاہد اہل سنت، خلیفۂ تاج الشریعہ، قاضی گجرات، فاضل جلیل، عالم نبیل، حضرت علامہ سید سلیم باپو قبلہ

بانی وصدر:۔ دارالعلوم انوار خواجہ۔ دھرار نگر۔ بیڑی، جام نگر (گجرات)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناظر اہل سنت، صاحب تصانیف کثیرہ، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، ماہر رضویات، حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروف" (برکاتی۔ نوری) کی ایک سوتہتر ویں (۱۷۳) کتاب "شیعہ فرقہ کی تاریخ اور عقائد" کے شرف ملاحظہ کی سعادت میسر ہوئی۔ وہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہوکر منظر عام پر آئے گی۔ یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد باطلہ وارتکابات رذیلہ کے ردوابطال میں ہے۔

علامہ ہمدانی صاحب کے قلم کو ⊙ حضور سرکار غوث اعظم دستگیر، ⊙ حضور سیدنا شاہ آل رسول مارہروی اور ⊙ حضور سرکار اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی نگاہ کرم کے طفیل کلک رضا کی برکتوں سے ایسی چمک۔دمک۔دھمک اور ایسی تیز دھار جیست ودھاک عطا فرمائی ہے کہ ہمدانی صاحب کا قلم باطل فرقوں کے سر پر حق وصداقت کی ضرب شدید اور اہل ایمان کے ایمان وعقائد کی درستی وسلامتی اور حفاظت کی مضبوط ڈھال ہے۔

علامہ ہمدانی صاحب فرقہائے باطلہ کی تردید، توبیخ اور صفایا کردینے میں کلک رضا کا جلوہ دکھا کر چقا چاق شمشیر کے وار سے باطل فرقوں میں ہلچل اور کھلبلی مچا دینے کی مہارت تامہ کے حامل ہیں۔ پھر وہ باطل فرقہ نجدی وہابی ہو، دیوبندی تبلیغی ہو، غیر مقلد اہل حدیث ہو، قادیانی ہو، شیعہ ہو یا صلح کلی ہو۔ سب کو گاجر و مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

اسلام میں پیدا ہونے والا سب سے قدیم اور پہلا فرقہ یعنی شیعہ فرقہ پھر ایک مرتبہ سر اٹھا کر "شیعیت" اور "رفضیت" کے گمراہ کن عقائد باطلہ کو ملت اسلامیہ میں وسیع پیمانہ پر رائج کرنے کی تحریک و ترغیب میں سرگرم ہوا ہے۔ "حب اہل بیت" کے حسین و دلکش بہانے ملت اسلامیہ کے بھولے بھالے، ان پڑھ، انجان، بے علم اور نادانستہ افراد کو اور بالخصوص اولیاء کرام کے مقدس آستانوں کے گدی نشینوں، مجاور اور سجادہ نشین جو علم دین کی دولت لازوال سے یک لخت محروم ہیں، انہیں حضرت علی اور اہل بیت کی عظمت و فضیلت و رفعت کے بیان و تعریف سے متاثر کر کے انہیں اہل سنت کے پرانے دستور، مراسم اور رائج عقائد و امور سے گمراہ کر کے انہیں شیعیت کے گندے اور بدبودار کیچڑ سے ملوث و گندہ کر کے انہیں صحابۂ کرام اور امہات المومنین کی جناب میں بے ادب اور گستاخ بنا کر ان کی آخرت برباد کر دیتے ہیں۔

شیعہ فرقہ کے عقائد ایمان کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔ توحید اور رسالت کے بنیادی اصول کے خلاف ایسے باطل عقائد رائج کیے ہیں کہ ان عقائد کی وجہ سے ایک مسلمان اسلام کے دائرے سے خارج ہو کر مرتد و مردود ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر شیعوں کا عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کی روح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں "حلول" (یعنی "سرایت" یعنی ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہونا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو سکے۔) کر چکی ہے۔ معاذ اللہ۔

حضور اقدس ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی غیر متحرک جائداد" باغ فدک" اور دیگر آراضی کے تعلق سے بدگمانی پھیلا کر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں خطرناک بے ادبیاں اور گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق وراثت مارکر زمین غصب کر گئے اور اہل بیت کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کا مظاہرہ کیا۔

ان تمام متنازعہ معاملات اور الزامات واتہامات کا تسلی بخش خلاصہ اور شیعہ فرقہ کے باطل اور گندے عقائد کا دندان شکن جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ علامہ ہمدانی صاحب نے خود شیعہ فرقہ کی معتمد ومعتبر کتب کے حوالہ جات سے شیعہ فرقہ کے عقائد باطلہ، نظریات فاسدہ اور ارتکابات رذیلہ کا حسن اسلوبی سے ایسا رد بلیغ کیا ہے کہ اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے شیعہ فرقہ کے مکروفریب کی سازشی جال میں پھنسنے سے محفوظ ومامون ہو سکتے ہیں۔

اس پرفتن دور میں اور بالخصوص شیعیت کے رد وابطال میں جس کتاب کی نہایت بلکہ اشد ضرورت تھی، اس ضرورت کو علامہ ہمدانی "معروف" نے پورا کر کے شیعہ فرقہ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سیلاب (Flood) کو روکنے کے لیے ایک مضبوط بند (Dam) باندھ دیا ہے۔

برادر اعلیٰ حضرت، استاذ زمن، علامہ حسن رضا خان "حسن" بریلوی فرماتے ہیں کہ

حسن سنی ہے، پھر اس سے افراط وتفریط کیونکر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش ارباب اہل سنت کی

ناچیز دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک حضور اقدس ﷺ کے صدقہ وطفیل میں علامہ ہمدانی "معروفؔ" کی اس کتاب کو ملت اسلامیہ کے ہر طبقے میں مقبول فرمائے اور اس کتاب کو مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر تصلب اور غیر متزلزل طور پر قائم رہنے کا باعث، سبب اور رہنما بنائے اور مصنف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

آمین یا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاہِ حَبِیْبِہٖ الْاَکْرَمِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم

فقط: دعا گو وخیر اندیش

احقر سید محمد سلیم احمد قادری

بیڑی (جام نگر)

خادم:۔ سنی بریلوی دار القضاء۔ جام نگر

مورخہ:۔ ۱۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

بروز:۔ پنجشنبہ۔ بمقام:۔ بیڑی (جام نگر۔ گجرات)

"شرف انتساب"

فخر سادات ملت اسلامیہ، عزو شان خاندان برکات مارہرہ، تاجدار برکاتیت، برکاتی دولھا، قادری شہزادہ، حسینی ماہ پارہ، شیخ المشائخ، حامیٔ شریعت، رہبر طریقت، پناہ ملت، عالم ذی وجاہت، مفتی ذی شوکت، قاریٔ خوش الحان، حافظ کلام الرحمٰن، پیر طریقت، مرشد اعظم، حضرت قبلہ وکعبہ سید مصطفیٰ حیدر حسن، حضور احسن العلماء، حسن میاں مارہروی (علیہ الرحمۃ والرضوان)

جو اوصاف جمیلہ کا حامل، جن کا نورانی چہرہ مضطرب قلب کا چین وسکون، حسرت بھری چشم حزیں کی ٹھنڈک، بیقرار دل کا قرار، جو اعلیٰ نسب واعلیٰ خاندان کا شہزادہ، سادات میں بھی بے مثل وبے مثال، تقویٰ اور پرہیز گاری کا نمونہ عمل، اخلاق حسنہ کا پیکر جمیل، جود وسخا کا بحر ناپیدا کنار، علم وحلم واستقامت میں کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ بلند وقوی، علم وعرفان کا روشن آفتاب، تسلی وتسبیل کا ماہتاب، جو مسلک اعلیٰ حضرت کا صحیح معنوں میں محافظ وعلمبردار، بیچا فنا فی الرضا، کلام رضا کا دانا، دلدادہ، عاشق وفریفتہ، اشعار رضا کے اسرار ورموز کا رازدار، اشعار رضا کی معنویت اور افادیت کا ماہر، کلام رضا میں نہاں گوہر آب دار کا جوہری، فقید المثال پیشوا۔

جن کے ساتھ متعدد مرتبہ شب بیداری کے سنہرے مواقع کی سعادت فقیر کو میسر ہوئی۔ رات بھر ان کی زبان فیض ترجمان سے اشعار رضا کی تشریح ووضاحت میں علم کا ٹھاٹھیں

مارتا سمندر جب رواں دواں ہوتا، تو کب فجر طلوع ہوگئی، اس کا احساس ہی نہ ہوتا۔ آج انہیں کا فیض وکرم ہے کہ اشعار رضا کے تعلق سے لب کشائی اور خامہ آرائی کی جرأت کر لیتا ہوں۔ جن کی ذات گرامی سے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی سچی پہچان ومعرفت حاصل ہوئی۔ عشق رضا کا جذبۂ صادق دیوار دل پر منقش ہوا۔

جن کے فراق وہجر کا قلق ایسا صدمہ اور خسارہ ہے کہ ہجر حسن میاں کا زخم نہ کبھی بھرا ہے، نہ بھرے گا۔ بلکہ تازہ سے تازہ تر ہوتا جاتا ہے، تڑپاتا ہے، رُلاتا ہے، حزن وغم کے تڑپڑاہٹ میں غوطہ زن ومبتلا کر کے غم ہجر کی کاری وشدید ضربیں مارتا ہے۔ وہ نورانی اور دلکش چہرہ دل کے آئینہ میں ایسا آویزاں ہے کہ ذرا گردن جھکائی دیکھ لیا۔ چہرے کے جمال دل آرا کے نظارے ہمیشہ اسی طرح جلوہ نما ہوں۔ آمین

ان کی بارگاہ عالیہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی اس تصنیف کو منسوب کرنے کا شرف حاصل کر کے حصول سعادت وعنایت کا خواستگار ہوں۔

خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ اور
خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی

عبد الستار ہمدانی "مصروف"
(برکاتی نوری)

"مقدمہ"

از:۔ مناظر اہل سنت، صاحب تصانیف کثیرہ، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، ماہر رضویات، حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروف" برکاتی۔ نوری

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ـ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں پیدا شدہ گمراہ اور باطل فرقوں میں سب سے قدیم بلکہ سب سے پہلا باطل فرقہ یعنی شیعہ فرقہ۔ اس فرقہ کی بنیاد ایک منظم سازش کے تحت رکھی گئی ہے۔ یہودیوں کی اسلام دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہودی اسلام دشمنی عالمی پیمانہ پر مشہور و مشتہر ہے۔ جس کی شہادت قرآن میں اس طرح موجود ہے کہ:۔

> لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (قرآن مجید، پارہ نمبر:۶، سورۃ المائدہ، آیت نمبر:۸۲)
>
> ترجمہ:۔ ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے۔ (کنزالایمان شریف)

اسلام کی عالمگیر شہرت، ترقی اور توسیع کی وجہ سے یہودی بہت ہی فکرمند تھے۔ اسلام کے امنڈتے ہوئے سیلاب کی روک تھام ان سے ناممکن اور دشوار تھی لہٰذا انہوں نے مکر وفریب پر مشتمل سازش یہ طے کی کہ مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلاف اور سماجی تنازع

پیدا کرکے ان کے عقائد کو متزلزل و مشکوک بنا کر ان کا دینی جذبہ سرد کرکے انہیں بدعقیدہ اور بدعمل بنا کر انہیں صرف نام کا مسلمان بنادیا جائے، جو بزدل، کمزور، کاہل، آرام طلب، مست اور آلسی بن جائے۔ پھر ان میں آپسی لڑائی جھگڑے بلکہ جنگ کی نوبت کھڑی کرکے ان کے اتحاد و اتفاق کو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کردیا جائے۔ اس سازش کے تحت انہوں نے ہزاروں کی تعداد کے یہودیوں کو صرف دکھاوے کے لیے مسلمان ہونا ظاہر کیا اور دکھاوے کے مسلم مگر حقیقت میں یہودی مسلم معاشرہ میں شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے اور دین اسلام اور ملت اسلامیہ کو ضرر پہنچانے کی مکر آمیز (Hypocritical) تدابیر کو عملی جامہ پہنایا اور مذہب میں نئی ایجادات، چھل، کپٹ، بناوٹ اور تصنع کا پاکھنڈ رچایا۔

اس پورے پاکھنڈ کو کامیاب کرنے کی ذمہ داری عبداللہ بن سبا یہودی صنعانی یمنی کو سونپی گئی۔ عبداللہ بن سبا یہودی نہایت چالاک، ہوشیار، ذہین، فتین، فسادی، شریر، عیار، مکار اور فریبی شخص تھا۔ اس نے دین اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ رچا کر مسلم معاشرے میں عزت، تعظیم، توقیر، اعتماد اور احترام کا مقام حاصل کرلیا۔ خود کو دین اسلام کا چست اور سخت پابند ہونے کا دکھاوا اور ریاکاری کا ارتکاب کرنے لگا اور ایک سچے محب اور ہمدرد کی حیثیت سے دین اسلام کی حقانیت اور صداقت پر کامل اعتماد کا مظاہرہ کرنے لگا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نے مسلمانوں کے درمیان رہ کر مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں ایسے شکوک و شبہات بھرے سوالات ایسے حسن اسلوبی اور شیریں بیانی سے قائم کیے کہ کسی کو ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ ہو کہ اسلام کا کٹر دشمن اسلام کے پائے متزلزل کرنے کے لئے ایسے سوالات قائم کرتا ہے۔ لہذا! لوگ اس کی سحر بیانی، انداز گفتگو اور افہام و تفہیم کی شائستگی سے متاثر ہو کر اسلام کے بنیادی عقائد میں شک و شبہ کرنے لگے۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے اپنی باتوں کی تائید اور توثیق

کے لیے حضور اقدس ﷺ سے منسوب (Attribution) جھوٹی اور بناوٹی احادیث اختراع کیں اور مسلم معاشرے میں رائج کیں۔

عبداللہ بن سبا یہودی اسلام کے تیسرے خلیفہ، امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے آخری دنوں میں رونما، شہرت یافتہ اور مشہور (Natorios) ہوا۔ اس کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ اسلام کو کمزور بنا کر عالمگیر ترقی سے روکنے کے لیے مسلمانوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنا اور اسی مقصد کی تکمیل کے لیے شیعہ فرقہ کی نشر واشاعت کرنا تا کہ یہ فرقہ مسلم معاشرے میں خوب پھیلے اور فروغ پائے۔ شیعہ فرقہ کا بنیادی اصول اہل بیت کی عظمت، محبت، رفعت، فضیلت اور اہمیت بنایا گیا اور اسی کے ضمن میں امامت کا اصول اور رواج اختراع کیا گیا۔

عبداللہ بن سبا یہودی نے حضور اقدس ﷺ کی اہمیت گھٹانے کی فاسد غرض سے ”امامت اور اماموں کے معصوم ہونے کا“ اصول اور نظریہ پیش کیا۔ معصوم یعنی جس کو گناہ لاگو ہی نہیں ہوتا۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے ایک بات یہ بھی رائج کی کہ ہر نبی کا ایک ”وصی“ یعنی مختار کل منتظم (Executer) ہوتا ہے اور حضور اقدس ﷺ کے ’وصی‘ مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

شیعہ فرقہ میں امامت کے عقیدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بقیہ تمام عقائد امامت کے عقیدے کی حفاظت، پہرا اور سلامتی کے لیے ہیں۔ یہاں تک کہ شیعہ فرقہ میں امامت کا مسئلہ توحید و رسالت کے عقیدہ پر بھی فوقیت، برتری اور ترجیح رکھتا ہے۔

شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امامت کے تعلق سے جو وضاحت فرمائی ہے، اس روایت (Narration) اور باترتیب

اسماء ائمہ کا جو خلاصہ بیان فرمایا ہے، وہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) پہلے امام: ← مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا ← پھر آپ کے بعد

(۲) دوسرے امام: ← حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ ← پھر آپ کے بعد

(۳) تیسرے امام: ← حضرت امام حسین بن علی شہید کربلا ← پھر آپ کے بعد

(۴) چوتھے امام: ← حضرت امام علی بن حسین (زین العابدین) ← پھر آپ کے بعد

(۵) پانچویں امام: ← حضرت امام ابو جعفر باقر ← پھر آپ کے بعد

(۶) چھٹے امام: ← حضرت امام جعفر صادق ← پھر آپ کے بعد

(۷) ساتویں امام: ← حضرت امام موسیٰ کاظم ← پھر آپ کے بعد

(۸) آٹھویں امام: ← حضرت امام علی رضا ← پھر آپ کے بعد

(۹) نویں امام: ← حضرت امام محمد تقی ← پھر آپ کے بعد

(۱۰) دسویں امام: ← حضرت امام علی نقی ← پھر آپ کے بعد

(۱۱) گیارہویں امام: ← حضرت امام حسن عسکری ← پھر آپ کے بعد

(۱۲) بارہویں امام: ← حضرت امام محمد بن حسن عسکری =

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاھم عنا)

مذکورہ بارہ (۱۲) اماموں سے منسوب و منسلک ہو کر شیعہ فرقہ کا ضمنی فرقہ "امامیہ" شیعہ فرقہ سے متصف ہے۔ اس فرقہ کو "اثنا عشریہ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ امامیہ فرقہ یعنی اثنا عشریہ فرقہ بھی اپنے کل سترہ (۱۷) فرقوں میں منقسم ہے۔ جس کی تفصیل اس کتاب کے صفحہ نمبر:۱۸۹ پر مرقوم ہے۔

بارہ (۱۲) اماموں کے تعلق سے شیعہ فرقہ کا عقیدہ:۔

بارہ اماموں کے تعلق سے شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ:۔

"بارہ (۱۲) امام انبیاء، اولیاء اور فرشتے وغیرہ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ اور انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں۔"
حوالہ:۔ "الفصول المھمۃ"۔ مصنف:۔ شیعہ محدث محمد بن حسن مشغری آملی۔ المتوفی ۱۱۰۴ھ، بمقام: خراسان۔ صفحہ نمبر: ۱۵۲

اہل بیت کے نام پر بلکہ آڑ میں ایسی بہت ساری عبارات شیعہ فرقہ کی کتب میں دستیاب ہیں۔ جس کا تفصیلی بیان، تنقید، تبصرہ اور رد یہاں ممکن نہیں۔ لہٰذا شیعہ فرقہ کے رد وابطال میں راقم الحروف کی کتابوں کے جاری رہنے والے سلسلہ میں یکے بعد دیگرے تمام عقائد باطلہ کا رد بلیغ براہین ساطعہ کے ساتھ کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

المختصر! اسلام اور ملت اسلامیہ کو جو ضرر و نقصان شیعہ فرقہ سے پہنچا ہے، اتنا نقصان کسی بھی کٹر دشمن مذہب، قوم یا فرقہ سے نہیں پہنچا ہے اور نقصان کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے گا؟ شیعہ فرقہ کی وجہ سے ایک ہزار (۱۰۰۰) سال سے زائد عرصہ سے ملت اسلامیہ خطرناک خسارہ و نقصان میں مبتلا ہے۔

صدیوں سے رائج و مشروع اسلام کے بنیادی عقائد، اصول اور قوانین کے ملت اسلامیہ کے افراد بڑی پابندی اور سختی کے ساتھ چمٹ کر اور لپٹ کر شریعت کے قوانین واحکام کی اتباع کرتے ہوئے نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور دیگر فرائض، واجبات اور لوازمات پر سخت

پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر، جسمانی تکلیف، کلفت اور مشقت برداشت کر کے اپنی زندگی کو کامل طور پر ”اسلامی زندگی“ بنانے میں کمربستہ، مستعد اور آمادہ رہتے تھے، اس پابندیٔ شریعت کی شیعہ فرقہ نے قوم مسلم میں بے اعتنائی، بے پرواہی اور بے تعلقی کا مرض پھیلایا اور یہ بات رائج کر دی کہ شریعت کی پابندی کے لیے جسمانی تکلیف اٹھانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ فقط ایک آسان راہ اپنا لو اور وہ ہے حُبِ علی یعنی حضرت علی کی محبت۔

شیعہ فرقہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ، بے عمل، بے دین، مرتکب عصیاں اور غیر اسلامی افعال کرنے میں جری و بیباک بنانے کے لیے یہ عقیدہ پھیلایا کہ اگر تمہارے دل میں حضرت علی کی محبت ہے، تو اب تمہیں نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہاری نجات و بخشش کے لئے اور جنت میں شان و شوکت سے داخل ہونے کے لیے صرف ”محبت علی“ کافی ہے۔

بس کام ہوا پورا۔ لوگوں کو پھانسنے کے لیے شیعہ فرقہ کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ ”بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب اور نہایت پاپی بھی جو دل میں حضرت علی کی محبت رکھتا ہوگا، تو اسے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ کیونکہ حضرت علی سے محبت کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔“

حوالہ:۔

”کتاب الخصال“ جلد نمبر:۲، صفحہ نمبر:۱۸۰

”تفسیر قمی“۔ مصنف:۔ علی بن ابراہیم شیعہ، جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۱۸۳اور۸۴

”تفسیر عیاشی“ مفسر:۔ محمد بن مسعود عیاشی۔ شیعہ مفسر، جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۱۳۵

پسند کرنے کے رجحان کو ختم کرنے کی خاطر یہ ضروری تھا کہ ان کے سامنے خواہشات کی تکمیل کا ایک ایسا راستہ پیش کیا جائے جو ان کے اندر یہ خیال پیدا کرے کہ وہ نہ صرف پسندیدہ زندگی کے حامل ہو جائیں گے بلکہ انہیں آخرت میں جنت بھی ملے گی۔ یہ سوچ پیدا ہو، مگر جسمانی تکلیف، کلفت اور مشقت برداشت کر کے اپنی زندگی کو کامل طور پر ''اسلامی زندگی'' بنانے میں کمربستہ، مستعد اور آمادہ رہتے تھے۔ اس پابندیٔ شریعت کی شیعہ فرقہ نے قوم مسلم میں بے اعتنائی، بے پرواہی اور بے تعلقی کا مرض پھیلایا اور یہ بات رائج کر دی کہ شریعت کی پابندی کے لیے جسمانی تکلیف اٹھانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ فقط ایک آسان راہ اپناؤ اور وہ ہے حُبِّ علی یعنی حضرت علی کی محبت۔

شیعہ فرقہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ، بے عمل، بے دین، مرتکب عصیاں اور غیر اسلامی افعال کرنے میں جری و بیباک بنانے کے لیے یہ عقیدہ پھیلایا کہ اگر تمہارے دل میں حضرت علی کی محبت ہے، تو اب تمہیں نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہاری نجات و بخشش کے لئے اور جنت میں شان و شوکت سے داخل ہونے کے لیے صرف ''محبت علی'' کافی ہے۔

بس کام ہوا پورا۔ لوگوں کو پھانسنے کے لیے شیعہ فرقہ کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ ''بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب اور نہایا پاپی بھی جو دل میں حضرت علی کی محبت رکھتا ہوگا، تو اسے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ کیونکہ حضرت علی سے محبت کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔''

حوالہ:۔

(۱) ''کتاب الخصال'' جلد نمبر:۲، صفحہ نمبر:۱۸۰

(۲) ''تفسیر قمی''۔ مصنف:۔ علی بن ابراہیم شیعہ، جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۱۸۳ اور ۱۸۴

(۳) ''تفسیر عیاشی'' مفسر:۔ محمد بن مسعود عیاشی۔ شیعہ مفسر، جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۱۳۵

یہودیوں کے ایماء، اشارے، حکم، ترغیب اور آمادگی کی تعمیل کرتے ہوئے شیعہ فرقہ نے سب سے پہلے نماز، روزہ وغیرہ اسلامی ارکان واعمال سے بے دخل کر دیا۔ بعد میں ان کے کردار اور سیرت (Character) کو مسخ وتباہ کرنے کے لیے انہیں "متعہ" یعنی "زنا" کی لت لگانے کے لیے زنا کو "متعہ" کا خوبصورت اور حسین نام دے کر ہنگامی نکاح (Temporary Mariage) کی ایک انوکھی "سیکس اسکیم" رائج کرنے کے لیے متعہ کے جائز، حلال، کارِ ثواب اور فعل فضیلت ثابت کرنے کیلیے جھوٹی حدیثیں بنائیں اور رائج کیں۔ دل پھینک عاشق اور شہوت کے دلدادہ شیعہ فرقہ کے "متعہ" سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ ایک مرد اور ایک عورت تنہائی میں ایک دوسرے کو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے ہنگامی طور پر قبول رکھیں۔ ایک گھنٹہ یا ایک دن یا جو مناسب جانیں۔ مہر، گواہ، وکیل، نکاح خوانی، اعلان نکاح کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف ایک دوسرے کی رضامندی سے جنسی تعلق قائم کرکے شہوت کی تکمیل کریں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ یہ کام کھلم کھلا "زنا" (व्यभिचार) ہی ہے لیکن شیعہ فرقہ میں متعہ کے ضمن میں جو رعایت، اجازت اور ترغیب دی گئی ہے اسے دنیا کا کوئی بھی دھرم وسماج روا نہیں رکھ سکتا اور کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ایسا گھنونا کام جائز ٹھہرا کر شیعہ فرقہ عیش وعشرت اور شہوت پرستی پر مشتمل جسمانی تعلقات کو غلو کے درجہ میں اہمیت دیتا ہے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ شیعہ فرقہ کے متعہ کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کی جائے۔ اس موضوع پر راقم الحروف کی کتاب "گندا کام اور ثواب کی امید؟ یعنی شیعہ متعہ" گجراتی زبان میں شائع ہو چکی ہے اور ان شاء اللہ عنقریب اس کا اردو ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے گا۔ کتاب میں شیعہ متعہ کی تردید میں حقائق وشواہد کی روشنی میں "کلک رضا" کے طفیل شیعیت کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔

ملت اسلامیہ کے ذی شعور افراد سے قلبی التجا و التماس ہے کہ باطل و بدمذہب فرقوں کی بدعقیدگی کے جال میں پھنس کر شکار ہونے سے بچ کر اپنے اور اپنے اہل و عیال، رفقاء، متعلقین، رشتہ دار اور دوست واحباب کے ایمان کے تحفظ کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مضبوط قلعہ کو حفاظت و سلامتی کا حصن حصین بنائیں۔ اور اپنی اور اپنے متعلقین کی آخرت تباہ و برباد ہونے سے بچائیں۔ فقط والسلام

مورخہ:۔ ۲۳ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ	دعا گو و خیر اندیش۔
مطابق:۔ ۱۵ جون ۲۰۲۰ء	غلام اہل بیت اطہار
بروز:۔ عید و دوشنبہ مبارک	عبدالستار ہمدانی ""مصروف""
بمقام:۔ پوربندر (گجرات)	برکاتی۔ نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

آج مورخہ ۱۶ / رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق: ۱۲/ مارچ ۲۰۲۰ء، یوم عید دوشنبہ اور بالخصوص ہمارے محسن اعظم حضور سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے عرس مبارک کے دن دوپہر ایک بجے اپنی گجراتی کتاب "شیعہ فرقہ کا اتہاس اور عقیدے" جو عوام وخواص میں شہرت ومقبولیت حاصل کر چکی ہے، بعض محبین ومخلصین کی فرمائش وفرمائش بالخصوص فخر سادات گجرات، خلیفۂ تاج الشریعہ، قاضی گجرات، حضرت علامہ سید سلیم باپو قبلہ۔ جیڑی۔ جام نگر اور رہنمائے اہل سنت، بانی مدارس متعددہ، ناشر وناصر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ عثمان غنی باپو۔ دھرول کہ جن کی فرمائش میرے لیے حکم اور واجب العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس گجراتی کتاب کو از سر نو اردو زبان میں آج کے غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھٹی شریف کے مبارک دن سے لکھنے کا آغاز کر دیا ہے۔ سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے اور طفیل سولیٰ تعالیٰ اس کام کو جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہونچائے۔ آمین

۸۶/۹۳ء

اسلام کے خلاف یہودی سازش

یعنی شیعہ فرقہ

سن عیسوی ۵۷۱ء یعنی ہجرت کے ۵۳، سال پہلے بروز عید دوشنبہ صبح صادق کے وقت پوری کائنات کی قسمت چمک اٹھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نورانی پردہ سے اس دھرتی بمقام مکہ معظمہ پر تشریف لے آئے۔ زمانۂ شیر خواری، بچپن، جوانی اور شباب کے ایام میں معجزات (Miracles) سے لوگوں کو متعجب ومتحیر فرما کر پاک صاف، سیدھا، سرل، بے داغ، پر اخلاص، بے گناہ، بے قصور، میٹھا، مذہر، احسان، بھلائی، فیاضی، تعاون، امداد، سرپرستی، غمگساری، غم خواری، ہمدردی، حمایت، اعانت، حسنِ اخلاق، خوش طینت، متواضع طبیعت، نیک خصلت، انکساری، نرمی، خندہ روئی، جود وسخاوت، عبادت وریاضت کی بے ریائی، عطا وکرم، محسن فطرت اور اس جیسے بے شمار اخلاقی محاسن پر مشتمل چالیس (۴۰) سالہ زندگی ایسے شریفانہ طور واطوار سے بسر فرمائی کہ معاشرے اور سماج میں عزت، آبرو، اعتبار، اعتماد، ساکھ، یقین وبھروسا، خوش خصالی، پاک سیرت اور پاکیزہ سلوک میں وہ شہرت اور نیک نامی حاصل فرمائی کہ عوام وخواص آپ کو "محمد امین" کے لقب سے ملقب کرنے لگے۔ جب آپ کی عمر شریف چالیس (۴۰) سال ہوئی، تب آپ پر سلسلۂ وحی کا آغاز ہوا۔

اسلامی اصطلاح میں "وحی" یعنی قرآن شریف کا نازل ہونا۔ وحی کی ابتدا یعنی نزول قرآن کا آغاز ہوتے ہی آپ نے "پیغام توحید" عام فرمایا اور لوگوں کو بت پرستی اور غیر خدا کی عبادت و پوجا کو ممنوع قرار دیا اور صرف ایک اللہ ہی کی عبادت و پرستش کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں معاشرہ میں رائج شراب، جوا، زنا کاری، چوری، ڈکیتی، غدر، دھوکہ بازی، قتل و غارت گری، اغوا، عصمت دری جیسے جرائم کے خلاف مہم چلائی، نماز، روزہ، زکاۃ و دیگر فرضی عبادات کو پابندی سے ادا کرنے کی تلقین و ترغیب فرمائی۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہونچا کر لوگوں کو اتنا اور ایسا متاثر اور مرغوب الطبع فرمادیا کہ گمراہیت و بے دینی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرمائی اور انہیں راہ راست و صراط مستقیم دکھا کر ہدایت کا طریقہ سمجھایا، بتایا، دکھایا اور چلایا۔ لوگوں نے اپنے آباء واجداد کا جہالت، گمراہیت اور بے دینی پر مشتمل باطل دین و مذہب کو یک لخت ترک کر کے ذوق وشوق سے دین حق اسلام قبول کرنے لگے۔ مکہ معظمہ شہر کے سرداروں، رؤسا، رہنماؤں، بہادروں اور نامور شخصیتوں نے تہہ دل سے قبول اسلام فرمایا اور دین اسلام میں داخل ہو کر ایمان کی لازوال دولت و نعمت سے مشرف ہوئے۔ شہر مقدس مکہ معظمہ کے اطراف، قرب وجوار اور اردگرد کے علاقوں میں بسنے والے کفار، مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دیگر ادیان باطلہ کے متبعین و پیروکار نے بھی دین اسلام قبول کیا لیکن ان کی تعداد بہت ہی محدود و قلت پر مشتمل تھی۔

اسلام کے بنیادی اصول وقوانین اور معاشرتی زندگی کے اعلیٰ، عمدہ، نفیس اور بہترین احکام و فرامین کی نشر واشاعت رائج ہوتے ہی بے شمار گمراہوں اور بددینوں نے سچے دل سے

اسلام کا استقبال کیا اور پر خلوص جذبے سے وہ اسلام کے ناصر، ناشر، محسن، مددگار اور فریفتہ بن گئے اور قلیل عرصہ میں ہی دین اسلام ملک حجاز کی سرحدوں کو عبور کر کے مختلف ممالک میں مہذب، شائستہ، خلیق، باسلیقہ، باتمیز، بامروت اور موزوں دین کی حیثیت سے مقبولیت پا کر وسعت، کشادگی اور پھیلاؤ کی منزلیں طے کر کے عالمی پیمانے پر چھا گیا۔

اسلام کے مقامی اعداء جو شہر مکہ معظمہ کے باشندے تھے، انہوں نے اسلام کی حقانیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لیے تن توڑ اور انتھک کوشش ومشقت کر کے کئی روڑے اٹکائے اور رخنہ اندازی کیں لیکن اسلام اپنی آن بان اور شان وشوکت سے آگے بڑھتا گیا۔ دشمنان اسلام ہر محاذ پر ناکامیاب وخائب وخاسر ہونے لگے۔ لہذا انہوں نے جسمانی ایذا رسانی، بے حرمتی، گستاخی، ہتک عزت اور پردہ دری کا رویہ اپنا کر حضور اقدس ﷺ کو تکالیف پہنچا کر ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن پیکر صبر وتحمل نے اخلاق حسنہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے خندہ پیشانی سے ہر ظلم وستم کو برداشت فرما کر انتقام اور پلٹ وار سے باز آ کر تواضع، انکساری اور بردباری سے کام لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دین اسلام کے دشمن گروہ کے کچھ افراد بانی اسلام کے اخلاق حسنہ وخلق جمیلہ سے متاثر ہو کر اسلام کے دل دادہ اور خدمت گار بن گئے۔ ترکش کے آخری تیر کی حیثیت سے دشمنوں نے حضور اکرم ﷺ کو شہید کر دینے کی سازش رچائی۔

بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضور اقدس ﷺ نے اپنے پیارے مادر وطن مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر دائمی طور پر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی۔

چالیس (۴۰) سال کی عمر شریف میں آپ نے اعلان نبوت فرمایا اور اعلان نبوت

کے بعد تیرہ (۱۳) سال تک آپ مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہے۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر شریف ترپن (۵۳) سال تھی۔

ہجرت کے بعد آپ دس (۱۰) سال تک مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز رہے اور کل ترسٹھ (۶۳) سال تک ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ دنیا میں تشریف فرما رہنے کے بعد دنیا سے پردہ فرمایا اور پھر دائمی طور پر گنبد خضراء میں حیات ابدی کے ساتھ آرام فرما ہوئے ﷺ

مدینہ طیبہ میں آپ کی ظاہری حیات مقدسہ کے دس (۱۰) سال کے درمیان آپ کی ذات مقدسہ پر نزول قرآن کی تکمیل ہوئی، بے شمار احادیث کریمہ کا انمول خزانہ زبان فیض ترجمان سے جاری ہوا اور متعدد تاریخی واقعات رونما ہوئے۔ جن کا تفصیلی تذکرہ طول تحریر اور ضخامت کتاب کے خوف سے ترک کر کے ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ان سب واقعات کا اختصاراً و اشارۃً تذکرہ ذیل کے عنوان کے تحت مرقوم کیا جاتا ہے۔

آپ مکۂ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہونچے اس وقت سے اسلامی سال یعنی ہجری سن کی ابتدا ہوئی ہے۔

حضور اقدس کی دس (۱۰) سالہ مدنی زندگی کے دور کے واقعات کا اختصاراً تذکرہ۔

حضور اقدس نے مکہ معظمہ کے کفار و مشرکین کی اذیت وایذا رسانی کی وجہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی لیکن مکہ معظمہ کے اسلام دشمن عناصر کفار،

منافقین، یہود اور مشرکین متحدہ طور پر مدینہ طیبہ میں بھی آپ کو پریشان کرنے کی فاسد غرض سے سازشیں کرکے یہود یا کسی تال میل، گٹھ پٹ کر کے جنگ و جدال، لشکری حملے، فتنہ و فساد اور دیگر ذرائع سے آپ کے خلاف مسلسل مہم چلاتے رہے۔ جنگ کے چھوٹے بڑے کئی معرکے وقوع پذیر ہوئے۔ عظیم لشکر لے کر حملہ آور بھی ہوئے لیکن ذلت، ہزیمت، شکست اور پسپا ہونے کے علاوہ انہیں کچھ حاصل نہ ہوا اور اسلام آفتاب نیم روز کی طرح عروج و ترقی کی منازل طے کرتا ہوا اتنا علی رتبے اور ارتقاع پر پہونچا کہ عرب و عجم کے کئی ممالک کلمۂ طیبہ اور نعرۂ تکبیر کی گونج و فلک شگاف گونج و صدا کے مسکن ہو گئے۔

▣ سنہ ۱ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ مسجد قبا کی تعمیر ⊙ عیسائی مذہب کے زبردست عالم اور آسمانی صحائف کے علوم و عرفان کے ماہر حضرت عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام ⊙ مسجد نبوی کی تعمیر ⊙ حضرت سلمان فارسی کا اسلام قبول کرنا ⊙ نماز کے اعلان کے لیے بلند آواز سے اذان پکارنے کا آغاز ⊙ فرض نماز کی رکعات کی تعداد میں اضافہ۔ ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کی فرض رکعات کی تعداد دو (۲) سے بڑھا کر چار (۴) کرنے میں آئیں۔

▣ سنہ ۲ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ تحویل قبلہ یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے بجائے خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا آغاز ⊙ زکوٰۃ کی فرضیت کا نافذ ہونا ⊙ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہوئے ⊙ عید کی نماز کا آغاز ⊙ صدقۂ فطر دینے کا حکم ⊙ جہاد اور جنگ حکم نازل ہوا ⊙ جنگ بدر یعنی مقام بدر کی لڑائی ⊙ کافروں کا سردار ابو جہل جنگ بدر میں

مارا گیا⊙ سات(۷) غزوات اور پانچ(۵) سرایا مل کر بارہ(۱۲) جنگیں ہوئیں۔

نوٹ:۔

غزوہ= وہ لشکر جنگ جس میں حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے ہوں۔

A war against infidels: in which the prophet himself took part.

(English- urdu- english dictionray- By:. Dr. A.Haq, Page no: 1024۔:حوالہ)

سریہ = وہ لشکر جنگ جس میں حضور اقدس ﷺ خود تشریف نہ لے گئے ہوں، بلکہ اپنے صحابہ کو دشمنوں کے مقابلے کے لئے بھیجا ہو۔ سریہ کی جمع = سرایا۔

◙ سنہ ۳ ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ مکہ معظمہ کے کافروں نے لشکر جرار کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور مدینہ شریف کے قریب "احد" نام کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس جنگ کو "جنگ احد" کے نام سے شہرت حاصل ہوئی ہے۔⊙ جنگ احد میں حضور اقدس ﷺ کے حقیقی چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔⊙ یہودیوں کے پیشوا اور سردار کعب بن اشرف یہودی کا قتل۔⊙ غزوۂ نجران ہوا۔ اس غزوہ کو "جنگ بنی سلیم" بھی کہا جاتا ہے۔⊙ اس سال کل دو(۲) غزوات اور چار(۴) سرایا مل کر کل چھ(۶) جنگیں ہوئیں۔⊙ امام حسن کی پیدائش۔ ۱۵/ رمضان۔

◙ سنہ ۴ ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ قرآن مجید میں شراب کی حرمت یعنی شراب حرام ہونے کی آیت کا نازل ہونا۔⊙ قرآن مجید میں چوری کرنے کی سزا کے طور پر چور کے ہاتھ کاٹنے کی آیت کا نزول۔
⊙زنا(Fornication) یعنی غیر مرد اور عورت کا حرام کاری (adultery) کرنے کی سزا کا نافذ

ہونا۔ اگر دونوں غیر شادی شدہ ہیں، تو انہیں ایک سو (۱۰۰) درہ (چابک۔ کوڑا) مارنے کی سزا۔ اگر دونوں شادی شدہ ہیں، تو انہیں "رجم" یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کی سزا۔ القرآن۔ Stoning until death کی سزا کا نافذ ہونا۔ ⊙ جنگ بنی نضیر۔ ⊙ جنگ بدر صغریٰ۔ ⊙ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دنیا سے پردہ فرمانا۔ اس ایک سال میں ایک (۱) سریہ اور دو (۲) غزوات مل کر کل تین جنگیں ہوئیں۔

▣ ۵ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ جنگ مصطلق۔ اس جنگ کو "غزوۂ مریسیع" بھی کہا جاتا ہے۔ ⊙ تیمم (Purifying) کی آیت کا نازل ہونا۔ ⊙ قضیۂ افک یعنی ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دامن عصمت پر جھوٹے الزام کا حادثہ۔ ⊙ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کے ثبوت و اظہار میں قرآن مجید کی سورۃ النور میں آیات متعددہ کا نزول۔ ⊙ جنگ خندق (غزوہ) اس غزوہ کو "جنگ احزاب" بھی کہتے ہیں۔ ⊙ غزوۂ بنو قریظہ۔ ⊙ غزوۂ دومۃ الجندل۔ ⊙ عورتوں کے لیے غیر مردوں سے پردہ کرنے کی قرآن مجید کی آیت حجاب کا نازل ہونا۔ ⊙ اس ایک سال میں چار (۴) غزوات اور ایک سریہ مل کر کل پانچ (۵) جنگیں ہوئیں۔

▣ ۶ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ حج فرض ہوا۔ ⊙ جنگ ذات الرقاع۔ ⊙ جنگ بنو لحیان۔ ⊙ غزوۂ ذی قرد۔ ⊙ قضیۂ عکل یعنی قبیلۂ عکل اور عرینہ کے لوگ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر داخل اسلام ہوئے۔ بعد میں مرتد یعنی اسلام سے منحرف ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ کے خادم اور چرواہے حضرت یسار کو شہید کر دیا۔ حضور اقدس نے حضرت کرز بن جابر فہری کو امیر گروہ

بنا کر تعاقب میں بھیجا اور گرفتار کرایا۔ مجرموں کی آنکھوں میں لوہے کی سلاخوں کو گرم کر کے پھیر کر پھوڑ ڈالیں۔ ہاتھ کاٹے اور مقطوع الاعضاء یعنی کٹے ہوئے ہاتھوں کو بغیر داغے خون جاری ہونے کی حالت میں کڑی دھوپ میں ڈال کر ہلاک کر دینا۔ عکل کا قبیلہ عدنان سے ہے اور عرینہ کا قبیلہ قحطان سے ہے۔ ⊙ صلح حدیبیہ۔ ⊙ مختلف ممالک کے بادشاہوں کی طرف وفود، فرامین اور خطوط ارسال فرمانا۔ ⊙ حضرت ابوہریرہ کا اسلام قبول کرنا۔ ⊙ کافر تاجر اور رئیس حجاز ابو رافع کا قتل۔ ⊙ اس ایک سال میں تین (۳) غزوات اور چودہ (۱۴) سرایا مل کر کل سترہ (۱۷) جنگیں وقوع میں آئیں۔

▣ ۷ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ غزوۂ خیبر۔ ماہ محرم کے اواخر میں خیبر شہر کے مشہور قلعہ قموص کو فتح کر لیا گیا۔ ⊙ خیبر میں زینب بنت حارث نام کی یہودی عورت نے حضور اقدس ﷺ کو دھوکے سے زہر (Posion) دیا۔ ⊙ ''صہبا'' نام کے مقام میں مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر کے لیے حضور اقدس ﷺ نے ڈوبے ہوئے سورج کو انگشت مبارک کے اشارے سے پھر طلوع فرمایا۔ ⊙ متعہ نکاح یعنی ہنگامی نکاح (Temporary Marriage) حرام قرار دیا گیا۔ ⊙ پالتو گدھے کا گوشت کھانا حرام فرما دیا گیا۔ ⊙ عمرۃ القضاء۔ ⊙ فتح فدک۔ ⊙ غزوۂ وادی القریٰ۔ ⊙ اس ایک سال میں دو (۲) غزوات اور پانچ (۵) سرایا مل کر کل سات (۷) جنگیں ہوئیں۔

▣ ۸ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ فتح مکہ (جنگ اوطاس)۔ ⊙ غزوۂ حنین۔ اس غزوہ کو جنگ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ ⊙ مسجد نبوی میں منبر شریف کی تعمیر۔ ⊙ غزوۂ طائف۔ اس جنگ میں حضرت عبداللہ

بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوئے۔ ⊙ جنگ موتہ (سریہ)۔ ⊙ جنگ خبط (سریہ)۔ اس جنگ کو "سیف البحر" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سمندر کے کنارے کو عربی زبان میں "سیف" کہا جاتا ہے۔ اس لشکر کی آخری حد سمندر کے کنارے تک تھی۔ اس جنگ میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس لشکر میں شامل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ لشکر میں سامان رسد یعنی غلہ اور کھانے پینے کی اشیاء ختم ہوگئی تھیں اور لشکر کے مجاہدوں کے لیے فاقہ کشی کی نوبت آگئی تھی۔ اچانک سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی مثل پہاڑی کے نمودار ہوئی اور کنارے پر آپڑی۔ اتنی بڑے سائز کی مچھلی ہم نے کبھی دیکھی نہ تھی۔ اس مچھلی کو "عنبر" کہتے ہیں۔ اس مچھلی کو لشکر کے تمام مجاہدوں نے پندرہ (۱۵) دن تک پیٹ بھر بھر کر کھایا۔ اس مچھلی کی جسامت کا یہ عالم تھا کہ اس کی ایک پسلی (Rib) کو نیم دائرہ (Half Round) کی صورت میں زمین میں 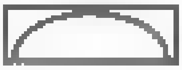 اس طرح گاڑا جائے، تو اونٹ پر سوار آدمی اس کے نیچے سے بآسانی نکل جائے۔

"حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم جنگ سے جب مدینہ شریف واپس لوٹے، تو ہم نے حضور اقدس ﷺ سے اس مچھلی کا ماجرہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے وہ رزق کھایا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سمندر سے باہر نکالا ہے۔ اگر اس رزق میں سے کچھ بچا ہو، تو مجھے بھی چکھاؤ۔" (بحوالہ:۔ "مدارج النبوۃ"۔ اردو ترجمہ۔ مصنف:۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر: ۲۹۸)

⊙ اس سال کئی اہم شخصیتوں نے دین اسلام قبول فرمایا۔ مثلاً ⊙ حضرت عمرو بن عاص بن وائل قرشی سہمی۔ ⊙ حضرت عثمان بن طلحہ عبدری۔ خانہ کعبہ کے کلید بردار یعنی خانہ

کعبہ کے تالے کی کنجی (چابی) رکھنے والے۔ ⊙ حضرت خالد بن ولید مخزومی۔ ⊙ حضرت عکرمہ بن ابوجہل۔ ⊙ حضرت ابوسفیان بن حارث۔ ⊙ حضرت عبداللہ بن امیہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ⊙ حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت۔ ⊙ حضرت زینب بنت رسول اللہ کی وفات۔

▣ سنہ ۹ ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ جنگ تبوک (غزوہ)۔ اس جنگ کو "غزوہ جیش عسرت" بھی کہتے ہیں۔ ⊙ اس جنگ کے موقعہ پر حضرت صدیق اکبر نے اپنا تمام مال واسباب اور حضرت عمر فاروق اعظم نے اپنا نصف مال حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔ ⊙ مسجد قبا کے مقابلے میں منافقین کے سردار ابو عامر عیسائی کی تجویز سے منافقوں نے ایک مسجد تعمیر کی۔ اس مسجد کا نام "مسجد ضرار" مشہور ہے۔ اس مسجد کی تعمیر سے منافقوں کا مقصد مسلمانوں میں آپس میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنا تھا۔ ⊙ مسجد ضرار کی تعمیر پوری کرنے کے بعد منافقین حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کو بطور افتتاح یعنی Opening/ উদ্বোধন نماز پڑھنے کی گزارش کی۔ اس وقت حضور اقدس جنگ تبوک کے لیے روانہ ہو رہے تھے لہذا آپ نے فرمایا کہ جنگ سے واپسی پر اگر خدا کو منظور ہوگا، تو آؤں گا۔ ⊙ جنگ سے واپسی پر آپ مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر تھے، تب مسجد ضرار کے منافقین نے پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسجد میں تشریف لا کر ابتدائیہ نماز پڑھنے کی گزارش کے ساتھ دعوت پیش کی۔ ⊙ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم ﷺ کو بذریعہ "وحی" اس مسجد میں جانے کی ممانعت فرمادی۔ ⊙ حضور اقدس نے اپنے چند صحابہ کو بھیج کر اس مسجد کو تڑوا ڈالا اور مسجد کو منہدم کرکے مسجد کا جو ملبہ (مال، سامان) تھا، وہ جلا دیا۔ (حوالہ اور مزید معلومات کے لیے (قرآن شریف،

پارہ:۱۱،سورۃ التوبہ،آیت نمبر:۱۰۷ کا ترجمہ اور تفسیر ملاحظہ فرمائیں)⊙ منافقین کے سردار یعنی "رئیس المنافقین" عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت کا واقع ہونا۔ ⊙ حبشہ (Ethopia) کے بادشاہ "نجاشی" کا انتقال۔⊙ اس ایک سال میں ایک(۱) غزوہ اور ایک(۱) سریہ لے کر کل دو(۲) جنگیں ہوئیں۔

▣ ۱۰ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ سریہ خالد بن ولید بجانب بنی حارث بن کعب۔⊙ حجۃ الوداع یعنی آخری حج۔⊙ حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام "غدیر خم" جو جحفہ کے نواح میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، وہاں پر حضور اقدس ﷺ کا فرمانا کہ "**مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ**" یعنی "میں جس کا مولیٰ ہوں، پس علی بھی اس کے مولیٰ ہیں"۔⊙ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ کی رحلت۔⊙ سریہ جریر بن عبداللہ بجلی بجانب قبیلۂ ذی الکلاع۔⊙ اس سال صرف دو(۲) جنگیں بطور سریہ وقوع پذیر ہوئیں اور کوئی بھی غزوہ نہیں ہوا۔

▣ ۱۱ھ کے اہم واقعات:۔

⊙ اس سال مسیلمہ بن ثمامہ کذاب اور اسود عنسی منسوب عنس بن قدحج وغیرہ کل چار(۴) نبوت کے جھوٹے دعویدار پھوٹ نکلے۔⊙ مسیلمہ کذاب خلافت صدیقی میں حضرت خالد بن ولید کے زیر سرداری لشکر اسلام سے اپنے بھاری تعداد کے لشکر کے ساتھ ٹکرایا اور ذلت کی موت مرا۔⊙ اسود عنسی دوسرا نبوت کا دعویدار حضور اقدس ﷺ کے دنیا سے پردہ کرنے کے ایک دن پہلے یعنی ۱۱ ربیع الاول ۱۱ھ اتوار کی شب میں حبشہ (Ethopia) کے بادشاہ شاہ اصحمہ نجاشی کے بھانجے "فیروز" کے ہاتھ سے قتل ہو کر واصل جہنم ہوا۔⊙ طلیحہ بن خویلد اسدی اور سجاح بنت حارث نام کی ایک عورت نے بھی نبوت

کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ ⊙ نبوت کے تیسرے جھوٹے دعویدار طلیحہ بن خویلد اسدی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں توبہ کر کے از سر نو اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدمی سے جمے رہ کر اسلام کی ہر ممکن خدمت کرتے ہوئے دشمنان اسلام سے لڑتے ہوئے "جنگِ نہاوند" میں جام شہادت نوش کیا۔ ⊙ چوتھی نبوت کی جھوٹی دعویدار عورت سجاح بنت حارث کے تعلق سے دو روایات ہیں۔ پہلی:۔ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نادم اور تائب ہو کر اس نے اپنے تمام متبعین کے ساتھ پھر سے اسلام قبول کیا اور اس کا از سر نو مسلمان ہونا نیک اور مقبول ہوا۔ دوسری:۔ نبوت کے پہلے دعویدار مسلیمہ الکذاب کے ساتھ اس نے شادی کر لی اور دونوں میاں بیوی نبوت کے مشترک دعویدار بن گئے۔ جب خلافت صدیقی میں حضرت خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے ساتھ نبوت کے نمبر (۱) جھوٹے دعویدار مسلیمۃ الکذاب پر حملہ کر کے اسے قتل کیا، تب وہ اس جزیرہ (Island) کہ جس میں اس کا شوہر مسیلمہ کذاب چھپا کرتا تھا، اس جزیرہ میں جا کر وہ روپوش ہو گئی اور کچھ عرصہ بعد وہ مر گئی اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا۔ اس کے تعلق سے کسی بھی قسم کی کوئی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ ☆ سریہ اسامہ بن زید بجانب ابنیٰ۔ ☆ سب سے بڑا غمناک اور دل افگار حادثہ ہوا یعنی حیات النبی، حضور اقدس ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ سے پردہ فرما کر گنبد خضراء میں آرام فرما ہوئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"اسلام پر تیسرے خطرناک حملے کی عیسائیوں کی بھرپور تیاری اور پیروی"

۸ھ مطابق ۶۲۹ء میں جنگ موتہ اور ۹ھ مطابق ۶۳۰ء میں جنگ تبوک ان دونوں جنگوں میں ذلت اور رسوائی بھری شکست اٹھانے کے باوجود بھی ملک شام (Syria) کی سلطنت کے "قیصر روم" بادشاہ ہرقل کی شان ٹھکانے نہ آئی بلکہ برعکس عقل سٹھیا جانے کی کیفیت میں مبتلا ہو کر ایک عظیم و وسیع لشکر جمع کرنے کی ابتدا کر دی اور ۱۱ھ میں یعنی ۶۳۲ء میں مدینہ طیبہ پر لشکری دھاوا بول دینے کی خطرناک تیاری شروع کر دی۔

ہرقل بادشاہ کی مذکورہ سازش کی حضور اقدس ﷺ کو اطلاع کامل طور پر موصول ہوگئی، تو آپ نے عیسائی حملہ کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے لشکری تشکیل فرمائی اور عیسائی لشکر مدینہ پر حملہ کرے اس کے قبل ہی ملک شام پر حملہ کرنے کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں اسلامی لشکر کو مدینہ طیبہ سے روانہ فرمایا۔ تاکہ عیسائیوں کو ان کے گھر میں گھس کر سبق سکھائیں۔

حضرت اسامہ بن زید اسلامی لشکر کو لیکر تاریخ ۲۶ / صفر ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء کو شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع "جرف" نامی مقام پر لشکر کا پڑاؤ کیا، تاکہ اطراف و جوانب کے مجاہدین لشکر میں شامل ہونے وہاں آجائیں۔

"حضور اقدس کی دعا لینے حضرت اسامہ پڑاؤ سے مدینہ شریف واپس آئے اور......"

سوموار ۲۸/صفر ۱۱ھ کے دن حضور اقدس ﷺ "درد سر" (Headache) اور سخت بخار کی وجہ سے ظاہری جسمانی طور پر بیمار و علیل ہو گئے۔ یہ خبر جرف مقام پر مقیم اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی۔ لہٰذا اسلامی لشکر مجاہدوں کی بھرتی اور اسباب حرب وغیرہ سے لیس ہو جانے کے باوجود حضرت اسامہ نے لشکر کو کوچ کرنے سے روک دیا اور لشکر کو مقام جرف میں پڑاؤ کر کے ٹھہرے رہنے کا حکم دیا اور آپ ۱۱/ربیع النور ۱۱ھ بروز یک شنبہ کے دن واپس مدینہ شریف آکر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لشکر کی روانگی کی اجازت اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت اسامہ نے حضور اقدس کی پیشانی مبارک اور دست بابرکت کو بوسہ دیا۔ حضور اقدس ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ عنایت اٹھا کر حضرت اسامہ کی فتح اور کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ بعدہ حضرت اسامہ اسلامی لشکر کے کیمپ میں جرف واپس لوٹ آئے۔

۱۲/ربیع الاول شریف ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء بروز دوشنبہ (Monday) کو حضرت اسامہ نے اسلامی لشکر کو جرف کیمپ سے روانگی کا حکم دیا ہی تھا کہ مدینہ منورہ سے کلیجہ چیر دینے والی خبر موصول ہوئی کہ آفتاب رسالت و ماہتاب نبوت ﷺ نے اس فانی دنیا کو "الوداع" کہہ کر ظاہری حیات سے پردہ فرمالیا ہے۔ یہ خبر کو سن کر حضرت اسامہ نے اسلامی لشکر کی کوچ کو روک دیا اور لشکر کو مقام جرف میں ہی ٹھہرے رہنے کا حکم دے کر فوراً مدینہ طیبہ پہونچے۔

”حضرت صدیق اکبر اسلام کے پہلے خلیفہ کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔“

مدینہ طیبہ کا ہر شخص حضور اقدس ﷺ کی جدائی و فراق کے رنج و غم میں ایسا مستغرق و مغموم تھا کہ ان کے ہوش و حواس باختہ ہوگئے تھے۔ ہر شخص رنج و دکھ کے سمندر میں غرق تھا۔ اضطراب، بے چینی، بے قراری، بے تابی اور گھبراہٹ کے عالم میں تڑپ رہے تھے۔ اپنے محبوب آقا کے ہجر و فراق میں نڈھال تھے۔ آنکھیں اشک بار و نمناک تھیں۔ حضور اقدس ﷺ کی رحلت کے سانحہ نے صحابۂ کرام کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ مدینہ طیبہ میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مدینہ طیبہ میں اس دن سے بہتر اور نورانی تر کوئی دن نہ تھا، جس دن سید عالم ﷺ یہاں تشریف لائے تھے اور مدینہ طیبہ میں اس دن سے بدتر اور تاریک تر کوئی دن نہ تھا، جس دن حضور اکرم ﷺ نے اس جہان سے پردہ فرمایا تھا۔

شب چہار شنبہ (Wednesday) مورخہ ۱۴/ ربیع النور ۱۱ھ کی شب میں شہنشاہ کونین ﷺ کو ”حجرۂ عائشہ“ (گنبد خضراء) کی مقدس دھرتی میں آخری اور دائمی آرام گاہ کی حیثیت سے قبر انور میں داخل کیا گیا۔

صحابہ کرام پر اپنے محبوب آقا ﷺ کا فراق اتنا شاق تھا کہ کسی کے آنسو کی دھار تھم نہ رہی تھی۔ محبوب آقا کے بغیر جینا ہی ان کے لیے دشوار تھا۔ جسے دیکھو وہ شکستہ حال اور پژمردہ خاطر ہے۔ قرار جان و دل رخصت ہوگیا ہے۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے دلیر، بہادر اور صاحب تحمل کی قوت ضبط بھی جواب دے چکی تھی۔ رسول خدا ﷺ کے نورانی

رخِ زیبا اور چہرۂ انور کے دیدار سے اب محروم ہو گئے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی صحابہ کرام کو اپنی زندگی بوجھ معلوم ہوتی تھی۔ بقول:۔

اک تیرے رخ کی روشنی، چین ہے دو جہان کی
انس کا انس اسی سے ہے، جان کی وہ ہی جان ہے

(از۔ امامِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت رضا بریلوی)

کون کس کو سنبھالے؟ کون کس کو تسلی دے؟ کون کس کی ماتم پرسی کرے؟ کون کس کی دل جوئی کرے؟ کون دلِ افگار کو مرہم لگائے؟ رنج وغم والم میں سب کی حالت یکساں تھی۔ ایسے نازک اور دل برداشتہ عالم میں مضطرب اور بیقرار صحابہ کرام کی دل خستہ جماعت کو امیر المومنین، اصدق الصادقین، امام المتقین، خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالا، سہلایا اور تسلی دی۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے محبوب آقا کے جانشین اور خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باتفاق رائے انتخاب کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

:- خاص اور ضروری نوٹ :-

آئندہ صفحات میں "خلافت" کے تعلق سے تفصیلی بحث، حوادث اور اس کے ضمن میں رونما اختلافات، اختصامات، اتہامات، الزامات، افتراعات، تصادمات، تضادات، ہنگامات، شورشات اور فسادات کا تفصیلی تبصرہ ارقام کیا جائے گا۔ لہذا قارئین کرام کو مطالعہ کی یکسوئی اور دل جمعی برقرار رکھنے کے مقصد صالح سے ذیل میں اسلام کے ابتدائی چار (۴) خلفاء راشدہ کا عہد و منصب نشینی اور ان کے عہد خلافت کی مدت اور رحلت مع تاریخ، ماہ اور سن کے اعتبار سے صرف ایک نظر میں ہی معلوم کرنے کے لیے ذیل میں ایک خاکہ (Sketch) مرتب کیا گیا ہے:۔

''اسلام کے ابتدائی چار (۴) خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کی تفصیلی کیفیت۔''

نمبر	خلیفہ کا اسم گرامی	عہدۂ خلافت پر فائز ہونے کی تاریخ	وفات / شہادت اختتام خلافت	مدت خلافت		
				سال	ماہ	دن
۱	امیر المومنین، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ	۲۲/جمادی الاخری ۱۳ھ	۲	۳	۹
۲	امیر المومنین، خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظم	۲۲/جمادی الاخری ۱۳ھ	۲۶/ذی الحجہ ۲۳ھ	۱۰	۶	۴
۳	امیر المومنین، خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی	۲۹/ذی الحجہ ۲۳ھ	۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ	۱۱	۱۱	۲۰
۴	امیر المومنین، خلیفۂ چہارم حضرت علی شیر خدا	۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ	۲۱/رمضان ۴۰ھ	۴	۸	۲۹

''حضرت صدیق اکبر کے عنانِ خلافت سنبھالتے ہی فتنہ وفساد کی آندھی کا آغاز ہونا۔''

خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی مختلف فتن کی آندھی اٹھی۔ مثلاً:-

- ملک حجاز کے کئی لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔
- نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی تحریکیں بھی سر اٹھانے لگیں۔
- منافقوں نے سر اٹھایا اور اسلام کے خلاف باتیں شروع کر دیں۔
- یہود اور کفار نے باہم مل کر اور متحد ہو کر اسلام کی راجدھانی (Capital) مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

مندرجہ بالا وجوہات کی وجہ سے عوام و خواص مسلمین میں ایک خوف، دہشت، اضطراب، بے چینی، بے قراری اور گھبراہٹ کا ماحول قائم ہو گیا تھا۔ ایسے سنگین ماحول میں حالات کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند اجلہ صحابہ نے امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ "ملک شام" (Syria) کی مہم کے لئے جانے والا اسلامی لشکر جو مدینہ طیبہ کے قریب ہی قریبی مقام "جرف" میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے، اسے ملک شام جانے سے روک دیا جائے اور مدینہ طیبہ میں واپس بلا لیا جائے کیونکہ اگر دشمنوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسلامی لشکر راجدھانی مدینہ طیبہ میں نہیں بلکہ غیر ملک میں جہاد کی غرض سے گیا ہوا ہے اور دارالقضا مدینہ بغیر لشکر کے خالی پڑا ہوا ہے، تو ان کے حوصلے بلند ہوں گے اور وہ جوش و خروش کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوں گے۔ لہٰذا موجودہ حالات کے پیش نظر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کا مدینہ شریف میں موجود ہونا اشد ضروری ہے، تاکہ کفار و یہود اور منافقین پر دھاک بندھی رہے اور وہ ذہنی طور پر دباؤ میں رہیں اور اسلامی لشکر کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے دہشت اور خوف زدہ رہیں اور مدینہ طیبہ پر یلغار بولنے یا دیگر تخریبی حرکات کرنے کی جرأت نہ کر سکیں اور ضرورت پڑنے پر ان دشمنان اسلام پر لشکر کے ذریعے دھاوا بول کر انہیں نیست و نابود کر دیا جائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق رسول کے جذبۂ صادق کو لاکھوں سلام اور کروڑوں تہنیت۔ آپ نے صحابہ کرام کے اس مشورے کا ایک سچے عاشق رسول کے انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ "جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا ہو، اسے واپس بلا لینے کی میری کیا مجال و بساط ہے؟ حالات کتنے ہی نازک اور کیسے ہی سنگین ہوں، وہ لشکر رکنے والا نہیں بلکہ ضرور کوچ کرے گا۔ اگر مجھے یقین کے درجہ میں معلوم ہو جائے کہ لشکر اسامہ کو ملک شام بھیج دینے کی وجہ سے میں "لقمۂ اجل" بن جاؤں گا، پھر بھی میں رسول اللہ ﷺ کا روانہ فرمودہ لشکر ہرگز واپس نہیں بلاؤں گا۔

بالآخر! آپ نے لشکر اسامہ کو بجانب ملک شام کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اسلامی لشکر ۱۱ھ کے ماہ ربیع الآخر میں روانہ ہوا اور مقام "ابنی" میں عیسائیوں کے لشکر سے زبردست مقابلہ ہوا۔ کافی تعداد میں عیسائی لشکر کے سپاہی قتل ہوئے۔ حضرت اسامہ نے اپنے شہید باپ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو بھی جہنم رسید کر دیا۔ کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل کر کے اسلامی لشکر چالیس (۴۰) دن کے بعد فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آیا۔

"خلافت صدیقی کے کچھ اہم واقعات"

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، اصدق الصادقین، امام المتقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال استقلال، عزم محکم اور پختہ اعتماد و توکل کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اٹھنے والے تمام فتنوں کی سرکوبی فرما کر ماحول کو استوار فرما کر مسلمانوں کے مابین پھیلا ہوا ڈر، خوف اور دہشت کی فضا کو زائل فرما کر سکون و اطمینان کی استمراری فضا قائم فرما دی اور نظام

شریعت کا نفاذ حسن اسلوبی سے انجام دیا۔ آپ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے کچھ حوادث اور واقعات کا تذکرہ ذیل میں مرقوم ہے:۔

- زکاۃ کے منکرین کے خلاف آپ نے تلوار اٹھائی اور بڑی جاں فشانی سے جہاد فرما کر انہیں زیر کیا اور زکاۃ کی پوری رقم کو وصول فرما کر بیت المال میں جمع کر دیا۔
- نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ بن ثمامہ کذاب کے چالیس (۴۰) ہزار کے لشکر جرار کے سامنے آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوبیس (۲۴) ہزار کا لشکر دے کر مقابلے کے لیے بھیجا۔ یمامہ نام کے مقام پر "جنگ یمامہ" کا معرکہ پیش آیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اسلامی لشکر کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی۔ مسیلمہ کذاب کٹ مر کر واصل جہنم ہوا۔ مسیلمہ کا لشکر ہزیمت اور ذلت اٹھا کر پیٹھ دکھا کر فرار ہوا۔ مسیلمہ کذاب کی بیوی سجاح بنت حارث کہ جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اپنے شوہر کا عبرتناک انجام دیکھ کر بھاگ نکلی۔ ایک جزیرہ میں پناہ گزیں ہوئی اور وہیں ختم و تباہ ہوئی۔
- نبوت کا ایک دیگر جھوٹا دعویدار اسود بن کعب عنسی اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے ہاتھ قتل ہوا۔
- نبوت کا ایک اور جھوٹا مدعی طلیحہ بن خویلد اسدی بھی لشکر اسلام کی تاب نہ لا سکا اور ہزیمت اٹھا کر ملک شام بھاگ گیا اور بعد میں توبہ کر کے از سر نو اسلام قبول کیا اور صدق دل سے اسلام کی خدمت کرتے ہوئے "جنگ نہاوند" میں دشمنان اسلام سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔
- آپ کے دور خلافت میں ملک شام کے ⊙ ارکہ ⊙ تخمہ ⊙ تدمر ⊙ بیت لہیا ⊙ بصریٰ ⊙ اجنادین اور ⊙ دمشق کے قلعے فتح ہوئے۔

- ۱۱ھ کے ماہِ رمضان المبارک میں جگر گوشۂ رسول، جانِ احمد کی راحت، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دنیا سے پردہ فرمایا۔
- جنگ یمامہ میں بھاری تعداد میں اسلامی لشکر کے وہ مجاہدین شہید ہوئے، جو حافظ قرآن تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ اگر اسی طرح حافظ قرآن شہید ہوتے رہے، تو حفاظ کے ساتھ ساتھ کہیں قرآن شریف بھی نہ اٹھ جائے۔ کیونکہ اس وقت تک قرآن شریف صرف لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ کہیں بھی یک جا لکھا ہوا نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں قرآن شریف جمع کرایا اور ایک جگہ لکھ لیا گیا۔ لہٰذا آپ پہلے جامع القرآن ہیں۔

”حضرت صدیق اکبر کا انتقال = انتقال کا سبب، آپ کو زہر دیا گیا تھا = وہ زہر اثر کر گیا۔“

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا اصل سبب حضور اقدس ﷺ کی جدائی اور فراق تھا۔ حضورِ اقدس کی یاد اور ہجر میں آپ ہمیشہ مضطرب و بیقرار رہا کرتے تھے۔ غمِ مصطفیٰ ﷺ سے آپ نڈھال ہو کر لاغر، کمزور، ناتواں اور روز بروز جسمانی حیثیت سے دُبلے ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن آپ کے انتقال کا ایک ظاہری سبب یہ تھا کہ:۔

”ابن سعد اور حاکم نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آپ کی موت کا ظاہری سبب یہ تھا کہ آپ کے پاس کسی نے تحفۃً ”خزیرہ“ ایک قسم کا کھانا کہ جس کو گوشت کے قیمہ

میں دلیہ ساتھ پکا ہوا بھیجا تھا۔ آپ اور حضرت حارث بن کلدہ دونوں ساتھ بیٹھ کر وہ کھا رہے تھے کہ اچانک حضرت حارث نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول! ہاتھ روک لیجیے اور اس کو مت کھائیے۔ کیونکہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ اور یہ وہ زہر ہے جس کا اثر ایک سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ آپ دیکھ لینا کہ ایک سال کے اندر میں اور آپ ایک ہی دن انتقال کر جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن دونوں نے تھوڑا تھوڑا تو کھا ہی لیا تھا اور زہر ان کے جسم کے اندر چلا گیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں حضرات اسی دن سے بیمار رہنے لگے اور ایک سال گزرنے کے بعد اسی زہر کے اثر سے ایک ہی دن میں ان دونوں حضرات کا انتقال ہو گیا۔"

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ۔ مصنف:۔ امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی۔ المتوفی ۹۱۱ھ، ناشر: پروگریسو بکس، لاہور، پاکستان، سن اشاعت: ۱۹۹۷ء، صفحہ نمبر: ۲۱۹)

- ام المؤمنین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ والد محترم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۷ جمادی الآخر ۱۳ھ کے دن غسل فرمایا۔ اس دن سخت سردی تھی لہٰذا آپ کو بخار آ گیا۔ آپ مسلسل پندرہ دن تک بیمار و علیل رہے۔ اور ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کے دن دنیا سے پردہ فرمایا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف ترسٹھ (۶۳) سال تھی۔ (حوالہ:۔ ایضاً۔ صفحہ نمبر: ۲۲۰)
- انتقال کے دن آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ آج پیر (دوشنبہ) کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو آج رات تک میرا انتقال ہو جائے، تو مجھے دفن کرنے میں تاخیر مت کرنا کیونکہ جتنا ہو سکے اتنی جلدی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں۔

◈ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آپ کو اس دن کی شب میں حضور اقدس ﷺ کے پہلو میں حجرۂ عائشہ یعنی گنبد خضراء میں دفن کیا گیا۔ =رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنا=

''خلافت عمر فاروق اعظم'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، امام المتقین، اصدق الصادقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ظاہری حیات کے آخری ایام اپنے نائب اور خلیفہ کے تعلق سے بہت ہی فکر مند تھے۔ جب آپ کی صحت وطبیعت زیادہ نازک ہوئی، تو آپ نے ⊙ حضرت عبدالرحمن بن عوف ⊙ حضرت عثمان بن عفان ⊙ حضرت سعید بن زید ⊙ حضرت اسید بن حضیر ⊙ مہاجرین صحابہ اور ⊙ انصار صحابہ کے اکابر کو الگ الگ بلا کر تنہائی میں گفتگو کر کے ان کے ساتھ خلیفۂ دوم کے تعلق سے مشورہ مانگا اور رائے لی، تو تمام کے تمام نے خلیفۂ دوم کی حیثیت سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی رائے، تجویز اور مشورہ دیا۔
(حوالہ:۔''تاریخ الخلفاء''۔اردو ترجمہ۔صفحہ نمبر:۲۲۰)

''مولائے کائنات حضرت علی کی تجویز''

جب امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت نازک مرحلہ میں پہونچی، تب آپ نے اپنے کمرے کی کھڑکی (Window) سے سر مبارک باہر نکال کر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نے تم پر ایک شخص کو بحیثیت خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ کیا تم میرے کیے ہوئے تقرر سے خوش اور متفق ہو؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ اے خلیفۂ

رسول اللہ! ہم کامل طور سے متفق اور خوش ہیں۔

یہ سن کر لوگوں کے درمیان سے کھڑے ہو کر مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اگر وہ شخص عمر کے علاوہ اور کوئی ہے، تو ہم متفق اور خوش نہیں۔" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بے شک! وہ شخص عمر ہی ہے۔ (حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۲۳۲)

"فضیلت عمر فاروق اعظم بزبان مولیٰ علی"

◈ مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب تم صالحین کا ذکر کرو، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی فراموش نہ کرو۔ کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ ان کا قول "الہام" (Inspiration) ہو اور فرشتے کی زبانی بیان کر رہے ہوں۔"

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۲۸۴)

"حضرت عمر کا لقب "فاروق" کیوں ہوا؟"

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر "کلمۂ شہادت" پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے، تب ہی حضرت عمر نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ کیوں نہیں! ہم یقیناً حق پر ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ جب ہم حق پر ہیں تو یہ چھپ چھپا کر اسلام کی نشر و اشاعت اور اخفاء و پردہ کیوں ہے؟ پھر حضرت عمر نے فوراً تمام مسلمانوں کی دو صفیں (Row) بنائیں۔ ایک صف یعنی قطار میں حضرت عمر اور دوسری قطار میں حضرت حمزہ شہید

رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور سب "نعرۂ تکبیر" کی صدا بلند کرتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کے ہمراہ قوم قریش کے دو (۲) نامور سردار حضرت عمر اور حضرت حمزہ کو دیکھ کر کفار مکہ متحیر اور حواس باختہ ہو کر حیران و پریشان ہو کر بکے بکے ہو گئے۔ اسی دن حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب کو "فاروق" کا لقب عنایت فرمایا۔ کیونکہ اب اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل کے درمیان امتیاز یعنی فرق ظاہر ہو گیا۔ عربی زبان میں "فاروق" کا مطلب حق و باطل یعنی سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کرنے والا ہوتا ہے۔

- بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوئے، اس دن سے دین اسلام ہمیشہ عزت اور سر بلندی پاتا گیا۔ (حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر ۱۷۴ اور ۱۷۵)

"خلافت فاروقی کے اہم واقعات وفتوحات"

- آپ کے دور خلافت میں دین اسلام ملک حجاز (عربستان) کی سرحدیں عبور کر کے عالمی پیمانے پر پھیلا۔
- آپ کے دور خلافت میں ملک شام (Syria) کے مشہور امصار (شہر/Cities) اور مشہور قلعے (Forts) ⊙ ارکہ ⊙ سخنہ ⊙ تدمر ⊙ بصریٰ ⊙ بیت لہیا ⊙ اجنادین ⊙ دمشق ⊙ جوسیہ ⊙ حمص ⊙ شیراز ⊙ رستن ⊙ حمات ⊙ قنسرین ⊙ بعلبک ⊙ یرموک ⊙ بیت المقدس ⊙ حلب ⊙ اعزاز ⊙ انطاکیہ ⊙ قلعہ بُجم وغیرہ فتح ہوئے۔

- آپ کے دورِ خلافت میں دنیا کے مشہور و معروف ممالک فتح ہوئے اور ان ممالک میں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ مثلاً ⊙ ایران ⊙ عراق ⊙ مصر (Egypt) ⊙ روم ⊙ نیشاپور ⊙ حلوان وغیرہ علاوہ ازیں بہت سے جزائر (Island/ट्वीप) مثلاً ⊙ ساحت ⊙ حران ⊙ موصل ⊙ قیساریہ ⊙ تستر ⊙ نہاوند اور مغربی افریقہ کے ممالک اسکندریہ وغیرہ۔
- سن ۲۱ھ میں ایران کے مشہور شہر "نہاوند" تشریف لے گئے اور "فتح ایران" کا جشن بڑی شان و شوکت سے منایا اور ایران میں اسلامی حکومت قائم فرمائی۔
- سن ۱۶ھ میں ملک شام کے پورے ملک پر اسلامی حکومت کا تسلط ہو جانے پر آپ بیت المقدس تشریف لے گئے اور ملک شام کے مشہور شہر "جابیہ" میں جمعہ کی نماز کا تاریخی خطبہ دیا۔
- ہجری سن اور تاریخ لکھنے کی ابتدا ہوئی۔
- بیت المال یعنی سرکاری تجوری (Government Treasury) قائم کی گئی۔
- ماہِ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کی ابتدا ہوئی۔
- متعہ یعنی ہنگامی نکاح (Temporary Marrige) کہ جو حدیث سے حرام ہے، اس کا حرام ہونا سختی کے ساتھ رائج فرما کر متعہ پر سخت اور کڑی پابندی عائد فرمائی اور کسی شخص کے لیے بھی ایسے ہنگامی نکاح کی اجازت روا نہ رکھی اور متعہ کی ممانعت پر سختی کے ساتھ عمل شروع کیا۔
- نمازِ جنازہ میں چار (۴) تکبیرات کہنے کا حکم جاری فرمایا۔
- ورثہ (Heir|वारसदार) کو آباء و اجداد کی جائیداد سے ترکہ (Bequest|वारसा) دلانے کا مکمل قانون شریعت کے مطابق شروع کیا اور "علم میراث"

(Inheritorology|वारसा शास्त्र) کے مفصل اصول اور قوانین مرتب فرمائے اور لکھائے۔

- مسجد نبوی کی توسیع (Expanse|फैलावा) کر کے مسجد بڑی اور وسیع بنائی گئی۔
- شراب پینے والے کو شرعی سزا اسّی (۸۰) دُرّے (Whip|कोड़ा) مارنے پر عمل داری شروع کی اور شراب پینے والوں کو اسّی (۸۰) دُرّے مارنے کا حکم جاری فرمایا۔
- دُرّے مارنے کی سزا دینے کے لیے آپ نے خصوصی طور پر دُرّہ (Whip) بنایا۔ وہ دُرّہ اتنا زوردار (Terrible) اور اذیت رسا (Harrass) تھا کہ اس کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے "دُرّۂ فاروقی" کے نام سے مشہور تھا اور لوگ تلوار سے بھی زیادہ اس سے ڈرتے تھے۔
- حکومت کے انتظامی امور اور محصول کے نظم و نسق (Administration| व्यवस्था) کے لیے سرکاری کچہریاں (Government Offices) کھولی گئیں۔
- مفتوح ممالک اور امصار (Cities) میں حکام (Governer) کا تقرر کرنے میں آیا۔
- لوگوں کو جلدی اور آسانی سے انصاف مل جائے ، اس مقصد نیک سے ہر شہر میں "قاضی" یعنی منصف (Judge) کا تقرر فرمایا۔
- تجارت، معاشیات، اقتصادیات اور سیاحت سے تعلق رکھنے والے دنیا کے بے شمار اور ان گنت لوگ جس سے بہرہ مند ہو رہے ہیں وہ "سوئز نہر" (Suez Canal) اسلام کے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظم کی ایجاد ہے۔ بحیرۂ روم (Mediterranean sea | भूमध्य समुद्र) اور بحر احمر

(Red sea|लाल समुद्र) کو جوڑنے والی k.m.193,30 یعنی تقریباً 120 میل لمبی اس نہر (Canal) کا نقشہ (Plan) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خداداد صلاحیت سے بنایا تھا۔ اس نقشہ کا ۱۲۰۰ سو سال بعد صحیح استعمال ہوا اور ۱۸۵۹ء اور ۱۸۶۹ء کے درمیان دس سال تک نہر (Canal) کا کھدائی اور تعمیری کام جدید آلات سے کرنے میں آیا اور ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کے دن اس کا افتتاح (Opening) ہوا۔

- ازدواجی زندگی (Marriage Life|वैवाहिक जीवन) کے تقاضوں اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکم جاری فرمایا کہ کوئی بھی مجاہد لشکر اسلام زیادہ سے زیادہ (Maximum) چار (۴) ماہ تک ہی گھر سے باہر رہ سکتا ہے۔ لہذا آپ نے تمام لشکر اسلام کے سپہ سالاروں کو حکم صادر فرما دیا تھا کہ کسی بھی مجاہد کو چار مہینے سے زیادہ مدت تک کے لیے میدان جنگ میں روک نہیں رکھنا بلکہ چار (۴) ماہ ہو جانے پر اسے اپنے گھر جانے کی چھٹی (Leave|छुट्टी) دے دینا۔
- آپ نے "نجد" (Riyadh) میں بسنے والے یہودیوں کو ملک شام اور نجران کے یہودیوں کو کوفہ (عراق) بھگا دیا اور دونوں علاقوں کو یہود سے خالی اور پاک کر دیا۔
- آپ نے غلہ (اناج) کا ذخیرہ جمع کرنے کے لیے گودام تعمیر کروائے، جس میں آٹا، کھجور، ستو یعنی بھونے ہوئے جو کا آٹا، منقی یعنی خشک انگور اور دیگر اشیاء خوردنی جمع کر کے رکھی جاتی تھیں تاکہ مقامی لوگ اور باہر سے آنے والے مسافر اپنی ضروریات کی چیزیں آسانی کے ساتھ وہاں سے حاصل کر لیں اور انہیں ادھر ادھر بھٹکنا نہ پڑے۔

- مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کرنے والے مسافروں کی سہولت کے لیے آرام اور سہولت کے انتظامات کیے تا کہ مسافروں کو اثنائے راہ کوئی تکلیف و زحمت نہ ہو۔
- شہروں کی ترقی، آبادی اور وسعت کے لیے آپ نے "امصار ترقی نظامت" (शहरी विकास बोर्ड) قائم فرمایا اور اس کی منظم اور فوری عملداری کر کے ⊙ کوفہ ⊙ بصریٰ ⊙ جزیرہ ⊙ موصل ⊙ مصر اور ملک شام کے کئی شہروں کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔
- مصر (Egypt) سے مدینہ منورہ ضروریات زندگی کی چیزوں کو درآمد (Import) کرنے کے لیے "بحر ایلہ" کا آسان، سلامت اور چھوٹا راستہ ڈھونڈ نکالا۔
- عوام المسلمین کے حالات زندگی کا جائزہ لینے کے لیے رہائشی علاقوں (Residence Area) میں رات کے وقت گشت لگا کر معلومات بذات خود حاصل کرنے کا طریقہ شروع کیا۔

حضرت عمر کی دیگر خصوصیات

- شریعت مطہرہ کی سختی کے ساتھ پابندی خود بھی کرنا اور عوام الناس کے ہر طبقے کے لوگوں سے شریعت کی پابندی کا سختی کے ساتھ اصرار کرنا۔ شریعت کی خلاف ورزی کے کسی بھی معاملہ میں کسی کی بھی شرم، لحاظ، پاس، سفارش اور غیرت کو ٹھکرا کر مجرم کو کڑی سے کڑی سزا دینے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کرنا۔ مرتکب جرم کو علی الاعلان اور ظاہر میں درّے مارنے کی سزا دینا۔
- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں نظام شریعت کا ضابطہ

اور انتظامی قوانین اور سماجی امن و امان و سکون بنائے رکھنے میں جرائم پر کنٹرول کا ایسا شکنجہ کسا کہ قتل، چوری، ڈکیتی، عصمت دری اور دیگر خطرناک جرائم بالکل نیست و نابود ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ معمولی قسم کی چوری چپاٹی، ہاتھا پائی، گھونسم گھسا اور مکا مکی تا آپ کی بغیر اسلحہ کی لڑائی بھی برائے نام تھی۔ پر سکون اور امن و امان کی ایسی فضا قائم تھی کہ جرائم کے نقشے کا خط (Graph|ग्राफ) نہیں کے برابر تھا۔

◈ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہبی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور معاشیاتی اعتبار سے ایسا رعب اور دبدبہ تھا کہ کسی میں بغاوت کا علم بلند کرنے کے لیے سر اٹھانے کی ہمت نہ تھی۔ فتنہ، فساد اور جنگ و جدال کے ذریعہ سماج کے اتحاد و اتفاق اور امن و امان کو مجروح و متزلزل کرنے کی طاقت و سکت نہ تھی۔ ارتکاب جرم کا ارادہ کرنے والا آپ کے درہ کے خوف سے ایسا دہشت زدہ تھا کہ وہ تھر تھر کانپتا تھا۔ المختصر! عوام چین و سکون اور امن و امان کے ساتھ اپنے روزمرہ کے مذہبی ارکان، خاندانی لوازمات، تجارتی مصروفیات اور دیگر امور دین و دنیا بلا کسی خوف و ڈر کے حسن سلوک اور حسن معاملہ کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

"حضرت عمر کی فضیلت = احادیث کی روشنی میں"

(۱) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو........

ترمذی و حاکم نے عقبہ بن عامر سے صحت کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔"

(۲) میرے بعد حق (بھی) عمر کے ساتھ رہے گا:۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دیلمی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے بعد حق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے گا، خواہ وہ کہیں ہو۔"

(۳) جس راستے سے عمر گزریں گے، شیطان اس راستے سے نہیں گزرے گا:۔

بخاری ومسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اے عمر! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس راستے سے تم گزرو گے، اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا بلکہ دوسرے راستے سے جائے گا۔"

(۴) عمر کی حیاتی تک فتنہ وفساد نہیں ہوں گے:۔

بزاز نے قدامہ بن مظعون کے عم محترم عثمان بن مظعون کی زبانی بیان کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

"یہی وہ ہستی ہے، جس کے باعث فتنہ وفساد کے دروازے بند ہیں اور جب تک یہ زندہ رہیں گے، اس وقت تک تم میں کوئی شخص پھوٹ اور فتنہ وفساد نہیں ڈال سکے گا۔"

(۵) اسلام حضرت عمر کی موت پر روئے گا:۔

طبرانی نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"مجھ سے جبرئیل کہتے تھے کہ اسلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر روئے گا۔(یعنی اسلام کو ان کی موت سے بہت نقصان پہنچے گا۔)"

(مندرجہ بالا حدیث نمبر: ۱ تا نمبر: ۵ کا حوالہ:۔"تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ: مصنف: امام جلال الدین سیوطی۔ المتوفی ۹۱۱ھ، صفحہ نمبر: ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰ اور ۲۸۱)

"حضرت عمر کی شہادت"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات کامل طور سے عشق رسول اکرم ﷺ کے جذبۂ صادق سے سرشار اور متاثر ہو کر سختی سے شریعت مطہرہ کی پابندی کرنے اور کرانے میں بسر ہوئی۔ آپ کے دور خلافت میں تمام اسلامی ممالک اور امصار کے لوگ سکھ، شانتی، امن وامان، بے خطر، بے خوف اور بے ڈر ہو کر سلامتی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلامی قوانین کی خلاف ورزی، ارتکاب جرائم اور دیگر سماجی، اخلاقی اور طبعی مفاسد کا نام ونشان نہ تھا۔ لوگ چین وسکون کی زندگی گزارتے تھے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور رس نگاہ، حالات ومعاملات سے باخبر، ذی شعور، اعلیٰ درجے کے عقلمند، ہوشیار، دانا، عاقبت اندیش، ملکی انتظامات میں ذی خرد، ذہین، صاحب وقار کی حیثیت سے کامل غلبہ، دبدبہ، وقار وآبرو کے حاکم، شان وشوکت سے اپنے منصب رعب، داب اور احتشام سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والے خلیفۂ اسلام

تھے۔ اعلیٰ منصب پر متمکن ہونے کے باوجود آپ نے نہایت سادگی اختیار فرمائی تھی۔ وقت کے بادشاہ کی فقیری کا نمونۂ عمل تھے۔ پاکیزہ زندگی کے ستودہ صفات اور انصاف پسند خلیفہ کی پذیرائی کے ساتھ آپ کا اسم گرامی تاریخ کے صفحاتِ زرین پر طلائی حروف سے منقش ہے۔

آپ کی مقدس حیات طیبہ کا مفصل ذکر خیر یہاں مرقوم کرنا طول تحریر اور مقالہ کی ضخامت کے خوف سے ممکن نہیں۔ المختصر! آپ مذہبی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست اور ملکی انتظامات کے ہر معاملے میں کامل دسترس، مہارت، چابک دستی اور معاملہ کی تہ، گہرائی اور انتہا تک کی تفتیش کی مہارت، لیاقت اور واقفیت کے ماہر اور پیچیدہ معاملے کو چٹکی بجاتے ہی آن کی آن میں ایسے نرالے انداز میں حل فرما دیتے تھے کہ دیکھنے والے آپ کی ذہانت، دانائی اور فطانت دیکھ کر دانتوں تلے انگلیاں دبا کر متحیر اور متعجب بن کر رہ جاتے تھے۔

آپ روحانیت اور ولایت کے اپنے وقت کے شہنشاہ تھے۔ بیشمار کرامات اور خرق عادت معاملات آپ سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی رائے سے موافقت کرتی ہوئی متعدد آیات قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں۔ الحاصل! آپ ایک ایسے نرالے، انوکھے، تیز فہم، ذی استعداد و اقتدار حکمراں تھے کہ آپ کے دور خلافت میں اسلام نے وہ غلبہ اور شوکت کے ساتھ پرچم توحید کو لہرایا کہ اسلام کی آن بان شان کو چار (۴) چاند کے بجائے چالیس (۴۰) چاند لگ گئے اور اسلام کے انسانیت کے وقار افزا اصول اور حیات انسانی کے تعلق سے شائستہ قوانین کی گونج اور مہک دنیا کے کونے کونے میں سنائی دینے اور مہکنے لگی۔

جنگ کے معاملات میں آپ کی مہارت، بچاؤ، تیز دستی اور دور اندیشی کا یہ عالم تھا کہ ہر جنگ میں اسلامی لشکر فتح و نصرت اور کامیابی حاصل کرتا ہوا کئی ممالک پر چھا گیا۔

اسلامی لشکر کے قواعد (Military Evalution|सैन्य कवायत) کی وہ دھاک،
دھمک، رمک، غلغلہ، رعب، داب اور دبدبہ تھا کہ عیسائی اور یہودی حکومتیں تھر تھر کانپتی
تھیں۔ اسلامی لشکر سے کھلے میدان کی جنگ کرنے کا ان کا حوصلہ ہی ختم ہو چکا تھا۔ اسلامی لشکر
کے کفن بردوش مجاہدوں کی تلواروں کی چقاچاق کی گونج ہی دشمن کے لشکر کے سپاہیوں سے چھکے
چھڑا دیتی تھی۔ اسلامی لشکر سے میدان جنگ میں آمنا سامنا کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔
لہٰذا یہود ونصاریٰ سلطنتوں نے دغا، فریب، دھوکہ، چھل بل، دجل اور تفریق بین المسلمین
کا سہارا لیا۔ پانی کی طرح پیسہ بہا کر غداروں اور منافقوں کو خریدا۔ اپنے آدمیوں کو مسلم
معاشرے میں داخل کرنے کے لیے ہزاروں کی تعداد میں اپنے یہودی نمائندوں کو اسلام قبول
کرنے کا ڈھونگ رچایا۔ انہیں مسلمانوں میں مذہبی اختلاف پیدا کرنے کی تعلیم دی اور غداروں
کے تعاون سے اسلام کو ضرر پہنچانے کی پالیسی اپنائی اور اسی سلسلے کی پہلی کڑی کے طور پر امیر
المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا صدمہ وقوع پذیر ہوا۔

شہادت کا حادثہ اختصاراً:۔

کوفہ (عراق) سے آیا ہوا "ابولولوہ" نام کا ایک غلام شخص صبح صادق کے وقت سے
پہلے ہی دو (۲) دھارا خنجر لے کر اور اسے آستین میں چھپا کر مسجد کے ایک گوشہ میں چھپ کر
بیٹھ گیا۔ اس کے پاس جو خنجر تھا، وہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
یہ معمول تھا کہ آپ نماز باجماعت کی اقامت یعنی تکبیر کہنے سے پہلے نمازیوں کو مخاطب کر کے
فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! صفیں سیدھی کرلو۔ یہ سن کر "ابولولوہ" صف میں آپ کے

بالکل مقابل آ کر کھڑا ہو گیا اور فوراً تیز رفتاری سے آپ کے پہلو پر خنجر سے دو(۲) وار کر دیئے۔ جس کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے۔ ابولولوہ قاتل نے بعد میں دیگر نمازیوں پر حملہ کر دیا اور کل تیرہ(۱۳) افراد کو زخمی کر دیا۔ ان مجروحین میں سے چھ(۶) اشخاص کا بعد میں انتقال ہو گیا۔ آپ کا قاتل ایک پاگل کی طرح جوش وخروش سے نمازیوں پر خنجر سے وار کر رہا تھا۔ تیرہ افراد کو زخمی کیا اور مزید لوگوں کو زخمی کرے اس کے پہلے ایک عراقی نمازی نے اس پر اپنا کمبل (Blanket) ڈال دیا۔ لہٰذا وہ کمبل میں الجھ گیا اور اسے فوراً قابو میں کر لیا گیا۔ ابولولوہ قاتل نے امیرالمومنین کے قتل کا راز اخفاء میں رہے اور سازش کی حقیقت ظاہر نہ ہو جائے علاوہ ازیں خود کو سخت اور کڑی سزا نہ بھگتنی پڑے، اس غرض سے اس نے اپنے ہی شکم میں چھری مار کر خودکشی کر لی۔ چونکہ طلوع آفتاب کا وقت بالکل قریب تھا۔ لہٰذا نماز قضا نہ ہو جائے اس لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو(۲) چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مکان پر لے آئے۔ آپ کو جو زخم لگے تھے وہ اتنے گہرے تھے کہ گھر لا کر آپ کو "نبیذ" (کھجور یا تازہ کا تازہ عرق) پلائی گئی لیکن وہ آپ کے زخموں سے باہر نکل گئی۔ پھر آپ کو دودھ پلایا گیا لیکن وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت جب بہت ہی نازک مرحلے میں پہنچی، تب آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ایک آتش پرست ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا قتل کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوا۔ پھر آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ بیٹا! تم اسی وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاؤ۔ انہیں میرا سلام کہنا اور پھر عرض کرنا کہ آپ کے حجرہ میں حضور اقدس ﷺ کے قدموں میں دفن ہونے کی عمر آپ سے اجازت مانگتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر جب حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ بھی حضرت عمر کے رنج وغم میں بیتاب وبیقرار ہوکر رو رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ نے ام المومنین کو امیر المومنین کا سلام پیش کیا اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں دفن ہونے کی خواہش عرض کی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے دفن ہونے کے لیے رکھی تھی لیکن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان کو میں اپنی جان سے زیادہ اہمیت دیتی ہوں اور ان کی خواہش کے مطابق دفن ہونے کی پروانگی اور اجازت دیتی ہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز چہارشنبہ کو انتقال فرمایا اور اپنے پیارے آقا ومولیٰ حضور اقدس ﷺ کے جوار میں قدموں کی طرف دفن کیے گئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس دن اس فانی دنیا سے پردہ فرمایا اس دن پورے مدینہ طیبہ شہر پر سورج گہن کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔ ایک طرف تو حضرت عمر کے فراق میں لوگوں کا پھوٹ پھوٹ کر رونا اور دوسری طرف سورج کو گہن لگنے سے اندھیرا چھا جانا، گویا کہ قیامت کا منظر کھڑا ہو گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ کیا آج قیامت ہے؟ تب مائیں کہتی تھیں کہ آج قیامت نہیں بلکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

عشرۂ مبشرہ یعنی وہ دس صحابہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی۔

نمبر	خوش نصیب صحابہ کے اسمائے گرامی۔	منصب القب اخصوصیت
۱	حضرت ابوبکر صدیق اکبر	امیر المؤمنین، یار غار حبیب
۲	حضرت عمر بن خطاب	امیر المؤمنین، فاروق اعظم
۳	حضرت عثمان بن عفان	امیر المؤمنین، عثمان غنی ذوالنورین
۴	حضرت علی بن ابی طالب	امیر المؤمنین، مولائے کائنات شیر خدا
۵	حضرت ابوعبیدہ بن جراح	امین الامت
۶	حضرت عبدالرحمن بن عوف	حضور اقدس کی امامت کرنے کا شرف حاصل
۷	حضرت سعد بن ابی وقاص	۱۷/سال کی عمر میں قبول اسلام، تیسرے مؤمن
۸	حضرت طلحہ بن عبید اللہ	۱۸/سال کی عمر میں قبول اسلام، آٹھویں مؤمن
۹	حضرت زبیر بن عوام	حضور اقدس کی پھوپھی کے صاحبزادے
۱۰	حضرت سعید بن زید	حضرت عمر فاروق کے بہنوئی

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

"خلفائے اسلام کا تقرر"

حضور اقدس، رحمۃ للعالمین ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے "خاتم النبیین" یعنی "آخری نبی" بنا کر بھیجا اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ اس کی گنجائش وامکان ہی نہیں ہے۔ بقول:۔

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

(از۔ امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام ضرور تشریف لائیں گے مگر بحیثیت نبی نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ کے امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شریعت محمدی ﷺ کی اطاعت کریں گے اور کرائیں گے۔ اب کوئی نیا دین نہیں آئے گا۔ دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے آخری دین بنا دیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد امت کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے خلفاء اور اولیاء تشریف لائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔

▣ اسلام کے پہلے خلیفہ:۔

حضور اقدس ﷺ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے باتفاق رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے اسلام کے پہلے خلیفہ کی حیثیت سے منتخب کیا۔ آپ نے تقریباً سوا دو سال یعنی

دو (۲) سال، تین (۳) ماہ اور نو (۹) دن تک حسن اسلوبی اور دیانتداری سے امور خلافت کو انجام دے کر ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کے دن دنیا سے پردہ فرمایا اور اپنے شفیق و کریم آقا حضور اقدس ﷺ کے جوار میں گنبد خضراء کی مقدس آرام گاہ نبی میں مدفون ہوئے۔

▣ اسلام کے دوسرے خلیفہ:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نائب کی حیثیت سے اکابر واصاغر صحابۂ کرام کے مشورے سے اپنی ظاہری حیات کے آخری ایام میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب فرما کر نامزد کر دیا تھا۔ جس کو تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بخوشی قبول اور منظور رکھا تھا۔ بالخصوص مولائے کائنات، حیدر کرار حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرحت و مسرت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے منظور رکھا۔ بلکہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام کی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے تم پر ایک شخص کو خلیفہ مقرر کرنے کا طے کیا۔ کیا تم اسے منظور رکھتے ہو؟ تب مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے درمیان سے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ وہ شخص اگر حضرت عمر کے علاوہ کوئی اور ہے تو ہمیں منظور نہیں۔ تب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیشک وہ شخص حضرت عمر ہی ہیں۔

"اسلام کے تیسرے خلیفہ مقرر کرنے کا معاملہ اور اس کے تعلق سے حضرت عمر کی دور اندیشی"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳ھ سے ۲۳ھ تک تقریباً ساڑھے دس سال یعنی دس (۱۰) سال، سات (۷) ماہ اور چھ (۶) دن بارعب و دبدبہ امور خلافت ایک دلیر اور جاں باز حاکم کی حیثیت سے انجام دیے۔ اس عرصہ میں دین اسلام کٹھن اور دشوار مرحلوں سے گزر کر کامیابی اور فتح و نصرت کی سب سے اونچی منزل تک پہونچ گیا اور عالمی پیمانے پر اسلام کا جھنڈا لہرا گیا۔ علاوہ آپ کی معیت میں، آپ کے زیر نگراں رہ کر اور آپ کے تجربات، اقدام، مقدمات، فیصلے، سیاسی امور کی مہارت، دینی مسائل، معاملات اور شریعت کی پابندی کی استقامت، استعداد، پاکدامنی وغیرہ خصائص اور خداداد صلاحیت کے حیرت انگیز واقعات دیکھ کر اور آپ سے تعلیم حاصل کر کے کئی اجلۂ صحابہ ایسی صلاحیتوں کے حامل ہو گئے تھے کہ خلیفۃ المسلمین کے منصب کے لائق، اہل، موزوں، قابل، دانا، ذی جوہر اور صاحب لیاقت و صلاحیت تھے، ایسے حالات میں کسی ایک شخص کا نام خلیفہ ہونے کے لیے نامزد کرنا یا اس نام کی فہمائش کرنا اور مشورہ دینا متعدد اشخاص کے ساتھ ناانصافی اور خلاف عدل و دیانت تھا۔ لہذا آپ نے دور بین اور دور رس نگاہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اور قابل داد دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ایسی تاکید فرمائی اور پُر زور ہدایت (Emphasis Enjion) فرمائی کہ میرے بعد خلافت کے منصب کے لیے چھ (۶) اشخاص کے نام کی تجویز پیش کرتا ہوں۔ لہذا تفصیلی گفتگو، سوچ بچار، غور و فکر اور صلاح و مشورہ کے بعد ان چھ (۶) میں سے کسی ایک کا بطور خلیفہ انتخاب کر لینا اور یہ کام میرے انتقال کے بعد تین (۳) دن میں انجام دے دینا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے خلیفہ کے لیے جن چھ (۶) اجلۂ صحابہ کرام کے نام تجویز فرمائے، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت علی بن ابی طالب	رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
(۲) حضرت عثمان بن عفان	
(۳) حضرت زبیر بن عوام	
(۴) حضرت طلحہ بن عبید اللہ	
(۵) حضرت سعد بن ابی وقاص	
(۶) حضرت عبد الرحمن بن عوف	

▣ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تجویز بطور حکم ناطق یہ بھی ارشاد فرمائی کہ خلیفۂ سوم کے انتخاب کے معاملے میں اگر کوئی الجھن آئے، یا اختلاف رائے کی وجہ سے کوئی اختلاف یا مخالفت کی کیفیت اور نوبت پیدا ہو، تو ایسی حالت میں حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بحیثیت "حکم" یعنی منصف (Arbiter) کی خدمت انجام دیں لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر کو خلیفہ بننے کے امیدوار (Candidate) ہونے کا کوئی حق واختیار نہ ہوگا۔

▣ خنجر کا مہلک زخم لگنے کی وجہ سے ظاہری حیات کے آخری لمحات میں بھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذہانت، تیزیٔ طبع اور دور اندیشی کی ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے یہ وصیت فرمادی کہ خلیفہ ہونے کی امیدواری کرنے والے چھ (۶) اشخاص میں سے کوئی بھی میرے جنازے کی نماز کی امامت نہ کرے۔ کیونکہ نماز جنازہ پڑھانے والے کو اہمیت مل جائے گی اور اس کا اثر خلیفہ کے انتخاب پر پڑے گا۔ لہٰذا میرے جنازے کی نماز

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں۔ حالانکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں خواہش مند تھے لیکن نماز جنازہ کی امامت کے تعلق سے پیدا ہونے والے اختلاف کا پہلے ہی سے تدارک فرما دیا تھا اور آپ کی وصیت کے مطابق حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

▣ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے پردہ کرنے کے چند لمحات پہلے صحابی رسول حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلا کر یہ حکم صادر فرمایا کہ تیسرے خلیفۂ اسلام کے انتخاب کے لیے "مجلس شوریٰ" (committeeCounsel) کی جس مکان میں میٹنگ ہو، اس مکان کے باہر تم پچاس (۵۰) آدمیوں کے ساتھ پہرا (Wath|man) دینا اور خلیفہ بننے کے امیدوار کے علاوہ کسی کو بھی مکان کے اندر داخل مت ہونے دینا۔ اور جب تک خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ اختتام کو نہ پہونچ جائے تم مکان کے دروازے پر سخت نگہبانی کرتے رہنا اور اپنی ڈیوٹی (Duty) کی جگہ سے مت ہٹنا۔

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ، صفحہ نمبر: ۳۰۷ تا ۳۱۰ اور نمبر: ۳۳۱)

"خلیفہ کے انتخاب کی میٹنگ کا انعقاد"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجہیز و تدفین کے بعد خلیفہ کے انتخاب کی مجلس منعقد ہوئی۔ بہت ہی لمبی اور تفصیلی گفتگو ہوئی، صلاح، مشورہ، رائے، تائید، توثیق، اعتراض، مخالفت، بحث و مباحثہ اور حجت و دلیل کے سلسلے نے کافی طول پکڑا اور کوئی مستفاد، متعین و متیقن فیصلہ سامنے نہ آیا بلکہ گفتگو میں تیزی و تلخی آگئی اور آوازیں بلند ہونے لگیں اور

شور وغل کی نوبت پیدا ہوگئی۔ مکان کے باہر پہرہ دینے والے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک خلیفہ کے منصب کے خواہشمندوں کی شور انگیز اور شور برپا کرنے والی گفتگو اور بحث ومباحثہ کی آوازیں آرہی تھیں۔ کھلے من کی اخلاص واخلاق بھری گفتگو کے بجائے اعتراض، اختلاف، اتہام اور سخت کلامی کے ماحول کا انہیں احساس ہوا۔ لہذا وہ مکان کے اندر آئے اور حاضرین کو سخت الفاظ میں سرزنش اور تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کے رویے سے مجھے ایسا خوف محسوس ہوتا ہے کہ آپ لوگ آپسی اختلاف میں کہیں الجھ نہ جاؤ۔ لہذا تین (۳) دن کے اندر اپنی گفتگو کو سمیٹ کر متحدہ فیصلے اور قضیے پر آکر خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ حل کرلو۔ مرحوم ومغفور خلیفۂ دوم کے ارشاد وحکم کے مطابق تین دن سے زیادہ مدت اور وقت نہیں دیا جائے گا۔ لہذا آپ لوگوں نے تین دن کے اندر اگر کوئی فیصلہ نہیں کیا، تو میں مدت میں اضافہ نہیں کروں گا اور سخت اقدام کی کاروائی کروں گا۔

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا انتخابی مقابلہ سے ہٹ جانا اور فیصل (निर्णायक) بننا"

مسلسل تین دن تک تیسرے خلیفہ کے انتخاب کی مشاورت (Consultation) چلتی رہی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ لہذا امیدوار نمبر: ۲ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نئی تجویز (Proposal|प्रस्ताव) پیش کی کہ "ہم چھ (۶) امیدواروں میں سے جو کوئی خلیفہ بننے کی امیدواری واپس کھینچ لے، اسے تیسرے خلیفہ کو منتخب کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔" اس تجویز کو سب نے بخوشی منظور رکھا لیکن کسی نے

بھی اپنی امیدواری واپس نہیں کھینچی لہذا حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنی امیدواری واپس لے لی اور تیسرے خلیفہ کو منتخب کرنے کا اختیار حاصل کر لیا۔ اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔ اب عوام وخواص تمام کی نگاہیں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی طرف متوجہ و منتظر تھیں کہ دیکھیں وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں اور خلافت کا تاج کس کے سر چمکتا ہے؟

▣ حضرت عبدالرحمن نے سب سے پہلے حضرت علی سے درخواست کی مگر حضرت علی نے مؤدبانہ انکار فرمایا:۔

مسند امام احمد میں ابی وائل سے اس طرح روایت کی گئی ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کیوں کی؟ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیوں چھوڑ دیا؟ ان سے بیعت کیوں نہیں کی؟؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ میں نے تو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی کہا کہ میں آپ سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بیعت کرتا ہوں۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ "مجھ میں اس کی استطاعت نہیں ہے۔" پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی درخواست کی تو انہوں نے جواب دیا بہت اچھا۔ (یعنی قبول کر لیا)۔

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ۔ مصنف:۔ امام جلال الدین سیوطی۔ المتوفی ۹۱۱ھ۔ صفحہ نمبر:۳۲۲)

اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ پانچوں امیدواروں سے یکے بعد دیگرے تنہائی میں بلا کر ان کی رائے اور ارادہ معلوم کیا۔ مثلاً

- حضرت عثمان سے تنہائی میں پوچھا کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں یعنی آپ کو خلیفہ منتخب نہ کروں، تو کس کا بحیثیت خلیفہ انتخاب کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت علی کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- حضرت علی سے تنہائی میں یہی پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیثیت خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا مشورہ دیا۔
- حضرت زبیر بن عوام سے اس معاملہ میں تنہائی میں مشورہ طلب کیا، تو حضرت زبیر بن عوام نے فرمایا کہ حضرت علی یا حضرت عثمان۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے معاملے میں تنہائی میں مشورہ طلب کیا، تو انہوں نے فرمایا: حضرت عثمان۔
- بعدہ اکابر و اصاغر تمام صحابہ سے اس معاملہ میں مشورہ طلب فرمایا تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اکثریت نے حضرت عثمان کے نام کی رائے اور مشورہ دیا۔

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اردو ترجمہ، مصنف:۔ امام جلال الدین سیوطی۔ المتوفی: ۹۱۱ھ۔ صفحہ نمبر: ۳۳۲)

- تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابۂ کرام کی اکثریت ([illegible]) نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی تائید و توثیق فرمائی۔ لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن نے تمام صحابۂ کرام کو "مسجد نبوی شریف" میں جمع کیا اور گروہ صحابہ کی موجودگی میں اسلام کے تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقرر کا اعلان فرمایا اور سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت

کی۔ ان کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے دوسرے شخص حضرت علی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

- اس کے بعد عام بیعت ہوئی اور تمام صحابۂ کرام نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اتفاق رائے سے اسلام کے تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت عثمان کا انتخاب وتقرر کیا۔
- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین (۳) کے بعد حضرت عثمان اسلام کے تیسرے خلیفہ منتخب ومقرر ہوئے۔ یعنی ۲۹؍ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو خلیفہ مقرر ہوئے اور تقریباً بارہ (۱۲) سال یعنی گیارہ (۱۱) سال، گیارہ (۱۱) ماہ اور بیس (۲۰) دن امور خلافت کو بخوبی انجام دے کر ۱۸؍ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے اور مدینہ طیبہ کے مقدس، مشہور اور معروف قبرستان "جنت البقیع" میں دفن ہونے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ بقول:

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

(از:۔ امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

- اسلام کی درخشاں تاریخ کے مورخین نے اس حقیقت کا اتفاق واعتراف کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فتوحات اور ترقی کی جو دیوار اٹھائی تھی، اس دیوار کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلک بوس بلندی تک پہونچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے دور خلافت میں اسلامی لشکر نے عظیم فتوحات حاصل کیں اور مختلف جنگوں میں حاصل مال غنیمت کے بدولت بے شمار دولت وثروت حاصل ہوئی۔

◈ آپ کے دورِ خلافت میں لشکرِ اسلام کے جوانمرد، جانباز، شجاع، دلیر، بہادر اور کفن بردوش مجاہدوں نے شجاعت و دلیری کے وہ کرتوت و جوہر دکھائے کہ دنیا دنگ ہو کر رہ گئی۔ جیسا مصر (egypt) کے علاقے (•) روم (•) افریقہ (•) اسپین (spain) (•) خراسان (•) نیشاپور (•) ایران کے مشہور شہر ▣ طرس ▣ مرد ▣ بیہق وغیرہ میں اسلامی حکومت کا نظام اور قانون شریعت کا نفاذ عمل میں آیا اور اسلام کی عظمت اور شہرت کا ڈنکا دنیا بھر میں گونج اٹھا۔

''اختلاف کی کٹی ہوئی جڑ پھر سے اُگ نکلی = پرانے زخم پھر تازہ ہوئے اور فتنہ و فساد کے سلسلے کا آغاز''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم طبیعت، بھولے، سادہ مزاج، رحم دل، سخی، دریادل، روادار اور فیاض مزاج کے نیک شخص تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم کی طرح جلالی طبیعت، انتظامی امور میں سخت، جرائم پیشہ لوگوں کو کڑی سزا دینے والے اور شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی کرنے والا چاہے سماجی اعتبار سے ذی وقار، ذی حرمت اور وجاہت والا ہو، اسے ظاہر میں دُرّے مار کر ایسی سخت سزائے تازیانہ دے کر نصیحت اور عبرت فرماتے کہ اسے زندگی کی آخری سانس تک ''دُرّۂ فاروقی'' کا ذائقہ و مزہ یاد رہتا اور فاروقی دُرّے کا تصور آتے ہی تھر تھر کانپنے لگتا تھا۔ خلافتِ فاروقی میں بغاوت، غداری، بلوئی، سرکشی اور دنگا فساد کا وجود ہی نہ تھا۔ قتل، چوری، ڈکیتی، زناکاری، شراب اور جوئے جیسے غیر سماجی جرائم تو ایک طرف رہے بلکہ معمولی قسم کی مار پیٹ جیسے جرائم کے ارتکاب سے عوام الناس حضرت عمر فاروق اعظم کی

ہیبت، رعب اور دبدبے سے ایسے خوف زدہ تھے کہ مذہبی، سماجی اور دیگر کسی بھی قسم کے چھوٹے چھوٹے گناہوں اور جرائم کی تعداد برائے نام بلکہ کالعدم تھی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سادگی بھری بلکہ فقیرانہ زندگی گزارا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی سادگی اختیار کرنے کی نصیحت و ترغیب فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے خلافت فاروقی میں اسلامی لشکر نے جو غیر ممکن اور غیر متوقع فتوحات حاصل کی تھیں، اس کی بدولت بے شمار دولت کے خزانے مال غنیمت کے طور پر موصول ہوئے تھے اور قوم مسلم مالی اور ذاتی لحاظ سے دولت کی فراوانی اور تونگری کی سعادت سے مالا مال ہوگئی تھی کہ آسانی کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرسکتی تھی لیکن حضرت عمر فاروق اعظم نے دولت و عشرت کے راکشس کو درّۂ فاروقی سے ایسا پچھاڑا تھا کہ وہ نہایت قابو میں تھا اور لوگ بھی حضرت عمر فاروق اعظم کے ملکی امور کے انتظام کی متانت اور شائستگی کی وجہ سے امیر المومنین کی اطاعت کرتے ہوئے سادہ، معمولی اور آسائش و زیبائش کے بغیر فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے عادی بن گئے تھے۔ اور سادگی میں بھرپور امن و امان اور فرحت و خوشی و سکون محسوس کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سادہ مزاجی اور نرم دلی کی وجہ سے حضرت عمر فاروق اعظم جیسی دہشت، ہیبت، رعب و دبدبہ قائم نہ کرسکے لہٰذا آپ کی خلافت کے ابتدائی چھ(۶) سال خلیفۂ دوم کے باقی اثر کی وجہ سے امن و سکون کے ساتھ بسر ہوئے لیکن آخری چھ سال انتظامی امور کے نفاذ اور ادائیگی میں ڈھیل پن آنے کی وجہ سے افراط و تفریط، رشوت، خیانت، چوری، غبن، حق تلفی، ظلم و ستم، خاندانی عداوت کے جھگڑے اور دیگر جرائم شروع ہوگئے بلکہ دن بدن اس کی تعداد میں اضافہ اور بڑھوتری ہوتی گئی۔ سیاسی ماحول بھی پراگندہ ہوگیا تھا، فتنہ و فساد اور افتراعات و اختراعات کا بازار گرم ہوتا گیا۔ اختلافات، الزامات و دیگر قبائح

معاشرے میں مرض لاعلاج کی حیثیت سے رائج وعام ہوتے گئے۔ مذموم اور ممنوعہ ارتکابات کی کثرت و بہتات نے ماحول کی سنگینی کو خطرناک صورت حال میں تبدیل کر رکھا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرم طبیعت، سادہ لوحی، عفو و درگزر کی نیک طینت، جود و عطا کی خصلت اور دیگر اخلاقی محاسن کا لوگوں نے اور بالخصوص ملکی امور کے انتظامیہ عملہ اور سرکاری کارکنندہ (Staff) نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ خلافت فاروقی کے دھاک دھمک کی طرح خلافت عثمانی کی ساکھ نہ رہی بلکہ رعب و دبدبہ زائل ہو گیا۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے مقرر کردہ حکام یعنی گورنرز (Goverrners) بھی خلیفہ کے براہ راست حکم کی پرواہ نہ کرتے تھے اور حکم کی تعمیل کرنے میں تامل بلکہ بے اعتنائی کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ اور منافقین کو اپنی خفیہ تحریکیں اور تخریبی حرکات کرنے کے لیے وسیع اور کھلا میدان مل گیا تھا۔ نتیجۃً امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا نمناک اور غم انگیز حادثہ وقوع پذیر ہوا اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو مجروح بلکہ نیست و نابود کرنے والے فتنے و فساد کا آغاز ہوا۔ عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی اور اس کی نام نہاد یہودی ٹیم (Team) کو اسلام کو ضرر پہنچانے کے بہت سارے مواقع حاصل ہوئے اور اسلام کو ضرر رساں سلسلے کی حیثیت سے شیعہ فرقہ وجود میں آیا۔ جس کی بالتفصیل حقیقت ہم معزز قارئین کرام کی خدمت میں گوش گزار کرنے کا آغاز کرتے ہیں۔

"یہود و نصاریٰ کی عداوت اہرن (Anvil) پر"

اسلام کی آمد سے پہلے یہود و نصاریٰ کی سلطنتیں پوری دنیا پر قابض و حکمراں تھیں لیکن لشکر اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں نے ان کی سلطنتوں کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور ان کے کئی

ممالک فتح کر لیے اور وہاں پر اسلامی حکومت قائم کر دیں۔ اپنا اقتدار اور وجود خطرے میں آجانے پر ملت یہودیت اور ملت نصرانیت نے اسلام کے خلاف متحدہ محاذ کے طور پر ہاتھ ملائے اور اسلام کو نیست و نابود کر دینے کی فاسد غرض و ارادے سے اپنی تمام تر قوت و جنگی طاقت داؤ پر لگا دی۔ متعدد جنگیں ہوئیں لیکن ہر محاذ پر فتح اور کامیابی نے اسلامی لشکر کی قدم بوسی کی، یہود و نصاریٰ نے منہ کی کھائی۔ مٹھی بھر اسلامی لشکر کو لقمۂ اجل بنا دینے کے سنہری خواب دیکھنے والوں کے لاکھوں کی تعداد پر مشتمل لشکر جرار کو اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا۔

تاریخ کے سنہری اوراق شاہد عادل ہیں کہ عشق رسول ﷺ کے دیوانے مٹھی بھر تعداد، اسلحہ اور دیگر جنگی سامان سے محروم و مفلس، ضعیف العمر، ناتواں، کمزور اور رسد و اشیاء خوردنی کی قلت کے باوجود اسلام کے مجاہدوں نے میدان جنگ میں جس شجاعت، بہادری، جوانمردی اور جاں بازی کا عشق رسول کے بل بوتے پر جو حیرت انگیز مظاہرہ کیا ہے اس سے متاثر، مبہوت، مخذول اور مخدوش ہو کر یہود و نصاریٰ لشکر جرار کے لاکھوں کی تعداد کے سپاہی حیران و متحیر، ہکا بکا، باؤلے، ڈرپوک اور خوفزدہ ہو گئے تھے کہ تاریخ کے اوراق میں ان کی پیشانی پر ذلت و رسوائی کی کالک کا بدنما داغ نظر آتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں ہر جنگ میں ذلت و رسوائی کی شکست اور لشکر کا صفایا ہو جانے کی وجہ سے ان کی جو شرمناک اور ندامت آمیز حالت ہوئی ہے اور جس خجالت اور شرمساری کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کر کے کھلے میدان کی جنگ سے کنارہ کشی اور باز رہنے میں ہی اپنی خیریت، عافیت اور سلامتی جانی۔ کیونکہ:۔

◈ حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات پاک کے زمانے میں یہود ونصاریٰ اور کفار نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے بد ارادے سے اتحاد و اتفاق (Unity/union) بنا کر کئی مرتبہ شدید لشکری حملے کیے ⊙ ۲ھ میں جنگ بدر، جنگ بواط، جنگ عشیرہ، جنگ قرقرۃ الکدی اور جنگ سویق ⊙ ۳ھ میں جنگ احد، جنگ غطفان، جنگ نجران ⊙ ۴ھ میں جنگ بنی نضیر، جنگ بدر صغریٰ ⊙ ۵ھ میں جنگ بنی مصطلق (مریسیع)، جنگ احزاب (خندق)، جنگ بنوقریظہ، جنگ دومۃ الجندل ⊙ ۶ھ جنگ ذات الرقاع، جنگ ذی قرد ⊙ ۷ھ جنگ خیبر، جنگ وادی القریٰ ⊙ ۸ھ جنگ فتح مکہ، جنگ حنین (ہوازن)، جنگ طائف ⊙ ۹ھ میں جنگ تبوک (جنگ جیش العسرت)

ایسی کل ستائیس (۲۷) جنگیں ہوئی ہیں کہ ان میں حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے تھے۔ ان ستائیس جنگوں میں سے صرف نو (۹) جنگوں میں قتال (لڑائی/Battle) واقع ہوئی تھی بقیہ انیس (۱۹) جنگوں میں قتال (یدھ) نہیں ہوا تھا بلکہ صلح اور تصفیہ سے فتح حاصل ہوئی تھی۔

مذکورہ جنگوں کو اسلامی اصطلاح میں "غزوات" کہا جاتا ہے۔

حل لغات:۔

▣ غزوات = A war against infidels: in which the prophet himself took part.

(حوالہ:۔ English- urdu- english Combine dictionray
ناشر:۔ اسٹار پبلیکیشن۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۱۰۲۳)

- غزوات = وہ جہاد جس میں رسولِ مقبول ﷺ شریک ہوئے۔ دینی جنگ۔

(حوالہ:۔ "فیروز اللغات"۔ مطبوعہ:۔ فرید بک ڈپو۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۹۱۳)

- حضورِ اقدس ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ کے زمانے میں کچھ جنگیں ایسی ہوئی ہیں کہ جن میں حضورِ اقدس ﷺ بذاتِ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے صحابہ میں سے کسی ایک کی سرداری میں دشمنوں کے مقابل لشکر ارسال فرمایا ہے۔ مثلاً:۔

⊙ جنگ دارارقم ⊙ جنگ قردہ ⊙ جنگ رجیع ⊙ جنگ بیر معونہ ⊙ جنگ سیف البحر ⊙ جنگ بنی کلاب ⊙ جنگ بنی ثعلبہ ⊙ جنگ نجد ⊙ جنگ بنی اسد ⊙ جنگ وادی القریٰ ⊙ جنگ بنی کعب ⊙ جنگ فدک ⊙ جنگ ذات السلاسل ⊙ جنگ اوطاس ⊙ جنگ دومۃ الجندل ⊙ جنگ ذی کلاب۔ وغیرہ۔

ایسی کل سینتالیس (۴۷) جنگیں ہوئی ہیں اور ایسی جنگوں کو اسلامی اصطلاح میں "سریہ" (جمع:۔ سرایا) کہا جاتا ہے۔

- حضورِ اقدس ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد "خلافتِ صدیقی" اور "خلافتِ فاروقی" یعنی ۱۱ھ سے ۲۳ھ یعنی بارہ (۱۲) سال کے عرصہ میں اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے یہود و نصاریٰ کے لشکر کی جو بُری گت اور ناموسی کی ہے، وہ تاریخ کے صفحات میں طلائی حروف سے منقش ہے۔ اسلامی لشکر سے ٹکرانے کے نتیجے میں یہودی اور عیسائی لشکر نے ہمیشہ ذلت بھری شکست کا ہی سامنا کیا ہے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی تلواروں کی چاچاق ضربیں جھیلنے کی ان میں سکت وطاقت وقوت وہمت ہی نہ تھی، اس لیے تو لاکھوں کی تعداد میں ان کے سپاہی جنگ کے میدانِ کارزار میں خاک وخون میں مردہ جان پڑے ہوئے نظر آتے تھے اور لاشوں کے ڈھیر سے میدانِ رن بھر جاتا تھا۔ لہٰذا وہ کھلے میدان میں

سینہ بسینہ کی ٹکر سے گھبراتے تھے اور ایسے تھر تھر کانپتے تھے کہ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو دیکھتے ہی انہیں اپنی بے بسی کی موت نظر آتی تھی۔

- اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے عشق رسول ﷺ کے جذبۂ صادق کے کیف میں سرشار ہوکر فن حرب (War technics) اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ جس کی نظیر و مثال تاریخ میں نہیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس عنوان پر تفصیلی گفتگو کی جائے۔ تاہم قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر صرف ایک جھلک کے طور پر ملک شام (Syria) میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہوئی ایک جنگ عظیم یعنی ملک شام کی یرموک ندی (River) کے قریب وقوع پذیر "جنگ یرموک" کے کچھ نوادرات و عجائبات ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

- عیسائی اور یہودی مشترکہ لشکر کی مجموعی تعداد:۔ دس لاکھ ساٹھ ہزار۔ **10,60,000**
- اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی کل تعداد:۔ چالیس ہزار صرف۔ **40,000 only**
- دشمن کے لشکر کا ہر سپاہی اپنی حفاظت کے پورے اہتمام (संपूर्ण सुरक्षा व्यवस्था) کے ساتھ میدان جنگ میں آیا تھا۔ سینہ، پیٹھ، بازو، سارے لوہے کے زرہ اور بکتر (Armour) سے مستور، سر پر لوہے کا خود (Helmet)، تلوار کے وار کی کاٹ سے محفوظ رہنے کے لیے گردن پر لوہے کی زنجیر کی جالی علاوہ ازیں تلوار، نیزہ، حربہ، برچھی وغیرہ اسلحے اور دیگر جنگی سامان سے لیس ہوکر اسلامی لشکر کے مجاہدوں سے ٹکر لینے کے لیے زین اور دیگر سامان سے لدے گھوڑے پر سوار ہوکر آیا تھا۔

- اسلامی لشکر کی حالت دشمن کے مقابلے میں خستہ تھی۔ صرف آدھے سے قریب مجاہدوں کے پاس زین وسامان کے گھوڑے تھے، بقیہ مجاہد پیادہ تھے۔ سب کے پاس تلوار اور ڈھال نہ تھی۔ کھجور کے درخت کی شاخیں بطور تلوار اور لاٹھی استعمال کرتے تھے۔ درخت کی چھال (Rind) کی ڈھالیں اور سپر (Shield) بنائی تھیں۔ سر پر خود اور سینہ پر بکتر تو چند ہی گنے چنے مجاہدوں کے پاس تھیں۔
- پہلے دن کی لڑائی میں عیسائی لشکر کی جانب سے ملک حجاز سے برآمد کیے ہوئے قبیلہ بنو غسان کے ساٹھ ہزار (60,000) مشرک عرب میدان میں اتارے گئے تھے، جن کا مقابلہ کرنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ساٹھ (only- 60) مجاہدوں سے لڑے، یعنی عیسائی لشکر کے ایک ہزار سپاہی سے صرف ایک مجاہد اسلام لڑا۔
- پہلے دن کی جنگ غروب آفتاب کے وقت ختم ہوئی۔ تب عیسائیوں کے پانچ ہزار (5,000) سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ کر میدان میں کشتہ پڑے ہوئے تھے۔
- اسلامی لشکر سے صرف دس (only- 10) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔
- یہ جنگ کل چودہ دن (14, days) تک چلی۔ اسلامی لشکر کو "فتح مبین" کی سعادت کے ساتھ جنگ اختتام پذیر ہوئی۔
- دشمن کے لشکر سے کل ایک لاکھ پانچ ہزار (1,05,000) سپاہی قتل ہوکر جہنم رسید ہوئے۔
- اسلامی لشکر سے صرف چار ہزار (only- 4000) مجاہدوں نے جام شہادت نوش کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کرکے جنت الفردوس کے مکیں ہوئے۔

-: ضروری نوٹ :-

مذکورہ "جنگ یرموک" کے تفصیلی حالات وعجائبات کے علاوہ "جنگ قنسرین" کہ جس میں صرف بارہ (Only- 12) اصحاب رسول مجاہدین دس ہزار (10,000) کے عیسائی لشکر کے ساتھ گھ گئے تھے اور بے مثل ومثال جوانمردی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔علاوہ ازیں ⊙ جنگ اجنادین ⊙ جنگ دمشق ⊙ جنگ حمص اور ⊙ جنگ حلب وغیرہ جنگوں میں اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی شجاعت اور بہادری کی دل دھڑک داستان کا آنکھوں دیکھا حال پڑھتے وقت رونگٹے کھڑے ہو جائیں، ایسی جوانمردی کی داستان کی تفصیلی وضاحت اور رقت آمیز سرگزشت کی معلومات حاصل کرنے کے لیے فقیر راقم الحروف کی لکھی ہوئی کتاب "سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب" (دو حصص) کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ یہ کتاب مرکز اہل سنت برکات رضا۔ پوربندر سے اردو، ہندی اور گجراتی تین زبانوں میں دستیاب ہے۔

بزدل، ڈرپوک اور افسردہ یہودیوں نے پوشیدہ سازش اور فریب کاری کا سہارا لیا = باہمی اختلافات، سازباز، منصوبہ بندی اور پوشیدہ سازش کے فتنوں کے سلسلہ کا آغاز ہوا

بزدل، ڈرپوک اور افسردہ (Timid, Weary) یہودیوں نے میدان جنگ کی لڑائی کے بجائے دھوکہ، فریب، پوشیدہ سازش (Hidden) شرارت، منصوبہ بندی، بدمعاشی (Intrigue) کا سہارا لیکر ملت اسلامیہ کے درمیان باہمی فتنہ وفساد، آپسی مذہبی

اختلافات اور دیگر کمٹ منٹ کی شیطانی حرکتیں (Reguery) شروع کردیں اور مسلمانوں کو آپسی اختلافات کی آگ میں جھلنے کا کام عبداللہ بن سبا یہودی صنعانی یمنی کو سپرد کیا۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے اپنے ساتھ ہزاروں کی تعداد کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ رچایا۔ اسلامی وضع قطع اختیار کر کے اسلامی ارکان نماز، روزہ وغیرہ کی سخت پابندی کر کے اپنے سچے اور پکے مسلمان ہونے کا دکھاوا کیا اور مسلم معاشرے میں اسلام کے صحیح مطیع اور فرماں بردار کی حیثیت سے گھس گئے اور گھل مل گئے۔

ایک قابل توجہ نشاندہی یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والے یہودی گروہ کو کئی سال تک اسلامی تعلیم سے روشناس کرادیا گیا تھا۔ قرآن، حدیث، تفسیر، علم فقہ اور عقائد پر مشتمل ضروری علوم انہیں ازبر کرادیے گئے تھے اور ان کی اسلامی علوم میں استعداد کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی ذی علم مسلمان سے بحث ومباحثہ کرلینے کی بھی مہارت رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں انہیں نماز پڑھنے کا طریقہ صرف سکھایا ہی نہیں گیا تھا بلکہ عرصۂ طویل تک انہیں عملی طور پر (Practically) اس کی ورزش بھی کرائی گئی تھی۔ صحیح مخارج کے ساتھ تلاوت قرآن شریف کی بھی مشق کرائی گئی تھی تاکہ اگر بھی نماز کی امامت کرنے کا اتفاق ہو جائے تو اسے بخوبی انجام دے سکیں۔ چرب زبانی اور شیریں لسانی کے ماہران مسلم نما یہودیوں پر کسی کو بھی شک وشبہ نہ ہو، اس کی بہت احتیاط رکھی گئی تھی۔

ظاہری طور پر نظر آنے والے شریعت اسلامی کے پابند، متقی، پرہیزگار، صوم وصلاۃ کی چست ادائیگی کرنے والے، اہل بیت کے عشاق وعقیدتمند، اسلام کے ہمدرد، مسلموں کے خیر اندیش اور دین اسلام اور اہل بیت کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کردینے کا جذبہ دکھانے والے مسلم نما اور دھوکہ باز یہودیوں کے لیے کسی کو ایسا وہم وگمان بھی نہ گزرا کہ ہم جن کے ظاہری اوصاف اور دینداری کی وجہ سے انہیں تعظیم وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور عزت

وآبرو کے منصب پر متمکن کرتے ہیں، یہ لوگ اسلام کے ہمدرد تو کیا؟ خود مسلمان ہی نہیں بلکہ اسلام کے کٹر دشمن یہودی ہیں اور صرف مسلم ہونے کا ڈھونگ اور دکھاوا کر کے مسلمانوں کو آپسی ٹکراؤ، لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد میں الجھانے اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کو گروہ در گروہ اور پیچ در پیچ کرتے آئے ہیں۔

مذکورہ یہودی سازش کی پہلی کڑی کے طور پر ملت اسلامی میں سب سے پہلا فرقہ یعنی "شیعہ فرقہ" وجود میں آیا۔ اس فرقے کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی صنعانی یمنی تھا۔ اسی نے اس فرقے کی بنیاد رکھی، اصول وقوانین بنائے، تفریق المسلمین کی مہم چلائی، شیعہ فرقے کو تیزی سے پھیلانے کی سکیم (Scheme) بنائی نشر واشاعت کی منظم تحریک چلائی وغیرہ جس کی واضح تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن سبا یہودی نے اپنے یہودی نمائندوں کو پورے ملک حجاز میں پھیلا دیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ اسلام کو ضرر پہنچانے کی خفیہ تحریک چلاتا رہا اور فتنہ وفساد کی آندھی پھونکنے کے لیے مناسب موقعہ کے انتظار میں تھا۔ اس کے نمائندے ملک حجاز کے ہر شہر اور ہر دیہات میں سکونت اختیار کیے ہوئے تھے اور ان کا ہر قدم عبداللہ بن سبا یہودی کے ایماء واشارے پر اٹھتا تھا۔ علاوہ ازیں ہر یہودی ایجنٹ عبداللہ بن سبا کے بلا کسی واسطے اور ذریعے سیدھا رابطہ میں تھا اور اپنی ہر کارگزاری کی اطلاع اسے پہنچاتا رہتا تھا۔

"عبداللہ بن سبا یہودی کی خفیہ تحریک اور ہل چل"

عبداللہ بن سبا یہودی اسلام کے دارالسلطنت (Capital|राजधानी) مدینہ طیبہ میں آکر مقیم ہوگیا۔ مدینہ شریف میں رہ کر وہ مسلمانوں کے ہر اندرونی معاملات، مذہبی

معاملات اور سیاسی امور کی چھوٹی چھوٹی حرکات و سکنات پر باریک نظر رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں ملک حجاز کے سوا عراق، ملک شام، مصر اور ملک حجاز کے قرب وجوار کے ممالک میں اپنے یہودی ایجنٹ پھیلا رکھے تھے۔ وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی اور باہمی حالت کی تمام اطلاع اسے موصول ہوا کرتی تھی۔ اسلام کو ہر ممکن نقصان اور ضرر پہنچانے کے لیے اس نے ہاتھ میں ہتھوڑا اٹھا رکھا تھا اور لوہا گرم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

”خاندان بنی ہاشم اور خاندان بنی امیہ کا اختلاف پھر سے شروع“

دین اسلام کی آمد سے پہلے ”ملک حجاز“ (Arabastan) میں ”قریش ہاشمی“ اور ”قریش اموی“ کی عداوت، اختلاف اور تنازع شباب پر تھا۔ دونوں میں متعدد جنگیں، قتل اور جھگڑے فساد ہوئے تھے لیکن حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے اپنی نگاہ لطف وعنایت سے دونوں خاندان کے افراد کے دلوں سے بغض وعداوت کی بیخ کنی فرما کر ان کے دلوں میں پیار، محبت، لطف وکرم، جود وعنایت، تعاون وایثار کے لہلہاتے پھول کھلا دیے اور قرآن مجید کی آیت کریمہ ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ“ (پارہ نمبر:۲۶، الحجرات، آیت نمبر:۱۰) ترجمہ:۔ ”مسلمان مسلمان بھائی ہیں“ (کنزالایمان) کی تعلیم لوگوں کے دلوں میں نقش فرما کر ”اخوت اسلامی“ کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ صدیوں پرانی دشمنی کی سرحدیں مٹ گئیں۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں میں سے کسی کا بھی تعلق یعنی نسبی رشتہ ”ہاشمی“ اور ”اموی“ خاندان سے نہ ہونے کی وجہ سے زمانہ خلافت میں کسی قسم کا کوئی اختلاف وتنازع کے اسباب پیدا نہ ہوئے لیکن خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسبی تعلق ورشتہ خاندان بنو امیہ سے تھا۔

خاندانی عداوت وزناع یعنی "بنو ہاشم" اور "بنو امیہ" کے تنازع کا بھوت مار ڈال کر اس کے مردہ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ وہ مردہ برسوں کے بعد انگڑائی لے کر قبر سے باہر آیا۔ خاندان بنو ہاشم اور خاندان بنو امیہ کے اختلاف اور تنازع کی جو سرحدیں نابود ہو چکی تھیں، ان سرحدوں کو از سر نو پھر سے نمایاں طور پر اور نئے رنگ و روغن کے ساتھ منقش کر کے سجائی جانے کی ترکیب و تحریک کی تعمیر شروع ہو چکی تھی اور اس کا علمبردار اور روح رواں عبداللہ بن سبا یہودی ہی تھا۔

اس تنازع اور اختلاف سے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پاش پاش کر کے اسلام کو ضرر اور نقصان پہونچانے کا یہ پہلا موقعہ عبداللہ بن سبا یہودی کو ملا تھا۔ لہذا اس نے عراق کے کوفہ اور بصریٰ اور قرب و جوار کے علاقے اور ملک حجاز کے اطراف و اکناف کے علاقوں میں مقیم اپنے یہودی نمائندوں کو اطلاع دی کہ بلا تاخیر فوراً راجدھانی مدینہ منورہ پہنچ جاؤ۔ عبداللہ بن سبا یہودی کا پیغام ملتے ہی مسلم نما یہودی ایجنٹ پہلی ہی فرصت میں تمام کے تمام جمع ہو گئے تاکہ مسلم ایکتا کو بھنگ کرنے کی تحریک کی نشر و اشاعت کی خفیہ تدابیر فاسدہ کے انتظام کو عملی جامہ پہنا کر فساد کی آگ بھڑکائی جائے۔

خلافت عثمانی کا رعب، دھاک اور دبدبہ کم ہونا اور انتظامیہ امور پر گرفت ڈھیلی ہونا

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے شروع کے چھ (۶) سال (6, Years) بہت ہی پُر امن و امان، پر سکون، ملکی امور کے انتظام کے ساتھ کسی بھی قسم کے اختلاف، تنازع اور فتنہ و فساد کے بغیر گزرے لیکن جب سے عبداللہ بن سبا یہودی اور

اس کی یہودی ٹولی نے ملک حجاز اور بالخصوص راجدھانی مدینہ منورہ میں گھس پیٹھ کرکے ڈیرا جمایا اور مسلمان کا روپ اختیار کرکے مسلم معاشرے میں آمیزش کرکے گھل مل گئے۔ تب سے اختلافات، بحث ومباحثہ، نظریات کا تنازع اور دیگر چھوٹے بڑے جھگڑے، آپسی رنجش اور بغض وتکرار کی ابتدا ہوگئی۔ اور دور خلافت کے آخری چھ سال میں ملک حجاز فتنہ وفساد کا گہوارہ بن گیا تھا۔ یہ کیفیت کیوں پیدا ہوئی؟ اسے اچھی طرح معلوم کرنے اور سمجھنے کے لیے ذیل میں مرقوم تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

▣ نمبر ۱:۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے اپنی پہچان خاندان اہل بیت کے عاشق کی بنائی۔ لوگ اسے اہل بیت کا سچا عاشق زار سمجھنے لگے تھے۔ ہر وقت اور ہر لمحہ اس کی زبان پر اہل بیت اور خصوصاً مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی عقیدت، محبت، عظمت، فضیلت اور شان رفعت کا ہی ذکر خیر ہوتا۔ اہل بیت اور حضرت علی کے نام پر اپنا سب بلکہ اپنی جان تک قربان کرنے کا ولولہ انگیز جذبے کا بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ اپنی چرب زبانی اور شیریں زبانی سے دکھاوا کرتا تھا۔ لوگ اس کی جاں نثاری اور ایثار وقربانی کے مکارانہ ناٹک کو صداقت پر مبنی سمجھ کر اس پر فریفتہ، وارفتہ اور معتقد ہونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اہل بیت اور مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے اور پکے جاں نثار عاشق کی حیثیت سے پہچانے لگے۔

▣ نمبر ۲:۔ عبد اللہ بن سبا یہودی کے مندرجہ بالا مکر وفریب کے جال میں لوگ پھنس گئے اور اس وہم وگمان میں مبتلا اور غرق ہوگئے کہ واقعی یہ شخص اہل بیت اور حضرت علی کی سچی محبت کا درس دیتا ہے۔ یہ جو کچھ بھی کہتا ہے یا کرتا ہے، اس سے اہل بیت وحضرت علی کی محبت ہی چھلکتی ہے۔ لوگ عبد اللہ بن سبا یہودی پر آنکھ بند کرکے پورا اعتماد اور بھروسہ کرنے لگے۔ اور اسے اسلام کا صحیح معنی میں خیر خواہ تسلیم کرنے لگے۔ اپنے لیے قوم مسلم کا اعتماد وبھروسا اور عزت

افزائی کا سلوک دیکھ کر عبداللہ بن سبا کو یقین ہو گیا کہ اس کے دربے میں اضافہ ہو گیا ہے۔ میرا تیر صحیح نشانہ پر لگا ہے۔ لہٰذا اس نے دبے لفظوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت شروع کر دی بلکہ بغاوت کا لہجہ اپناتے ہوئے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش شروع کر دی کہ منصب خلافت کے حقدار، لائق، مناسب، ذی وجاہت، ماہر نظام اور خاندان بنی ہاشم کے نسب کے فرد ہونے کی وجہ سے حضرت علی ہی ہیں۔ بس صرف اتنا کہہ کر اپنی بات ختم کر دی۔ اس بات کو ایسے مہذب اور با سلیقہ انداز میں عام کیا کہ عوام الناس کو اس میں خلافت عثمانی کے خلاف بغاوت کی بو تک نہ آئی۔ علاوہ ازیں ابن سبا یہودی اینڈ کمپنی نے خاندان ''بنی ہاشم'' اور خاندان ''بنی امیہ'' کے ماضی کے اختلاف اور عداوت کے معاملے کو ہوا دینا مذموم کر دی۔ پرانے زخموں کو تازہ کر کے اس پر نمک چھڑکا۔

◘ **نمبر:۳:-** عبداللہ بن سبا یہودی نے لوگوں کی نظروں میں مسلمانوں کے رہبر، قائد اور علم و عرفان کے ماہر کی نیک نامی (Reputation/प्रतिष्ठा) حاصل کر لی تھی۔ لہٰذا وہ عوام المسلمین سے مذہبی معاملات میں اکثر و بیشتر گفتگو کیا کرتا تھا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے اسلامی بنیادی عقائد، ارکان و فرائض و دیگر حساس و نازک (Sensitive/संवेदनशील) مسائل چھیڑتا تھا اور قرآن مجید کی آیات کے من چاہے اور غلط تراجم و تفاسیر نیز احادیث کریمہ کی بھی غلط سلط تشریحات و توضیحات کر کے لوگوں کے پختہ اعتقاد و یقین میں شک و شبہ ڈال کر تزلزل عقائد کی بدی و بیماری پھیلاتا تھا۔ اپنی اس فریب کاری اور دھوکہ بازی میں ابن سبا یہودی اس امر کا سختی کے ساتھ لحاظ کرتا تھا کہ وہ کسی بھی ذی علم شخص سے کبھی بھی مذہبی امور کے تعلق سے گفتگو نہیں کرتا تھا بلکہ عوام الناس میں سے بے علم، ان پڑھ اور جاہل قسم کے لوگوں سے ہی ہمیشہ ہم کلام ہوتا تھا۔ اس کا رابطہ ہمیشہ جہلاء عوام سے ہی رہتا تھا۔ ایسے کسی ذی علم شخص سے کہ جو اس مذہبی غلط گفتگو کو رد کرے، وہ ہمیشہ کنارہ کشی کرتا تھا۔ صرف جاہلوں کو بہکا کر غلط پروپیگنڈا اور

جھوٹی افواہیں پھیلا کر ماحول کو پراگندہ کرتا تھا۔ عوام بے چارے اس کی نیک نامی اور ظاہری مذہبی پابندی، تقویٰ، اہل بیت کی عقیدت اور اسلام کی خیر خواہی کی وجہ سے اس کے دام فریب میں پھنس جاتے تھے۔ عوام کو کیا معلوم کہ یہ جو کہہ رہا ہے، وہ قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں؟

نمبر ۱۳:۔ عبداللہ بن سبا یہودی ایک خطرناک سازش "اختراع حدیث" یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑنے کی کرتا تھا۔ بے شمار جھوٹی حدیثیں آج بھی شیعہ فرقہ اور جاہل عوام میں جو رائج ہیں، وہ ابن سبا یہودی کے اختراع کا کڑوا پھل ہے۔ ابن سبا یہودی نے اہل بیت کی عظمت و فضیلت میں جھوٹی حدیثیں گھڑ گھڑ کر عوام المسلمین میں رائج و مشہور کر دیں۔ جھوٹی حدیث گھڑنے میں ابن سبا یہودی نہایت ہی چابک دستی سے کام لیتا تھا۔ پہلے راویوں کے فرضی نام گھڑتا تھا پھر " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ " لکھ کر مصنوعی عربی عبارت میں حدیث لکھ دیتا تھا۔ عوام المسلمین کے لیے حدیث کے الفاظ " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ " یعنی "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اتنا ہی کافی ہو جاتا تھا۔ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ سے منسوب کر کے جو الفاظ اور جملے کہے اور لکھے جاتے ہیں، اس کا انکار اور رد کرنے کی عوام کی ہمت و جرأت ہی نہیں ہوتی تھی۔ عوام تو سر تسلیم خم کر کے اسے فرمان نبی کی تعظیم و توقیر کے ساتھ قبول و منظور رکھنے میں ہی اپنی سعادت جانتی ہے۔ البتہ علم حدیث، علم فن حدیث، علم اسماء الرجال جیسے علوم و فنون میں دسترس، رسائی، مشق و مہارت رکھنے والا ذی علم شخص فوراً تاڑ لیتا ہے کہ جناب شخص سے پیر کی ہانک کر بھولے بھالے ان پڑھ اور جاہلوں کو ٹھنڈی آگ سے جلا رہا ہے۔ اس لیے تو عبداللہ بن سبا یہودی نے ذی علم لوگوں سے فاصلہ بنا رکھا تھا۔ دوری اور فاصلہ میں ہی اپنی خیر و عافیت سمجھتا تھا اور اگر کبھی اہل علم سے آمنا سامنا ہو جاتا تو " علیک سلیک " (دعا سلام) تک جان پہچان رکھتا تھا اور ان سے کسی قسم کی گفتگو تک نہیں کرتا تھا۔ البتہ عوام المسلمین میں سے جہلاء اور ان

پڑھے لکھے طبقے کے لوگ اس کے محبوب نظر تھے، انہیں ہمیشہ سینے سے لگائے رکھتا تھا اور ان کے سامنے اناپ شناپ بکتا رہتا تھا۔ عبداللہ بن سبا یہودی کی من گھڑت قرآن کی تفسیر، ترجمۂ قرآن اور احادیث کریمہ کی تشریح و وضاحت نیز اس کی گھڑی ہوئی جھوٹی حدیثوں کو اس کے یہودی نمائندے فرماں بردار شاگرد اور اسٹیل کے چمچے کا حق ادا کرتے ہوئے ایک منظم اسکیم کے تحت خوب نشر و رائج کرتے تھے اور ان کا یہ کارنامہ مزدور پیشہ، محنت کش، لشکر کے سپاہی اور عدیم الفرصت کاروباری لوگوں میں ہی ہوتا تھا اور خاص کر دیہاتوں اور شہر سے دور آبادیوں میں ہی ہوتا تھا۔

☐ **نمبر:۵:۔** عبداللہ بن سبا یہودی نے پکے مسلمان، پابند شریعت، متقی، پرہیزگار، اہل بیت کے عاشق زار اور ہمدرد قوم و ملت ہونے کے ساتھ ساتھ سخی داتا کا بھی ڈھونگ رچایا۔ یہودی اور عیسائی حکومتوں نے اسے بے شمار دولت دے کر اسے اسلام کو نقصان پہونچانے کے مشن کے لیے خرچ کرنے کے لیے پورا اختیار دیا تھا اور جتنی بھی دولت درکار ہو، وہ اسے پہنچا دینے کے ذرائع اور انتظامات فراہم کر رکھے تھے۔ لہٰذا ابن سبا یہودی نے دولت کے خزانے عوام المسلمین پر خرچ کرنے کے لیے فراخ دلی سے کھول رکھے تھے۔ فقراء، و مساکین کی اس قیام گاہ پر قطاریں لگی تھیں اور وہ سب کو بھرپور خیرات دیتا تھا۔ علاوہ ازیں غریب، حاجتمند، ضرورت اور تنگ دستوں کو ان کے گھر امداد کی رقمیں بھیج دیتا تھا اور یہ کام بڑی احتیاط و خفیہ طور پر کرتا تھا۔ اگر کوئی اس کا احسان ادا کرتا تھا، تو وہ نہایت ہی مکر و فریب سے تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا تھا کہ توبہ توبہ! آپ میرا احسان ادا مت کرو۔ میں آپ کا محسن نہیں بلکہ میں خود آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ نے مجھے آپ کی خدمت کرنے کا موقع دے کر مجھ پر احسان کیا۔ اس طرح کی اس کی مال اور مٹھاس سے مرکب،

خدمت گزاری اور انکساری سے لوگ غایت درجہ متاثر اور ممنون کرم ہو کر اس کے احسان کے بوجھ تلے دبتے گئے اور اس طرح وہ لوگوں کو اپنا ممنون و مشکور بنا کر ان کے دلوں میں معزز، مکرم، معظم، محسن، جواد، فیاض، سخی داتا، ہمدرد، غمگسار، غمخوار کے اوصاف کا حامل "عاشق اہل بیت" اور "عاشق مولیٰ علی" کی حیثیت سے مخلص مقتدا بن کر چھا گیا اور اس کی بات کا اتنا وزن بڑھنے لگا کہ اس کی بات کا رد و مخالفت کرنا عوام کے لیے غیر ممکن امر تھا۔

▣ **نمبر:۲:۔** عبداللہ بن سبا یہودی نے سب سے اہم رول یہ ادا کیا کہ اس نے اپنے آپ کو سیاست اور حکومت کے انتظامی امور میں دخل اندازی سے یک لخت علیحدہ رکھا لیکن سیاسی امور اور حکومت کے انتظامی امور سے تعلق رکھنے والے ہر شخص سے اپنے ذاتی تعلقات و روابط بہت ہی گہرے قائم کر لیے، چپراسی سے لیکر افسر تک اس نے اپنی رسائی اور رسوخ کا تانتا مسلسل جاری رکھا تھا۔ ہر ایک کو اس کے حسب منصب (Post) تحفے اور ہدیے دیکر اپنا مرہون منت بنا رکھا تھا۔ بڑے عہدے پر فائز افسر اور ان کی اہلیہ کے لیے قیمتی زیورات، اطلس کے کپڑے، قالین اور دیگر نادر الحصول تحائف و ہدایا دے کر انہیں بالواسطہ (Indirect/परोक्ष) رشوت خور (Corruptive) بنا دیتا تھا۔ اپنا کوئی کام لیکر نہیں جاتا تھا بلکہ فقط ملاقات اور خدمت کی حاضری کا مقصد ظاہر کرتا تھا۔ نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا رہتا تھا۔ دست بوسی اور قدم بوسی کر کے غایت درجہ کی چاپلوسی، خوشامد اور بے جا تعریف و تعظیم کا مظاہرہ کرتا تھا۔ ان تعلقات کے ارتقا (Development) کے پیچھے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کی ایک آبرو اور شناخت خوش اخلاق اور غیر فسادی مہذب شخص کی ہو جائے تاکہ خلافت عثمانی کے خلاف چلائی جانے والی اس کی خفیہ تحریک کی کسی کو ہوا نہ لگے اور اس کی شہرت اور ساکھ کی ہوا بندھی رہے۔ اور بالفرض

اگر کسی کو شک وشبہ بھی ہو اور حکومت کے ذمہ دار افسران تک یہ بات پہنچائی بھی جائے تو بھی اسے کوئی ضرر نہ پہنچے۔ کیونکہ ان تمام کو اس نے ممنون کرم کر کے (Oblige) اپنی جانب طرفداری اور حمایت میں کر ہی لیا تھا۔

نمبر: ا سے نمبر: ۶ تک کے اقدام کی تکمیل کے بعد وہ مناسب موقعہ کے انتظار میں تھا کہ اسے خلافت عثمانی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر کے، ملت اسلامیہ کو باہمی فتنہ اور فساد کی آگ میں جھلسا کر اتحاد و اتفاق مسلمین کو درہم برہم کر دے۔

"مصر کے حاکم کی مذموم حرکت"

امیر المومنین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر (Egypt) کے حاکم (Governer) کی حیثیت سے عبداللہ بن سرح کا تقرر فرمایا تھا۔ ابھی ان کے تقرر کو دو (۲) سال کا ہی عرصہ گزرا تھا کہ مصر کے باشندوں کو ان سے شکایات پیدا ہو گئیں۔ عبداللہ بن سرح تند مزاج، متکبر، مغرور، بدزبان، بدتمیز، منہ پھٹ، گستاخ اور بدسلیقہ تھا۔ مظلوم کی فریادرسی اور مظالم کی تہدید و سرزنش سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ ہر وقت عیش وعشرت میں پڑا رہتا تھا۔ رعایا (Public) کی ضروریات، تکالیف اور لوازمات کا اسے احساس تک نہ تھا۔ اس کے رویے، سلوک، چال چلن، رنگ ڈھنگ اور معمولات سے لوگ تنگ آ چکے تھے۔ لہذا مصر سے ایک وفد مصر کے حاکم ابن سرح کی شکایت لیکر مدینہ طیبہ امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر المومنین نے مصر کے وفد کی شکایتیں بغور سماعت فرمائیں اور انہیں اطمینان دلایا اور مصر کے حاکم پر "تہدید نامہ"

(Menace Letter/धमकी पत्र) لکھ کر اپنی روش ناز یبا اور مذموم رویہ سے باز آ کر سدھر جانے کی سخت تاکید اور ڈانٹ ڈپٹ تحریر فرمائی۔ مصر کے وفد نے وطن واپس جا کر امیر المومنین کا خط مصر کے حاکم ابن سرح کو دیا۔ ابن سرح نے امیر المومنین کے والا نامہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا بلکہ اس کے برعکس اپنے حرکات مذمومیت میں مزید اضافہ کر دیا بلکہ اس کی شکایت لیکر مدینہ طیبہ جانے والے وفد کے تمام اشخاص کو بڑی بے دردی اور بے رحمی سے قتل کر دیا۔

(حوالہ:۔"تاریخ الخلفاء" از:۔امام جلال الدین سیوطی۔اردو ترجمہ، صفحہ نمبر:۳۳۶)

پورے وفد کو شہید کر دینے کی مصر کے حاکم کی مذموم حرکت سے کھلبلی مچ گئی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ فتنہ و فساد کی آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ فتنہ پرور عناصر نے اس کی ذمہ داری امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹھہرائی اور حاکم مصر کے ساتھ امیر المومنین کو قتل کا مجرم ٹھہرانے کی تحریک چلائی۔ اور امیر المومنین کو خلیفہ کے منصب سے معزول کر دینے کی جنبش شروع کر دی۔ عبداللہ بن سبا یہودی ان دنوں مصر میں گیا ہوا تھا۔ اس نے امیر المومنین کو خلیفہ کے منصب سے معزول کرنے کی تحریک کی آگ کو ہوا دیکر مشتعل کر کے خوب بھڑکایا۔ اس تحریک کی نشر و اشاعت اور کامیابی و کامرانی کے لیے پورے مصر کا دورہ کیا۔ علاوہ ازیں بصرہ اور عراق جا کر عوام سے رابطہ قائم کر کے امیر المومنین کے خلاف خوب کان بھرے اور فتنہ کی آگ کو خوب سے خوب تر بھڑکانے کے لیے پٹرول (Petrol) چھڑکا۔

"عبداللہ بن سبا یہودی نے شطرنج کی چال کھیلنا شروع کیا"

مصر کے حاکم کے ذریعے مدینہ طیبہ جانے والے وفد کو بے دردی اور بے رحمی سے قتل کروا لینے کے بہت ہی منفی تاثرات عوام المسلمین میں رونما ہوئے۔ مصر کی عوام کا غم و غصہ جوالا مکھی کے شکل میں بھڑک اٹھا تھا۔ جس کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے لیے عبداللہ بن سبا ڈیرا۔ تمبو تان کر اور بوریا بستر لیکر مصر میں سکونت پذیر ہو گیا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے شیطانی دماغ کی اختراع کے طور پر ایک منطق چھانٹنی شروع کی کہ وہ لوگوں سے پوچھتا کہ بتاؤ! حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا مرتبہ بڑا ہے یا حضرت محمد ﷺ کا؟ جواب میں لوگ کہتے کہ بیشک حضرت محمد ﷺ کا مرتبہ بلند و بالا ہے۔ تب عبداللہ بن سبا یہودی لوگوں سے یہ کہتا کہ یہ کیسا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت سے پہلے پھر دنیا میں تشریف لائیں گے اور کافروں کو تباہ کریں گے مگر ان سے بلند مرتبے والے حضرت محمد ﷺ پھر سے دنیا میں تشریف نہ لاسکیں؟ اس طرح کی منطق ہانک کر وہ لوگوں کو "رجعت" یعنی "دوبارہ آنا" (Re-Arrive) کے نظریہ میں الجھا دیتا۔ اور بات کو روک دیتا۔ اس کی کوئی تفصیل اور وضاحت نہ کرتا اور عوام کو شش و پنج اور شک وشبہ میں ڈال دیتا۔

پھر دو۔ چار دن کے بعد اس نظریہ کی ضمن میں کہتا کہ ہر نبی کا ایک "وصی" یعنی سربراہ کار (Administtrator/व्यवस्थापक) ہوتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے "وصی" حضرت علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور دین و دنیا کے رائج دستور کے مطابق خلیفہ اور نائب بننے کا حق "وصی" کا ہوتا ہے۔ موجودہ خلیفہ حضرت عثمان غنی نے خلیفہ کا منصب غصب اور خیانت کر کے قبضہ کر لیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق چھین کر نا انصافی

اور ظلم کیا ہے۔ لہذا عدل و انصاف، رائج دستور اور اہل بیت کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کسی تاخیر و تامل کے خلیفہ کے منصب سے معزول (Deposed) کر کے ان کی جگہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقرر کیا جائے۔

عبداللہ بن سبا یہودی اپنی ہر مجلس اور ہر گفتگو میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری، شجاعت، دلیری، جوانمردی، انتظامی امور کی صلاحیت، انصاف پسند سلوک ورویے، حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کی تجربہ کاری، ہنر مندی (Cleverness) اور دیگر خصائص کی تعریف وتوصیف میں حد درجہ غلو اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتظامیہ امور کی کوتاہیاں رو رو کر اور آنکھوں سے اشک کی دھارا بہا کر حضرت علی کا خلیفہ بنانے کی عوام المسلمین سے التماس والتجا کرتا تھا اور حضرت عثمان کو پہلی فرصت میں عہدے سے برطرف کرنے کے لیے اکساتا تھا۔ عبداللہ بن سبا یہودی عوام کو مشتعل اور بھڑکانے کے لیے کہتا تھا کہ دیکھو امیر المومنین حضرت عثمان کے تقرر کردہ اور منتخب شدہ حکام وافسران تم لوگوں پر شدید قسم کے ظلم وستم گزارتے ہیں لہذا سب سے پہلے ان ظالم حاکموں اور افسروں کے خلاف بغاوت کی صدا بلند کرو۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تم سب اس مہم پر متحد و متفق ہو جاؤ۔ ہر شخص اپنے رشتہ دار، دوست، احباب اور معاون کو زبانی اور تحریری پیغام بھیج کر اطراف واکناف سے یہاں بلالو اور علم بغاوت کی صورت اختیار کرتے ہوئے کثیر تعداد میں مدینہ شریف امیر المومنین حضرت عثمان کی خدمت میں جا کر سب سے پہلے مصر کے ظالم وقاتل حاکم کو عہدے سے جلد از جلد معزول کرنے کی درخواست پیش کرو اور خلیفہ کے پاس نئے حاکم کے تقرر کی درخواست عرض کریں۔ چنانچہ لوگوں نے اپنی جان پہچان کے لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن سبا یہودی نے لوگوں کو کم از کم سات سو (۷۰۰) افراد پر مشتمل وفد لیکر

جانے کا مشورہ دیا اور ایک ہفتہ کے اندر روانہ ہو جانے کی تاکید کی۔ ابھی لوگ جمع ہو رہے تھے کہ عبداللہ بن سبا یہودی ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیکر مصر سے مدینہ شریف یہ کہہ کر روانہ ہو گیا کہ مجھے کچھ نہایت ہی ضروری کام ہیں، اس لیے میں آپ لوگوں سے مقدم چلا جاتا ہوں۔ مدینہ میں آپ لوگوں کا انتظار کروں گا۔ اور ہاں ایک ضروری بات بھی آپ کو بتادوں کہ میں آپ لوگوں کے وفد کے ساتھ امیر المومنین کے دربار میں پیش کش کرنے نہیں آؤں گا۔ البتہ رابطہ میں رہوں گا اور ضروری مشورے وہدایات دیتا رہوں گا۔

عبداللہ بن سبا یہودی ایک خطرناک سازش کے تحت مدینہ شریف جانے کے لیے پہلے نکل گیا تھا۔ ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کو تباہ و برباد کر کے مذہب کے نام پر مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر قتل وغارت گری میں مبتلاء کرنے کا سنہری موقع اسے ہاتھ لگا تھا، جس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس کا شیطانی دماغ تیز رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ وہ اور اس کی یہودی فوج لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنانے کے لیے ہر وقت حضرت علی کی تعریف کے پل باندھ رہے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذرہ برابر بھی عقیدت ومحبت نہ تھی بلکہ صرف دکھاوا اور دھوکہ دہی کا شکنجہ کستا تھا۔

سات سو افراد پر مشتمل وفد مصر کے گورنر کی معزولی کے لیے مدینہ شریف آیا اور امیر المومنین کی خدمت میں

مصر کے حاکم نے مدینہ طیبہ شکایت کرنے کے لیے جانے والے وفد (Deputation) کے تمام افراد کا بے رحمی سے جو قتل کیا تھا، اس کی خبر مصر کے علاوہ دارالسلطنت مدینہ طیبہ اور تمام اسلامی ممالک میں پھیل چکی تھی اور ہر جگہ مصر کے حاکم کے

خلاف غم وغصہ، نفرت اور ملامت کا مظاہرہ کرنے کے لیے بڑے شدومد سے احتجاج کیا جارہا تھا۔ عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے یہودی شاگردوں نے اس معاملے کو خوب ہوا دیکر اشتعال انگیزی کی حد تک اکسایا اور مصر کے حاکم کو معزول کرنے کی مانگ ہر طرف سے اٹھنے لگی۔ اور مصر کے حاکم کی مذموم حرکت کی ذمہ داری امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمار کرنے میں آنے لگی تھی۔ اور مصر کے حاکم کی مذموم حرکت کو بہانہ اور سبب بنا کر بغاوت کا علم بلند کر کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ کے منصب سے دور کر کے ان کی جگہ نئے خلیفہ کے انتخاب وتقرر کی مانگ اٹھنی شروع ہوئی اور نئے خلیفہ کی حیثیت سے حسب ذیل حضرات کے نام ابھرنے لگے۔ مثلاً:۔

- مصر کے لوگ مولائے کائنات، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور خلیفہ منصب خلافت پر متمکن کرنے کی متمنی تھے۔
- بصریٰ کی عوام کا تقاضا حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر خلافت کا تاج رکھنے کا تھا۔
- کوفہ (عراق) کے لوگ حضور اقدس ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے عہدے پر بٹھانا چاہتے تھے۔
- عراق والے چونکہ "قریش" سے عداوت رکھتے تھے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کو عربوں سے دشمنی تھی، اس کے باوجود "خاندان بنوامیہ" کی بڑھتی ہوئی طاقت اور تسلط کو توڑنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برطرفی کے لیے متفق، مُصِر اور خواہاں تھے۔

ایسے پیچیدہ حالات میں عبداللہ بن سبا یہودی کو بازی کھیلنے کے لیے کھلا اور وسیع میدان مل گیا۔ اس نے اور اس کے یہودی گروہ نے بدامنی، بے چینی، اختلاف،

افتراعات، الزامات، اختراعات، فتنہ وفساد اور بغاوت کی آگ کے شعلے بھڑکا کر فضا کو پراگندہ کر دیا اور امیر المومنین کی مخالفت اور ان کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے کی گھڑیاں گنی جانے لگیں۔ ماحول میں اتنا تیزی سے بدلاؤ اور پلٹا آیا کہ امن وامان کی سماجی زندگی کو بدامنی، کینہ پروری، بدحواسی، حیرانی، پریشانی، بدگمانی اور بداخلاقی کی آگ نے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ عبداللہ بن سبا یہودی خوشی میں پھولا نہیں سماتا تھا کیونکہ اس کے میلے من کی مراد پوری ہونے کا سنہری موقعہ عنقریب ہاتھ لگنے والا تھا۔ اور قیامت تک ملت اسلامیہ اختلافات، فتن اور فسادات میں الجھی رہنے کی پیشین گوئی جو حضور اقدس، عالم ماکان ومایکون ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی، وہ لفظ بہ لفظ سچ ثابت ہو کر رہی۔

مصر کے حاکم کے خلاف امیر المومنین کی خدمت میں شکایت درج کرنے سات سو (۷۰۰) افراد پر مشتمل جو وفد مدینہ طیبہ آیا تھا، وہ مسجد نبوی میں ٹھہرا ہوا تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی اکابر صحابہ کے سامنے اپنے قلبی اضطراب کو بیان کرتے تھے اور مصر کے باشندوں پر وہاں کے حاکم کے ظلم وستم کی داستان سناتے تھے۔ لہذا حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس معاملہ کے ضمن میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی اور طویل گفت وشنید کے بعد مصر کے حاکم ابن ابی سرح کی خرافات اور مذموم حرکات کی وجہ سے اسے جلد از جلد معزول کرنے کی درخواست کی۔

علاوہ ازیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ سے ایسے شخص کی معزولی کی درخواست کر رہے ہیں، جس پر قتل کا الزام ہے، لیکن آپ ان کی عرض وگزارش پر توجہ نہیں فرماتے اور مصر کے گورنر کی معزولی میں توقف وتاخیر فرماتے ہیں۔ لہذا آپ پر اشد ضروری ہے کہ آپ ایسے جرائم ذہنیت والے کے خلاف سخت سزا کی عمل داری کریں اور جلد از جلد اسے عہدے سے معزول کر دیں۔

”مصر کے حاکم کی معزولی اور معزولی کا حکم لے کر جانے والوں کو قتل کردینے کی سازش کا پردہ فاش ہونا“

مصر کے گورنر کے معاملہ میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مداخلت فرمائی اور امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رابطہ قائم کیا اور فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! مصر سے سات سو (۷۰۰) آدمیوں کا قافلہ مصر کے ظالم اور قاتل گورنر کی معزولی کی درخواست لے کر آپ کی خدمت میں آیا ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں آپ منصفانہ رویہ اپنا کر موجودہ گورنر کو ڈسمس کر کے اس کی جگہ دوسرے کا تقرر کر دو۔ ایسا میرا آپ کو صلاح ومشورہ ہے اور میں اس کی درخواست اور مانگ بھی کرتا ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے اور مطالبے کو قبول فرما کر مصر کے موجودہ گورنر عبد اللہ بن ابی سرح کے خلاف فوراً اقدام لیتے ہوئے برطرف کرنے کا حکم جاری فرمایا اور اس کی جگہ پر خلیفۂ اول، امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابوبکر کو مصر کے حاکم (گورنر) کی حیثیت سے تقرر کرنے کا حکم جاری فرمایا۔

نئے گورنر حضرت محمد بن ابوبکر کا بحیثیت گورنر کا تقرر نامہ (Appointment latter) اور موجودہ گورنر عبد اللہ بن ابی سرح کا معزولی نامہ (Dismiss latter) لے کر چند مہاجر وانصار صحابہ بھی جناب محمد بن ابوبکر کے ساتھ مصر جانے کے لیے تیار ہوئے تاکہ وہاں جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر وہاں کے حالات کی موجودہ حقیقت سے آگاہ ہوسکیں اور ان بگڑے ہوئے حالات کی درستی کے لیے کون سے اقدام لینا فی الفور ضروری ہیں،

اس کے تعلق سے نئے گورنر محمد بن ابوبکر کے ساتھ گفتگو کر کے مناسب مشورہ دے سکیں۔ یہ تمام لوگ ایک قافلے کی صورت میں مصر جانے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔

(حوالہ: "تاریخ الخلفاء"۔ از:۔ امام جلال الدین سیوطی۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۳۷)

"اونٹنی سوار حبشی غلام کی مشکوک حرکت = اس کو پکڑ کر تلاشی لینے پر مصر کے موجودہ گورنر پر خلیفہ عثمان غنی کا خط برآمد ہوا"

مصر جانے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر قافلہ ابھی تین (۳) منزل (Appl.90,km) کا فاصلہ طے کر کے ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک اونٹنی سوار حبشی غلام تیز رفتاری سے قافلہ کے قریب سے گزرا۔ اس کی حرکت دیکھ کر شک وشبہ پیدا ہوا۔ لہذا اس کا تعاقب کیا گیا اور اسے روک کر پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟ غلام نے فوراً جواب دیا کہ میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہوں۔ پھر فوراً ہی اس نے اپنے جواب کو بدلتے ہوئے کہا کہ میں مروان بن حکم بن ابی العاص کا غلام ہوں۔ قافلہ کے کچھ حضرات نے اسے پہچان لیا کہ یہ امیر المومنین حضرت عثمان کا ہی غلام ہے۔ مصر کے تقرر شدہ نئے گورنر اور قافلے کے فرد جناب محمد بن ابوبکر نے حبشی غلام سے پوچھا کہ تجھے اس قدر تیز رفتاری سے کس کے پاس بھیجا گیا ہے؟ حبشی غلام نے جواب میں کہا کہ مصر کے موجودہ گورنر عبداللہ بن ابی سرح کو ایک پیغام پہونچانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ حبشی غلام سے پھر پوچھا گیا کہ کیا تیرے پاس پیغام کا کوئی خط ہے؟ تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ اس کے جواب دینے کی کیفیت اور حرکات وسکنات سے وہ مشکوک محسوس ہوا۔ لہذا اس کی تلاشی لی گئی،

تو کچھ بھی نہ ملا۔ اس کے سامان میں پانی کا ایک خالی اور خشک مشکیزہ وہ کہ جس میں پانی بھر کر سفر میں لے جاتے ہیں لیکن وہ مشکیزہ بالکل خالی اور خشک تھا۔ جب اس مشکیزہ کو جو بالکل خالی تھا، اسے زور سے ہلا کر ٹٹولا تو ایسا محسوس ہوا کہ مشکیزہ کے اندر کوئی چیز ہے۔ لہذا مشکیزہ کا منہ کھول کر الٹا کر کے نکالا تو ایک خط برآمد ہوا، جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مصر کے موجودہ گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

" جس وقت تمہارے پاس محمد بن ابوبکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچیں، تو تم ان سب کو کسی نہ کسی حیلہ سے قتل کر دینا اور ان کے ساتھ جو تمہاری معزولی کا خط ہے، اس خط کو کالعدم (فضول، بے سود/Voin,useless) قرار دینا اور حسب دستور اپنا کام کرتے رہو اور جو لوگ تمہاری شکایتیں لے کر میرے پاس آئے تھے ان کو قید کر لینا اور تم اپنی حکومت عملی پر قائم رہو۔"

یہ خط پڑھ کر قافلے والے حیران وششدر رہ گئے۔ قافلے نے مصر جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور اسی مقام سے واپس مدینہ منورہ لوٹ گیا۔ قافلہ مدینہ منورہ آ کر سیدھا مسجد نبوی میں آیا اور تمام صحابہ کو جمع کر کے حبشی غلام کی پوری تفصیل بتائی اور حبشی غلام سے حاصل شدہ خط تمام حاضرین کو سنایا اور اس خط کو مولائے کائنات حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر اجلۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تحویل اور قبضہ میں دے دیا۔

اس خط کی کیفیت معلوم کر کے عوام المسلمین میں ہلچل مچ گئی۔ پورے مدینہ منورہ شہر میں خط کا معاملہ موضوع سخن وبحث بنا ہوا تھا۔ مصر سے سات سو (۷۰۰) آدمیوں کا جو وفد آیا ہوا تھا، وہ ابھی تک مدینہ طیبہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس وفد میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو عبداللہ بن سبا یہودی کے آدمی یا اس کے زیر اثر مرہون منت (Oblige) طبقہ تھا۔ انہوں

نے اس معاملہ کو خوب ہوا دی اور مدینہ طیبہ کے مقامی باشندوں کے خوب کان بھرے اور ان کو مشتعل کر کے ہنگامہ برپا کر دیا۔ عبداللہ بن سبا یہودی کی ٹیم (Team) نے مدینہ طیبہ کے کونے کونے تک اس معاملے کی خبر مشتہر کر دی اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی کہ دیکھو امیر المؤمنین کیسی فریب کاری سے کام لے رہے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ساکن ہر شخص کی زبان پر اونٹنی سوار حبشی غلام والا معاملہ موضوع سخن تھا۔

معاملے کی صحیح جانچ پڑتال اور اتمام حجت کے لیے حضرت عمار بن یاسر، مولائے کائنات حضرت علی اور دیگر اجلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ⊙ خط ⊙ حبشی غلام اور ⊙ اونٹنی ان تینوں کو بطور ثبوت لے کر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور حسب ذیل سوالات و جوابات ہوئے:۔

سوال نمبر:۱:۔ کیا یہ اونٹنی آپ کی ہے؟ جواب:۔ ہاں! میری ہے۔
سوال نمبر:۲:۔ کیا یہ حبشی غلام آپ کا ہے؟ جواب:۔ ہاں! میرا ہے۔
سوال نمبر:۳:۔ کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ جواب:۔ نہیں! ہرگز نہیں لکھا۔
سوال نمبر:۴:۔ کیا اس خط میں لگی مہر (Stump) آپ کی ہے؟ جواب:۔ جی ہاں! یہ میری ہی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم! نہ تو میں نے یہ خط لکھا ہے، اور نہ ہی کسی کو یہ خط لکھنے کا حکم دیا ہے۔ مجھے اس خط کے تعلق سے کسی قسم کی معلومات نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تعجب کی بات ہے کہ اونٹنی آپ کی ہے، غلام آپ کا ہے، خط میں لگی مہر آپ کی ہے، اس کے باوجود آپ کہہ رہے ہو کہ اس خط سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری مرتبہ کہا کہ خدا کی قسم! نہ تو میں

نے یہ خط لکھا ہے، نہ ہی کسی کو یہ خط لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے حبشی غلام کو یہ خط دے کر مصر کی طرف بھیجا ہے۔

تب مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آئے ہوئے چند صحابہ نے اس خط کو پھر ایک مرتبہ غور سے دیکھا اور پہچان لیا کہ خط کی جو تحریر ہے، وہ تحریر (Writing) یقیناً مروان بن حکم بن ابی العاص ہی کی ہے۔ مروان بن حکم کو تلاش کیا گیا مگر اس کا کچھ اتا پتہ نہ چلا۔ وہ فرار ہو گیا تھا۔

مروان بن حکم سرکاری کچہری (Gov.office) میں ایک کارکن اور کاتب (Writer) کی حیثیت سے ملازمت کرتا تھا لیکن آہستہ آہستہ ترقی کر کے امیر المومنین کے خاص کاتب کے عہدے تک پہنچ گیا تھا۔ مروان بن حکم ایک نمبر کا رشوت خور، مال و اقتدار کی طمع رکھنے والا، اعلیٰ قسم کا مکار، فریبی، دغاباز اور فسادی شخص تھا۔ اس کا ماضی اس قسم کے جرائم سے ملوث تھا۔ جب سے مروان بن حکم نے امیر المومنین کے خاص کاتب کا عہدہ سنبھالا تھا، تب سے عبداللہ بن سبا یہودی نے ہدیہ اور تحفے دے کر مروان بن حکم سے ذاتی تعلقات بنا لیے تھے اور آہستہ آہستہ یہ تعلقات گہری دوستی کے مرتبہ تک پہنچ چکے تھے۔ عبداللہ بن سبا یہودی گاہے بگاہے بڑی بھاری نقد رقم اسے بطور تحفہ دیا کرتا تھا اور ایک عرصہ تک نقد رقم کے تحفے دے دے کر اسے ایسا مرہونِ منت بنا لیا تھا کہ اس کے ایک اشارے پر مروان بن حکم کٹھ پتلی کی طرح ناچتا تھا۔ مصر سے سات سو (۷۰۰) آدمیوں کا وفد مصر کے موجودہ گورنر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت لے کر مدینہ طیبہ آنے والا تھا، اس کے ایک ہفتہ پہلے عبداللہ بن سبا یہودی مصر سے مدینہ جانے کے لیے ضروری کام کا بہانہ بنا کر روانہ ہو گیا تھا، وہ ضروری کام یہ تھا کہ اسے یقین کے درجہ میں معلوم تھا کہ جب مصر سے سات سو (۷۰۰) آدمیوں پر مشتمل وفد مصر کے موجودہ حاکم کے خلاف شکایتیں لے کر امیر المومنین کی خدمت میں آئے گا، تو مصر کے

موجودہ حاکم کی معزولی یقینی امر ہے اور اس کے عہدے پر کسی نہ کسی کا تقرر ہوگا۔ لہٰذا اس نے وفد کے آنے سے پہلے مدینہ شریف پہنچ کر مروان بن حکم سے رابطہ کر کے ملی جلی سازش کے تحت امیر المؤمنین کی اصلی مہر والا جعلی خط امیر المؤمنین کی اونٹنی پر امیر المؤمنین ہی کے حبشی غلام کے ذریعہ مصر بھیجنے کا منصوبہ (Plan) پہلے ہی سے تیار کر رکھا تھا اور اسے عملی جامہ بھی پہنا دیا لیکن اتفاق سے خط لے جانے والا حبشی غلام محمد بن ابوبکر کے ہاتھوں پکڑا گیا اور خط بھی برآمد ہو گیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کتنی بڑی قیامت قائم ہوتی، اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی حبشی غلام سے برآمد خط کے معاملے سے ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو تہس نہس کر دینے والے فتنہ و فساد کی آگ ایسے خطرناک انداز میں بھڑکی کہ ملت اسلامیہ اس وقت بھی جلی، آج بھی جل رہی ہے اور نہ جانے کب تک فتنہ و فساد کی آگ میں جلتی رہے گی۔

(استفادہ از:۔ "تاریخ الخلفاء" از:۔ امام جلال الدین سیوطی، المتوفی ۹۱۱ھ، اردو ترجمہ، صفحہ نمبر: ۳۲۷، ۳۲۸، اور نمبر: ۳۲۹)

"دھماکہ خیز حالات کا قائم ہونا اور حضرت عثمان کی شہادت کا سانحہ"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ آئے ہوئے صحابۂ کرام کو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحتی صفائی اور خط کی تحریر (لکھاوٹ) سے یقین کے درجہ میں اطمینان ہو گیا تھا کہ حبشی غلام والے خط کے معاملہ میں امیر المؤمنین بے قصور ہیں لیکن عوام الناس کسی طرح بھی ماننے کے لیے رضامند نہ تھی کیونکہ عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے یہودی چیلے علاوہ ازیں اس کے زر خرید غلام، مرہون منت افراد نیز محمد بن ابوبکر کا خاندان "بنی تیم" اور دیگر کمین دسیسہ کار منافقین اور بالخصوص امیر المؤمنین حضرت عثمان سے

بغض و عداوت اور ذاتی رنجش رکھنے والے افراد سب کے سب یک جا، یک جہت، یک مشت اور
یک طرفہ ہو کر ایک ہی آواز بلند کر رہے تھے کہ معاذ اللہ امیر المومنین قتل کی سازش کے قصور
وار اور مجرم ہیں۔ علاوہ ازیں کئی دنوں پہلے سے ہی عبداللہ بن سبا یہودی نے بصرہ، کوفہ اور
دیگر ممالک سے علاوہ ملک حجاز سے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں جہاں جہاں بھی اس کے
مسلم نما یہودی منافق شاگرد تھے ان تمام کو عقیدت کی وجہ حاجی مدینہ منورہ بلایا تھا اور وہ سب
آنے پر ایک میلا جمع کر لیا تھا اور اب بھی انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان کے خلاف
"**بغاوت کا جھنڈا**" لہرا دیا گیا تھا۔ محمد بن ابوبکر کی سرداری کے تحت امیر المومنین کے خلاف
بغاوت کی تحریک زور و شور سے چلائی جانے لگی اور امیر المومنین قتل کی سازش کے مجرم ہیں لہذا
ان کو خلیفہ کے منصب سے معزول کرنے کی مانگ شروع ہوگئی اور فتنہ و فساد کی چنگاریاں
بھڑکتے شعلوں کی شکل میں دہکنے لگیں۔

محمد بن ابوبکر نے قبیلہ "بنی تمیم" کو ساتھ رکھ کر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ پر یلغار کر دی اور آپ کے مکان پر دھاوا کر کے منظم حملہ کر دیا اور آپ کے مکان کو
چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر طرف نعرہ بازی، شور و غل، چیخ و پکار اور اشتعال انگیز صداؤں کی
گونج نے ماحول کو اتنا پراگندہ کر رکھا تھا کہ کسی کو کچھ سجھائی نہیں پڑتا تھا۔ ہر طرف مارو۔ کاٹو
اور مار ڈالو۔ کاٹ ڈالو کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ عبداللہ بن سبا یہودی اینڈ کمپنی جناب محمد بن
ابوبکر کے ہمراہ اور دوش بدوش ہو کر شدت کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خاندان کے ساتھ اپنے ہی مکان میں پناہ گزیں ہو گئے تھے اور بلوائیوں نے
مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اشیاء خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کی چیزیں مکان میں
آنے دینے سے روک رکھی تھیں۔ حضرت عثمان نے بے سہارا اور بے یار و مددگار پانی اور

کھانے کے بغیر بندی بنے کی حالت میں پچاس (۵۰) دنوں تک محصور اور قیدی کی حالت میں گزارے۔ بالآخر پڑوس کے ایک مکان کے ذریعہ بلوائی آپ کے مکان میں گھس گئے اور آپ پر قاتلانہ حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عبداللہ بن سبا یہودی کے من کی یکلی مراد پوری ہو کر رہی۔ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں سے مسلمانوں کے امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین کو بڑی بے دردی سے شہید کرا کے ملت اسلامیہ کو ایسا صدمہ اور جھٹکا دیا کہ جس کے برے نتائج ملت اسلامیہ نے نہایت درد و کرب اور مشقت و دشواری کے ساتھ ماضی میں برداشت کیے، بڑی تکالیف اور درد کے ساتھ حال میں بھگت رہے ہیں اور نہ جانے کب تک ان مصائب و دکھ کو سہتے رہیں گے۔

▣ حضرت عثمان کی تاریخ شہادت، نماز جنازہ اور تدفین:۔

امام المفسرین، حافظ الاحادیث، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ جام شہادت نوش فرمایا اور دوسرے دن یعنی ۱۹/ذی الحجہ ۳۵ھ بروز شنبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان مدینہ مقدسہ کے مشہور قبرستان "جنت البقیع" میں مدفون ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور دفن کرنے قبر میں بھی اترے تھے،

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ از:۔ امام جلال الدین سیوطی۔
اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۵۴ اور ۳۵۵)

''فتنوں کا دروازہ کھلا ہی نہیں بلکہ ٹوٹ گیا''
جو کبھی بھی بند نہیں ہوگا۔ کھلا ہی رہے گا۔

عبداللہ بن سبا یہودی کی سازشیں رنگ لائیں۔ اس کے بہکاوے میں آ کر اہل مصر اسلام کے مابین ایک عظیم فتنہ کا سبب بنے۔ یہودیت کا یہ فتنہ اور خفیہ سازش کے نتیجہ کے روپ میں آگے چل کر ''شیعہ فرقہ'' کی حیثیت سے ابھرا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بڑے ہی شد و مد سے پھیلا۔ یہودیت کی ایجاد اور اسلام میں سب سے پہلا گمراہ فرقہ کی حیثیت سے ''شیعہ فرقہ'' مختلف رنگ وروپ سے وسیع پیمانے پر نشر واشاعت کی تیز رفتاری سے ایسا پھیلا کہ اسلام کے پائے کے اصول یعنی ''توحید'' اور ''رسالت'' کا پیغام مدھم اور ماند پڑ کر ''شخصیت پرستی'' (Personal Worship/व्यक्ति पूजा) میں تبدیل ہونا شروع ہوگیا۔ آئے دن نت نئے غیر متصور اور دھواں دھار فتن قطار بند کھڑے اور پیدا ہونے لگے۔ اسلام کی صاف اور شفاف پالیسی اور نظریات و اختلاف اور فتن کی کلنک، ذلت، رسوائی، بغض، کینہ اور فساد کے ذریعہ بدنما اور داغدار کرنے کے لیے اتنی تیزی سے اس میں اضافہ ہوا کہ اسے کنٹرول کرنا دشوار ہوگیا۔

اسلام کے خلیفۂ دوم، امیر المؤمنین، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی دھاک ودھمک اور ہیبت وشوکت کی وجہ سے کسی بھی قسم کے فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی کیونکہ فتنے کے راکشس کا حضرت عمر نے سر کچل کر رکھ دیا تھا۔ کسی بھی فتنہ کو اٹھتے ہی دبا کر دفع اور زائل کردینے کی ان کو اللہ تعالیٰ نے قوت، صلاحیت، طاقت اور ہمت عطا فرمائی تھی۔ اس لیے حضور اقدس، عالم ماکان وما یکون، غیب

والے پیارے نبی ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں ہی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ حضرت عمر کی وجہ سے فتنوں کا دروازہ بند رہے گا۔ حضرت عمر کے بعد فتنوں کا دروازہ کھلے گا ہی نہیں بلکہ ٹوٹ جائے گا۔ جو دروازہ کھلتا ہے وہ بند ہو سکتا ہے لیکن جو دروازہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ بند نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا ہے۔

"حدیث شریف"

حضرت فاروق اعظم کے بعد فتنوں کا دروازہ کھلنے کے بجائے ٹوٹ جائے گا۔ جو بند نہیں ہوگا بلکہ کھلا ہی رہے گا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، قَالَ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الفِتْنَةِ، قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَهُ، قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرِيءٌ، قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلاَةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ، وَالأَمْرُ وَالنَّهْيُ، قَالَ: لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ، وَلَكِنِ الفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ البَحْرُ، قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا، قَالَ: أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ، قَالَ: إِذًا لاَ يُغْلَقَ أَبَدًا، قُلْنَا: أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ البَابَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ الغَدِ اللَّيْلَةَ، إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: البَابُ عُمَرُ

حوالہ

(۱) "صحیح البخاری"، مؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي (المتوفى: ۲۵۶ھ)، ناشر: دار طوق النجاة، قاهرہ (مصر) طبع اول: ۱۴۲۲ھ، جزء: ۱، صفحہ: ۱۱۱

(۲) "صحیح مسلم"، مؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ۲۶۱ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت (لبنان)، جزء: ۳، صفحہ: ۲۲۱۸

(۳) "مسند الامام احمد بن حنبل"، مؤلف: ابوعبدالله احمد بن محمد بن حنبل الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ)، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت (لبنان)، طبع اول: ۱۴۲۱ھ، جزء: ۳۸، صفحہ: ۳۱۴

(۴) "سنن الترمذی"، مؤلف: محمد بن عيسى بن سورة الترمذي (المتوفى: ۲۷۹ھ)، ناشر: دار الغرب الاسلامی، بیروت (لبنان)، سن اشاعت: ۱۹۹۸ء، جزء: ۳، صفحہ: ۹۳

(۵) "سنن ابن ماجه"، مؤلف: ابن ماجه ابو عبدالله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: ۲۷۳ھ)، ناشر: دار الرسالة، بیروت (لبنان)، طبع اول: ۱۴۳۰ھ، جزء: ۵، صفحہ: ۱۰۱

ترجمہ

"ہم سے حدیث بیان کی مسدد نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا یحیی نے، وہ روایت کرتے ہیں اعمش سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا شقیق نے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا فتنے کے متعلق قول کس کو یاد ہے؟ میں نے کہا کہ جیسا حضور نے فرمایا ویسے ہی مجھے یاد ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ تم اس بات پر جری تھے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مرد کا وہ فتنہ جو اس کے اہل وعیال، اس کے مال واولاد اور اس کے پڑوسیوں کے متعلق ہے، نماز، روزہ، صدقہ، امر اور نہی اس کا کفارہ ہو جائیں گے، حضرت عمر نے کہا کہ میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ وہ فتنہ مراد ہے جو سمندر کی طرح موجیں مارے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ اس کی فکر نہ کریں۔ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ وہ بند کر دیا جائے گا یا کھول دیا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا کہ وہ توڑ دیا جائیگا۔ حضرت عمر نے کہا کہ پھر تو وہ کبھی بند نہیں کیا جائے گا۔ ہم نے کہا کہ کیا دروازے کے متعلق حضرت عمر جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا: ہاں، ایسے ہی جیسے آج کی رات۔ میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ سے اس کے آگے پوچھنے سے ڈرے تو ہم نے مسروق سے کہا تو انہوں نے ان سے پوچھ لیا۔ ان کے جواب میں حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ: بند دروازے سے مراد حضرت عمر ہیں۔"

مندرجہ بالا حدیث شریف کا ترجمہ صرف ایک مرتبہ ہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ پڑھیں اور پھر اس ترجمہ پر غور وفکر کریں گے، تو یقین کامل کے درجہ میں یہ کہہ سکو گے کہ حضور اقدس، جامع الکلم، پیارے غیب داں نبی ﷺ نے ایک جملہ ارشاد فرما کر گویا کہ "گاگر میں ساگر" بھر دیا ہے۔ "دروازہ ٹوٹ جانا" اور "دروازہ کھل جانا" ان دونوں جملوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ جو دروازہ کھلتا ہے، وہ بند بھی ہو سکتا ہے۔ ہر مکان کے دروازے دن کے

وقت کھلے ہوتے ہیں لیکن رات کے وقت لازمی طور پر وہ بند کر دیے جاتے ہیں۔ کیونکہ مکان کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے مکیں یعنی مکان میں رہنے والا محفوظ اور سلامت ہو جاتا ہے۔ سخت سردی، گرم لُو کے تھپیڑے، چوری، ڈکیتی، دشمن کا حملہ، وحشی جانور کا حملہ وغیرہ خطرات سے مکان میں رہنے والا (Inhabitant) بے خوف و بے ڈر ہو کر اطمینان اور چین سے سوتا ہے۔ لیکن جس مکان کا دروازہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ کھلا ہی رہتا ہے۔ بند نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دروازے کے اجزاء ٹوٹ پھوٹ جانے کی وجہ سے دروازہ ہی اب اس قابل نہیں رہا کہ اسے بند کیا جا سکے۔ بلکہ ٹوٹا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو چکنے والا دروازہ دائمی طور پر (Permanent) کھلا رہتا ہے۔ اس کھلے دروازے میں ہر کوئی، جب بھی چاہے جس مقصد سے اور چاہے اس صورت میں بلا کسی روک ٹوک کے بے جھجک آرام سے داخل ہو سکتا ہے۔ کھلے رہنے والے دروازے کے مکان میں رہنے والے کی جان، مال، عزت، عصمت، آبرو، اسباب اور دولت کبھی بھی محفوظ اور سلامت نہیں ہوتے۔ چور آسانی سے داخل ہو کر چوری کر سکتا ہے، ڈاکو آرام سے ڈکیتی ڈال سکتا ہے، دشمن وار کر سکتا ہے، وحشی جانور حملہ کر سکتا ہے۔ الحقر! دروازے کا کھل جانا اتنا خطرناک نہیں۔ کیونکہ جو دروازہ کھل سکتا ہے، وہ بند بھی ہو سکتا ہے۔ کھولنے اور بند کرنے کی حرکت (Moment) کی وجہ سے بلا تکلف ومشقت ودشواری کے دروازہ بآسانی بند کیا جا سکتا ہے لیکن دروازہ ٹوٹ جانے کی صورت میں دروازہ بند ہو سکنے یا کر سکنے کی کوئی گنجائش وامکان ہی نہیں۔ لہذا ایسا ٹوٹا ہوا دروازہ بند ہو سکنے کی سعادت سے ناکام ومحروم ہو کر ہمیشہ کھلا ہی رہتا ہے۔

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد فتنہ وفساد کا دروازہ ٹوٹ جائے گا۔ یہ پیشین گوئی کہ جو سرکار

وہ جہاں مدبرہم کی "کن کی کنجی زبان" سے ارشاد فرمائی گئی تھی، وہ لفظ بلفظ راست ثابت ہوئی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہری حیات کے زمانے میں ملت اسلامیہ کے افراد اتحاد و اتفاق کی مضبوطی اور آہنی ڈورے (دھاگہ) سے بندھی رہ کر جذبۂ اخوت، ایثار، تعاون، ہمدردی، غمگساری، خیر اندیشی، ہمدمی، ہم دوستی اور خلوص دل کی یاری اور مددگار کے اخلاقی محاسن کے ذریعہ اسلام کو عروج اور ترقی کی اعلیٰ منزل پر متمکن کرنے کے لئے مستعد اور کوشاں تھے۔ قانون اور انتظامی امور کے سخت نفاذ اور عمل داری کی وجہ سے عام لوگوں کی سماجی زندگی پُر امن وامان اور بلا جرائم (Crime Less) چین وسکون سے بسر ہوتی تھی۔ نفاذ قانون اور انتظامی امور کے حسن اسلوب کی وجہ خود امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دھاک، دہشت، رعب، داب، دبدبہ اور خوف تھا کہ مدینہ منورہ کی راجدھانی سے ہزاروں میل کی دوری پر واقع مصر، ایران جیسے ممالک میں سرکاری عہدہ پر کام کرنے والا گورنر، افسر یا کارکن اپنی ڈیوٹی میں چوکنا، وقت کا پابند اور فرض شناس ہو کر پوری دیانتداری سے کام کرتا تھا۔ انتظامی امور کی عملداری میں آپ کی ذہانت، قوت ادراک، ذکاوت اور تسلط وغلبہ کا یہ عالم تھا کہ سرکاری دفاتر میں رشوت، بد انتظامی، خیانت، خُرد بُرد، غبن، کام کرنے کے دفاتر میں کاہلی، سستی، آرام طلبی اور غیر دیانتداری کا نام ونشان نہ تھا۔ سیاسی امور میں آپ کا وہ رعب ودبدبہ تھا کہ سازش، فریب، دغا، دھوکہ، بلوا، بغاوت، غداری، خوشامد خوری، چاپلوسی، چمچا گیری، بیجا سفارش، رشتہ داری کا لحاظ وغیرہ جیسے رذیلہ قبائح کو دخل نہ تھا۔ تحکمانہ اور خود مختارانہ حکومت اور سخت سزا کی تہدید کی وجہ سے رعایا بے خوف، بے ڈر اور خوشی وشادمانی، امن وچین کی زندگی بسر کرتی تھی۔ تقریباً ساڑھے دس سال "فاروقی خلافت" کا عرصہ ملت اسلامیہ کے لیے سنہرہ اور صواب دور کی حیثیت سے تاریخ میں طلائی حروف سے مرقوم ہے۔

لیکن ....

مخبر صادق، علم غیب کے جاننے والے حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی پیشین گوئی (آگہی) کے مطابق حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں کا دروازہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم کے لیے حدیث کے راوی نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ فتنوں کو روکنے والا دروازہ حضرت عمر تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "شہید" ہوئے لہذا فتنوں کو روک رکھنے والا دروازہ جو بند تھا، وہ کھل جانے کے بجائے ٹوٹ ہی گیا اور ملت اسلامیہ کے مابین متعدد چھوٹے بڑے فتنوں کا غیر منقطع سلسلہ دائمی طور پر شروع ہو گیا اور تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی عبداللہ بن سبا یہودی کے ذریعہ سے شروع کیا گیا "شیعہ فرقہ" ہے۔ شیعہ فرقہ اسلام میں ظاہر ہونے والا سب سے پہلا اور پرانا فرقہ ہے۔ اس فرقہ کی لگائی ہوئی فتنوں کی آگ تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے شعلہ بار ہے اور بے شمار مسلمان کے ایمان شیعہ فرقے کی آگ کے شعلہ زن انگاروں میں جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔

حضرت عمر کی شہادت کے بعد فتنوں کا آغاز۔
پہلا نظارہ تیسرے خلیفہ کو منتخب کرنے میں ہی نظر آیا۔

⊙ اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابۂ کرام نے باتفاق رائے منتخب کیا تھا۔ لہذا اس تعلق سے کسی قسم کا کوئی اختلاف، اعتراض، مخالفت یا رنجش پیدا نہ ہوئی تھی۔

- اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ظاہری حیات کے آخری دنوں میں کر کے تمام صحابۂ کرام سے مشورہ طلب فرمایا، تو تمام صحابہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۂ دوم کے منصب پر متمکن کرنے پر متفق، متحد اور مسرور تھے۔ لہٰذا تب بھی کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا۔
- لیکن اسلام کے تیسرے خلیفہ کا معاملہ الجھنوں اور اختلافات سے بھرپور رہا۔ تفصیلی بیان اوراق سابقہ میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ المختصر! خلیفہ بننے کے کل چھ (۶) امیدوار تھے لیکن مسلسل تین (۳) دن تک "مجلس شوریٰ" کی مجلس منعقد رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی امیدواری واپس کھینچ لی اور خلیفہ کے انتخاب کا "اختیار کل" (Veto-power) حاصل کرلیا اور اس اختیار کی رو سے اسلام کے تیسرے خلیفہ کے منصب کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامزد (Appoint) کیا۔
- تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب ہوتے ہی "خاندان بنی ہاشم" اور "خاندان بنو امیہ" کا پرانا جھگڑا کہ جس جھگڑے کو حضور اقدس ﷺ نے صلح اور تصفیہ کے ذریعے دفن کر دیا تھا۔ وہ مردہ برسوں بعد انگڑائی لے کر دفن سے باہر آیا اور بھولا بسرا تنازع پھر سے شروع ہوا۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا "نسبی تعلق" (वंशिय सबंध) خاندان بنی امیہ کے ساتھ تھا۔

- انتظامی امور کے تعلق سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کے ابتدائی چھ(۶) سال بہت ہی منظم، پرسکون اور استقرار کے ساتھ بسر ہوئے لیکن خلافت کے آخری چھ(۶) سال میں حکومت کی دھاک دھمک، رعب اور دبدبہ میں زوال شروع ہو گیا۔ قانون کے نفاذ اور انتظامی امور کے نفاذ کے معاملے میں خلیفہ کی گرفت بہت ہی ڈھیلی پڑ گئی۔ لہذا بہت سے مقبوح ارتکابات، رشوت خوری، بدنظمی اور جرائم رائج ہونے لگے۔
- دور خلافت کے آخری چھ(۶) سالوں میں عبداللہ بن سبا یہودی اور "**تحریک ضرر اسلام**" دن بدن زور پکڑتی گئی یہاں تک کہ حکومت کے انتظامی امور کے دفاتر (Department) میں اس کی رسائی اور افسران کے ساتھ رسوخات (Contects) اعلی پیمانے پر قائم بلکہ مستحکم ہو گئے۔ افسران کو فرض کی پابندی سے منحرف کرنے کے لیے عبداللہ بن سبا یہودی نے حد درجہ کوششیں کیں، مکر وفریب کی ہر ممکن چال چلی اور افسران کو تخریبی ارتکابات سے آلودہ (Polluted) کرنے کے لیے ان کو اعلی قسم کے اور قیمتی تحفے دیے، بیش بہا اشیاء اور بھاری نقد رقمیں بطور نذرانہ محبت پیش کر کے انہیں مرہون منت(Oblige) کر کے انہیں اس طرح کی حسن تدبیر سے خرید لیا کہ ان کو اس بات کا احساس تک نہ ہوا کہ "ہم بک چکے اور خرید لیے گئے"۔ عبداللہ بن سبا یہودی کی اعلی پہنچ اور رسائی کی وجہ سے افسران کے ماتحت طبقے کے عملے کو اس کی یہودیت کی تخریبی تحریک کے حرکات وسکنات پر کسی کو شک وشبہ نہ رہا۔
- مروان بن حکم نام کا منافق رسوخات، سفارش اور رشوت کی بدولت معمولی کارکن

عہدے سے ترقی اور بڑھوتری (Promotion) پاتے پاتے امیر المومنین کے کاتب (Writer) کے عہدے پر پہنچ گیا۔ اس نے عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش کا معاون اور حصہ دار بن کر حبشی غلام کے ذریعے مصر کے گورنر کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جعلی خط لکھ کر آپ کی مہر لگا کر خط بھیجا تھا اور وہ خط پکڑا گیا لیکن پھر بھی اس خط کے معاملے نے ایسی آگ لگائی کہ انجام کار امیر المومنین کی شہادت کا سانحہ وقوع پذیر ہوا۔

- حکومت کے انتظامی امور کی گرفت اور دعاک کے مفقود ہونے کا اور بدنظمی کا ثبوت اس حادثہ سے ہوتا ہے کہ کوفہ کے گورنر کی حیثیت سے امیر المومنین نے اپنے خالہ زاد بھائی ولید بن عقبہ بن معیط کو مقرر فرمایا تھا۔ یہ گورنر آف کوفہ یعنی ولید بن عقبہ دائمی طور پر "بے نوش" ([illegible]) تھا۔ ایک دن شراب کے نشے کی حالت میں فجر کی نماز کی امامت کرنے مصلے پر چڑھ بیٹھا اور فجر کی نماز کے فرض کی دو (۲) رکعت کے بجائے چار (۴) رکعت پڑھا دی۔ نماز سے سلام پھیر کر مقتدیوں سے کہا کہ اگر آپ کہو تو مزید نماز پڑھا دوں۔

اس ولید بن عقبہ کی کوفہ کے گورنر کے عہدے پر تقرری کی وجہ سے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام عائد ہوا تھا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو اعلیٰ منصب وعہدے پر تقرر کرتے ہیں۔

(حوالہ: "تاریخ الخلفاء" از۔ امام جلال الدین سیوطی۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۴۳)

- مصر (Egypt) کا گورنر عبداللہ بن ابی سرح کی خودسری اور سرکشی اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ وہ امیر المومنین کے حکم کی بھی تعمیل نہیں کرتا تھا۔ بلکہ امیر المومنین

کے حکم کی بے اعتنائی، بے توجہی، بے پرواہی (Indifference) کر کے صرف نظر اور غفلت برتتا تھا۔ خلیفۃ المسلمین کے حکم کی بجا آوری کے بجائے نافرمانی اور مخالف ارتکاب بے دھڑک کرتا تھا۔

مصر کے حاکم کے ظلم و ستم اور وفد کے بے قصور اشخاص کے بے دردی سے قتل کرنے کے بجائے حادثے نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے کے لیے لوگوں کو اکسایا اور بعد میں نئے گورنر کا عہدہ سنبھالنے کے لیے جانے والے محمد بن ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دینے کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مصر کے گورنر کو لکھا گیا جعلی خط جو عبداللہ بن سبا یہودی کے ایماء و اشارے سے امیر المومنین کے کاتب مروان بن حکم نے لکھا تھا۔ اس خط نے بغاوت کی آگ میں پٹرول چھڑکا اور اس کے بھیانک شعلوں نے ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو چکنا چور کر کے رکھ دیا۔ ایسے چند حالات و حوادث کی وجہ سے امیر المومنین کے مخالفین کو عبداللہ بن سبا یہودی نے متحد کر کے ایک منظم سازش اور منصوبہ بندی کے تحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف لگائی گئی بغاوت کی آگ کو اس قدر مشتعل کیا کہ تاریخ کے اوراق میں غمناک اور دل کو ہلا دینے والا امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سانحہ وقوع پذیر ہوا اور ملت اسلامیہ کو کاری ضرب لگانے والے فتنوں کے سلسلے کا آغاز ہوا اور سب سے بڑا فتنہ "شیعہ فرقہ" وجود میں آیا اور فرقہ بندی کی ابتدا ہوئی۔

''حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حالات اور ماحول کی پراگندگی''

عبداللہ بن سبا یہودی کا پھینکا ہوا تیر ٹھیک نشانے پر لگا اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو دائمی طور پر اختلاف، فتنہ اور فساد کی آگ میں جھلسنے اور جلانے کا منصوبہ بر آیا۔ اور اسی کی پاداش وسزا کے طور پر امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سانحہ وقوع میں آیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کردہ تمام الزامات، اتہامات اور افتراءات میں آپ بالکل بے قصور اور بے گناہ تھے۔ تمام قصور مروان بن حکم منافق ہی کا تھا، جس نے عبداللہ بن سبا یہودی کے ایماء واشارے سے جعلی خط لکھا تھا۔

اس وقت عوام المسلمین دو (۲) قسم کے نظریات وخیالات میں مبتلا تھے:۔

- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قصور اور بے گناہ تھے۔ انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنا کر انہیں شہید کرنا غیر مناسب اور گناہ عظیم ہے۔
- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصوروار ہیں اور انہیں اپنے کیے کی سزا دینا اور ان کو شہید کرنا مناسب اور کوئی گناہ کا کام نہیں۔

مندرجہ بالا دو (۲) نظریات کے ضمن میں مسلمان دو (۲) گروہ میں تقسیم ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں نسبی اختلاف، ذاتی بغض وعناد اور اپنے مقاصد فاسدہ کی بنا پر ملت اسلامیہ کے افراد ذیل میں مرقوم کل چودہ (۱۴) گروہ میں منقسم ہو گئے تھے:۔

(۱) خاندان بنی ہاشم کے نسبی افراد اور ان کے معاونین۔

(۲) خاندان بنی امیہ کے نسبی افراد (بنوامیہ) اور ان کے معاونین۔

(۳) خاندان بنی عباس کے افراد اور ان کے ناصر و مددگار۔

(۴) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو نامناسب اور ذلت آمیز گناہ کہنے والے۔

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو معقول اور جائز کہنے والے۔

(۶) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ اور معاونین۔

(۷) حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدت مند اور تائید کرنے والے۔

(۸) محمد بن ابوبکر کا خاندان، احباب، اقرباء اور حمایت کرنے والے۔

(۹) خلیفہ کے انتخاب کا اختیار کل (Vote power) کا استعمال کر کے حضرت عثمان کو خلیفہ مقرر کرنے والے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین اور عداوت رکھنے والے۔

(۱۰) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبعین اور حمایت کرنے والے۔

(۱۱) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی اور عشاق۔

(۱۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فریفتہ اور دلدادہ۔

(۱۳) اختلاف سے دور رہنے والے (Natural) لوگوں کا گروہ۔

(۱۴) مصر سے آئے ہوئے افراد اور ان کے ساتھ اتحاد کرنے والے کوفہ، بصری وغیرہ مقامات کے لوگ۔

مندرجہ بالا کل چودہ (۱۴) گروپ میں ملت اسلامیہ کے افراد بٹ گئے اور ان چودہ (۱۴) گروپ میں سے ہر ایک گروپ میں عبداللہ بن سبا یہودی کے چیدہ، ہوشیار، فریبی، مکار، کپٹی، کینہ ور، دھوکے باز، چھل دغا کے ماہر، کھٹ پٹی اور فتنہ خیز افراد شامل تھے۔ ان کو عبداللہ بن سبا نے اس احتیاط، چوکسی اور ہوشیاری سے ہر گروہ میں داخل کر دیا تھا

کہ کسی کو شک وشبہ کا شائبہ تک نہ ہوا۔ ان یہودی نمائندوں نے ہر گروپ کے جوش وخروش کے جذبۂ اشتعال کو ٹھنڈا نہ ہونے دے کر مزید سے مزید بھڑکائے رکھا۔

"حضرت علی کی چوتھے خلیفہ کے منصب پر تقرری اور فتنہ وفساد کی تیز آندھی کا آغاز"

ابھی تو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کا فریضہ بھی انجام نہیں پایا تھا کہ کچھ لوگ بھاری تعداد میں مولائے کائنات، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے "بیعت" کرنے کی درخواست کی۔ اس درخواست کنندہ میں اکثریت مصر، بصری اور کوفہ سے آئے ہوئے افراد اور عبداللہ بن سبا یہودی کے آدمیوں کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بیعت کی درخواست کو یہ کہہ کر رد اور نامنظور فرمادیا کہ "مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایسے لوگوں کو بیعت کروں، جنہوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا ہے۔" آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ شرم کی بات یہ ہے کہ حضرت عثمان کی تجہیز وتکفین بھی نہیں ہوئی اور میں لوگوں سے بیعت لوں۔ حضرت علی کی مقدس زبان سے اس طرح کے تہدیدی کلمات سن کر بیعت کرنے کے لیے آئے ہوئے لوگ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے بعد پھر لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ تب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے معروضہ کو مسترد فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ "خلیفہ کے تقرر کا صرف ان صحابہ کو اختیار

ہے، جو "اصحاب بدر" یعنی جو صحابہ جنگ بدر میں شامل تھے۔ "اصحاب بدر جس سے راضی اور متفق ہوں، وہی شخص خلیفہ بن سکتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد تمام بدری صحابہ مجتمع ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ خلیفہ کے منصب کے لیے آپ سے بہتر ہم کسی کو نہیں پاتے اور سمجھتے، لہذا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم آپ کے دست حق پرست پر بیعت کریں۔ بدری صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پر خلوص درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے ان کی بیعت لی اور بعد میں عامۃ المسلمین کو بیعت فرمایا اور اسلام کے چوتھے خلیفہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ از:۔ امام جلال الدین سیوطی۔
اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۵۲ اور نمبر: ۳۵۶)

نوٹ:۔

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو اسلام کے چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے قبول و منظور رکھا لیکن دو (۲) جلیل القدر صحابی کہ جن کا شمار "عشرۂ مبشرہ" میں ہوتا ہے، وہ دو (۲) صحابی حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ سے بیعت نہیں فرمائی۔

(حوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ از:۔ امام جلال الدین سیوطی۔
اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۷۱)

"حضرت علی کا دورِ خلافت متعدد الجھنوں اور پیچیدہ دشواریوں سے بھرپور اور مُلوّث"

مولائے کائنات، حیدر کرار، خیبر شکن، مشکل کشا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے دن ان کی تدفین کے بعد ۲۰/ذی الحجہ ۳۵ھ کے دن خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور ۲۱/رمضان ۴۰ھ کے دن جام شہادت نوش فرمایا۔ اس حساب سے آپ نے ۴/سال، ۸/ماہ اور ۲۹/دن تک خلافت کا عہدہ سنبھالا لیکن اس مدت کے درمیان آپ کے سامنے متعدد الجھنیں، بے شمار پیچیدہ دشواریاں اپنا منہ پھاڑ کر کھڑی تھیں۔ فتنہ اور فساد کی بھیانک آندھی ایسی تیز رفتاری سے پھونکی گئی کہ اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت وسکت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی دوسرے میں نہ تھی۔ بلکہ جن پراگندہ حالات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا، اس کی سنگینی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کے علاوہ اور کوئی خلیفہ بنتا تو اس کی حکومت کے پائے صرف دو تین ماہ میں متزلزل ہو کر حکومت سست کر رہ جاتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے فتنہ اور فساد کی جو دشواریاں تھیں، وہ بیرونی دشواریوں کے طور پر نہ تھیں۔ کفار ومشرکین، یہود اور نصاریٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے کوئی معاملات وحالات نہ تھے۔ ایسے حالات تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کسی بھی قسم کی اہمیت کے حامل نہ تھے، کیونکہ دشمنوں کے لشکر جرار کو چٹکی بجانے کی دیر ہی میں خاک وخون میں ملا کر نیست ونابود کرنے کی قوت، طاقت، ہمت اور صلاحیت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو ودیعت فرمائی تھی۔ دشمن اسلام کے ساز و سامان سے لیس بھاری لشکر کو دندان شکن جواب دینے کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیاقت اور قابلیت رکھتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جو دشواریاں درپیش تھیں وہ اندرونی تھیں۔ بیرونی (External/बाह्य) دشواریوں کے بجائے اندرونی (Internal/आंतरिक) دشواریاں ملت اسلامیہ کے مابین فتنہ وفساد کے روپ میں آندھی اور آگ کے شعلوں کی طرح وہ پیچیدہ دشواریاں قائم ہوئی تھیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے استیصال اور بیخ کنی کی کسوٹی میں ہی الجھے رہے اور آپ کی تمام طاقت اور صلاحیت اندرونی فتنہ وفساد کی جڑ اکھیڑنے کی خدمت میں صرف ہوگئی اور اسلام کی توسیع اور پھیلاؤ کرنے کے لیے دیگر ممالک پر لشکر کشی کر کے اسے مفتوح ومقبوض کر کے وہاں اسلام کا پرچم لہرانے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ لہٰذا آپ کے دور خلافت میں مزید غیر اسلامی ممالک فتح نہ ہو سکے۔

آپ کے دور خلافت میں ⊙ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے انہیں سخت اور عبرتناک سزا دینے کی مانگ اور طلبی کی مہم ⊙ **جنگ جمل** اور ⊙ **جنگ صفین** کے حوادث ⊙ خارجیوں کی بغاوت، ان سے جنگ اور ان کے صفایا کی مہم ⊙ حکومت کے دار السلطنت (Capital/राजधानी) کو مدینہ منورہ سے کوفہ تبدیل کرنے کی زحمت اور محنت میں ہی آپ کی قوت وصلاحیت کا بیشتر حصہ صرف ہوگیا۔

❖❖❖❖❖

حضرت عثمان کے قاتلوں اور ابن سبا یہودی کے آدمیوں کا خط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر محفوظ و مامون ہو جانے کی کوشش

امیر المومنین، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چند دنوں بعد ہی عوام المسلمین کو یقین کے درجہ میں احساس ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل اور کامل طور پر بے قصور و بے گناہ تھے۔ ان کو شہید کرنے کی سازش مروان بن حکم کے تخریبی ذہن کی ایجاد تھی۔ لہذا اب عوام الناس سے ایک احتجاجی صدا بلند ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو فوراً حراست میں لیا جائے اور خلیفۃ المسلمین کی بے دردی سے کی گئی شہادت کی پاداش میں انہیں سخت، کڑی اور عبرتناک سزا دی جائے بلکہ سزائے موت سے ہمکنار کیا جائے۔ عوام کے اس احتجاج کے روح رواں حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ ان دونوں حضرات کی مخلصانہ حقیقت بیانی اور غلط فہمی کے ازالے کی کوشش سے عوام المسلمین میں قاتلان عثمان کی تعزیر اور سرزنش کی تحریک وجود میں آئی تھی اور زور پکڑ ا تھا۔

لوگوں کے قاتلان عثمان کے ساتھ "قصاص" (بدلے) کی تحریک جذباتی رنگ پکڑ کر دن بدن تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور ماحول میں ایسی تبدیلی آگئی کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت اور بلوا کی کیفیت رونما ہو گئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل اور عبداللہ بن سبا یہودی کے آدمی قانون کے شکنجہ سے بچنے کے لیے اور حراست کے ڈر سے محفوظ و مامون مقام کے طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر حیدری میں بھرتی ہو گئے۔ عوام المسلمین کی قصاص کے مطالبہ کی تحریک سے ان کے پیٹ گڑگڑانے لگے اور تھر تھر کانپنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قانون اور نظام حکومت کو بحال اور درست کرنے میں ہر لمحہ کوشاں اور فکر مند تھے۔ افواہیں، پروپیگنڈے، الزامات، اتہامات اور ایک دوسرے کو مجرم قرار دینے کی نحوست اور بدبختی کا بازار گرم تھا۔ لوگ اضطراب، بے قراری، بے چینی، بے تابی، گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کے عالم میں مبتلا تھے۔ کل کیا ہوگا؟ صرف اسی خیال کے آتے ہی حیران و پریشان تھے۔ تجسس، تذبذب اور تردد کے خام خیالی سے مضطرب الحال تھے۔ آگ کا سیلاب بن کر بہنے کے لیے مستعد و منتظر تھا۔ کب کیا ہوگا؟ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ تمام لوگ سہمے ہوئے اور پژمردہ و افسردہ ہو کر اس امر کے منتظر تھے کہ دیکھیں! اب وقت کس سمت کروٹ لیتا ہے؟ ایسے سنگین ماحول میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت کے قانون و انتظام کو بحال رکھنے کے ساتھ ساتھ امن و امان اور چین و سکون کی فضا ہموار کر کے لوگوں کے کرب و اضطراب کو دور کرنے کی خدمت میں اپنا دن رات ایک کر کے، نیند کو آنکھوں سے الوداع کر کے مسلسل بھاگم بھاگ میں لگے ہوئے تھے۔

▣ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کا حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کرنا:۔

موجودہ حالات کی سنگینی اور پراگندگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور حالات مزید نہ بگڑیں اس مقصد صالح سے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ

کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد دونوں حضرات نے امیر المومنین کے ساتھ موجودہ حالات کی سنگینی کی تفصیل پیش کر کے اطلاع دی کہ عوام المسلمین قاتلان عثمان سے "قصاص" لینے کے بہت ہی مُصر اور خواہاں ہیں۔ عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کے خلاف آپ بلا تاخیر وتامل مؤثر (Effective) اقدام اور قانونی کاروائی فرما کر عوام المسلمین کا اعتماد حاصل کرنے کی طرف توجہ فرمائیں تاکہ عوام کی تشویش وتردد کا ازالہ ہو جائے اور لوگوں میں جو گھبراہٹ، بے قراری اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے، اس کا تصفیہ ہو جائے۔ امید ہے کہ آپ کی خدمت میں ہم دونوں کی معروضات اور عاجزانہ درخواست کو آپ شرف قبولیت سے نوازنے کا کرم فرمائیں گے۔

دونوں صحابی رسول کے مخلصانہ مشورے کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندہ پیشانی سے شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے وعدہ فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو فوراً حراست میں لے کر انہیں سخت اور عبرتناک سزا دینے کے سلسلے میں میں اسی وقت مصمم عزم وارادے کے ساتھ عمل پیرا ہو جاتا ہوں اور حضرت عثمان کو شہید کرنے میں جس کسی نے بھی براہ راست یا بالواسطہ (Direct or Indirect) ذرہ برابر حصہ لیا ہوگا، وہ میری گرفت سے بچ کر نہیں نکل سکے گا۔

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد و پیمان اور اخلاص پر مشتمل جواب سے مطمئن ہو کر دونوں صحابی رسول آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کر کے رخصت ہوئے۔ رخصت ہو کر یہ دونوں حضرات ان لوگوں کے پاس آئے جو قاتلان عثمان کے خلاف "تحریک قصاص" چلا رہے تھے۔ دونوں صحابی رسول نے لوگوں کو اعتماد کے درجہ میں اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ ہم دونوں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کر کے

آئے ہیں اور ہم کو امیر المومنین نے وعدہ دیا ہے کہ وہ قاتلان حضرت عثمان کو بلا تاخیر وتامل گرفتار کر کے انہیں سخت اور عبرتناک سزا دیں گے۔ لہٰذا ہم دونوں آپ لوگوں سے گزارش کرتے ہیں کہ قصاص کی تحریک کے اشتعال کو کچھ دنوں کے لیے ٹھنڈا کر دو اور امیر المومنین اپنا وعدہ ضرور وفا کریں گے اور قاتلان عثمان کی بہت ہی بُری گت بنائیں گے۔ لہٰذا! اطمینان رکھو، صبر سے کام لو اور ہمارے محترم امیر المومنین کے قاتلانِ عثمان کے خلاف سخت قانونی اقدام کے نفاذ کا انتظار کرو۔ دونوں جلیل القدر صحابی رسول حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وعدے کے ضمن میں جو اعتماد دلایا، اس کی وجہ سے عوام کی تحریک قصاص کا اشتعال سرد پڑ گیا اور عوام المسلمین بڑی بے صبری سے امیر المومنین کے ایفاء عہد کا انتظار کرنے لگی۔

"ابن سبا یہودی نے ہل چل مچا کر شیعہ فرقہ کی تحریک کی اعلانیہ نشرواشاعت شروع کی"

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلانِ عثمان سے "قصاص" کے تعلق سے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی بات بجلی کی سرعت سے شہر مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ حضرت عثمان کے قاتل حواس باختہ ہو گئے۔ ان کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ عبداللہ بن سبا یہودی تو پہلے ہی سے حضرت علی کے لشکر حیدری میں گھس بیٹھ کر چکا تھا۔ قانون کے شکنجہ سے بچنے کے لیے اس کے گمان میں لشکر حیدری ہی محفوظ و مامون ہونے کے لیے جائے پناہ و جائے قرار تھا۔ لہٰذا اس

نے اپنے آدمیوں کو کثرت تعداد سے لشکر حیدری میں بھرتی کرا دیا اور بہانہ یہ بتایا کہ وہ امیر المومنین کا ہاتھ بٹانے کے لیے اور جان قربان کرنے کے لیے جاں نثاری کا فریضہ ادا کرنے کے لیے امیر المومنین کی لشکری طاقت کو قوی اور مضبوط کرنے کے لیے لشکر میں شامل ہوئے ہیں۔ لشکر میں کثرت سے اپنی ٹولی کے افراد کی شمولیت کی وجہ سے عبداللہ بن سبا نے اسلامی لشکر میں بھی اپنی قدر و منزلت اور وقار پیدا کر لیا اور وقار قائم ہو جانے پر لشکر کے سپاہیوں کو پند و نصیحت کی مہم چلائی اور در پردہ شیعہ فرقہ کی نشر و اشاعت کی تحریک شروع کر دی۔ لشکر میں وہ پند گو ناصح کی حیثیت سے اس قدر مقبول ہوا کہ اس کی باتوں کو لشکر کے سپاہی بڑی رغبت اور توجہ سے سنتے تھے اور اچھا سمجھ کر اعتماد کرنے لگے۔ لہٰذا عبداللہ بن سبا نے سب سے پہلے لشکر کے سپاہیوں کو گمراہ، بے دین اور مرتد بنانے کی سازش اور تحریک کو ایک نئے انداز میں اعلانیہ طور سے شروع کی۔ جس کا ماحصل ذیل میں مرقوم ہے:۔

- سب سے پہلے اس نے خاندان نبوی یعنی اہل بیت کے ساتھ غایت درجہ عقیدت و محبت اور پختہ یقین کے ساتھ اعتقاد و اعتماد کا مظاہرہ کرنا شروع کیا۔
- لوگوں کو یعنی سپاہیوں کو اہل بیت کے ساتھ بے شمار عشق و محبت و عقیدت کا جذبہ رکھنے کی ترغیب دی اور سختی کے ساتھ تاکید کی اور مشتعل کیا۔
- لوگوں سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری، تائید، توثیق اور وفاداری کا عہد و پیمان لیا اور حضرت علی کے مقابلے میں کسی کو بھی اہمیت نہ دینے کے تعصب کا ولولہ ابھارا اور خلافت کے منصب کے لیے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق، مناسب اور حقدار تھے اور ہیں، ایسا نظریہ ذہن نشین کرایا۔
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کو قطعاً اور ذرہ برابر بھی اہمیت نہ دینا اور وہ

تو وہ قطعی طور پر ادب والے اور محبت ہمدردی کے لائق نہیں۔ لہذا کسی بھی معاملہ میں ان کا پاس ولحاظ کرنے کی بجائے ان کے ساتھ رویوں میں تشدد دیا گیا۔

D عبداللہ بن سبا یہودی نے مندرجہ بالا چار (۴) باتیں جو صرف اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقیدت اور محبت پر مشتمل تھیں، ذات دو اور دماغ میں۔ یہ چاروں باتیں ایسے مرغوب ڈھب سے مرتب تھیں کہ سب نے بخوشی قبول و منظور کیا اور کسی نے بھی اس کے خلاف ایک لفظ بولنے کی جرأت نہ کی بلکہ دل سے ان کی تائید اور توثیق کرتے ہوئے تن من دھن سے ان کی نشر واشاعت میں لگ گئے۔

E عبداللہ بن سبا یہودی کی مذکورہ چار (۴) باتوں سے لشکر حیدری کے سپاہیوں (Army) کے ذہنوں میں اس کی تصویر یہ منقش ہوئی کہ یہ شخص صحیح معنی میں عاشق اہل بیت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدق دل سے چاہنے والا مخلص عقیدت مند اور جاں نثار ہے۔ اس حسن خیال کو لشکر میں شامل اس کے آدمیوں نے خوب تشہیر کی اور اس کی ہوا بندھ گئی۔ لشکر سے باہر نکل کر یہ باتیں عامۃ المسلمین کے مابین موضوع سخن رہیں۔ لشکر کے سپاہیوں اور عامۃ المسلمین میں سب کا اسے اعتماد وبھروسہ حاصل ہو گیا اور اس کی باتوں کا ایک وزن قائم ہو گیا اور لوگ متانت کے درجہ میں اس کی باتوں پر اعتماد کرنے لگے تب عبداللہ بن سبا یہودی نے اپنی اصلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلانیہ طور پر اسلامی عقائد اور توحید ورسالت کے عقائد کے مقرر کردہ بنیادی اصول کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا اور نئے عقائد رائج کیے اور ملت اسلامیہ کو کاری ضرب مار کر بھاری ضرر پہنچانے والے "شیعہ فرقہ" کے عقائد کی بنیاد رکھتے ہوئے حسب ذیل نظریات وخیالات رائج کیے:۔

- اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ قریب رشتہ حضرت علی کو ہے۔ کیونکہ وہ نبی کے وصی، بھائی اور داماد ہیں۔ اپنی اس بات کی تائید اور ثبوت کے لیے اس نے کچھ جھوٹی حدیثیں گھڑلیں اور ان من گھڑت احادیث کو عوام میں اپنے آدمیوں میں سے جو سحر لسان مقرر تھے، ان کی تقریروں کے ذریعہ خوب پھیلا دیا۔ عوام المسلمین جن کو علم سے کم واسطہ ہوتا ہے، وہ کیا جانیں کہ ہمارے سامنے اس وقت وعظ کرنے والا جو حدیث پیش کرتا ہے، وہ حدیث ہے یا نہیں؟ عوام سے اپنے پیارے نبی کی نسبت جتا کر جو سراسر جھوٹ ہی تھا، اسے بطور حدیث پیش کیا گیا ہے، اسے ہرگز رد اور انکار نہیں کرنے والی۔ صرف **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ** یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، صرف اتنا ہی کہہ دینا عوام کو متاثر کرنے کے لیے کافی ہے۔
- جھوٹی حدیثوں پر بھروسہ کر کے اس کو قبول رکھنے والے بے علم عوام جب عبداللہ بن سبا یہودی کے دام فریب میں برابر پھنس گئے، تو اس نے ایک نہایت خطرناک بات یہ کہی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے "وصی" (Executor/वसीयतकार) تھے اور آپ ﷺ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور آپ کی خلافت قرآن مجید کی اس آیت "**اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ**" سے ثابت ہے لیکن صحابہ کرام نے مکروفریب کی چال چلی اور حکومت واقتدار کی لالچ میں آکر رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے متعلق بے اعتنائی (Dis-Regard) اور بے اعتدالی کر کے حضرت علی کی خلافت کا حق مار دیا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی اطاعت نہ کی اور دنیا کی طمع وحرص میں آکر دین سے منحرف

(Apostate) اور روگردانی (Revolt) کرنے والے ہو گئے۔

(استفادہ وحوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ" مصنف:۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، المتوفی: ۱۲۳۹ھ۔ اردو ترجمہ۔ ناشر:۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۲)

⊙ عبداللہ بن سبا یہودی مذکورہ بالا اعتقاد فاسدہ کو بیان کرتے وقت اپنی مجلس میں حاضر سامعین کے سامنے مکروفریب، دجل، ریاکاری اور اہل بیت کی عقیدت ومحبت کا ڈھونگ رچاتے ہوئے کہتا کہ اس وقت آپ کے سامنے بات کہہ رہا ہوں، وہ حق وصداقت پر مبنی اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس مستند ومستند (Authentic) حقیقت کو ایک منظم سازش کے تحت گمنامی کے پردے کے پیچھے دھکیل کر خاندان اہل بیت کے ساتھ کھلی ناانصافی اور حق تلفی کی گئی ہے۔ مولائے کائنات حضرت علی کا خلیفۂ اول بننے کا حق اور اختیار چھین کر ان کے ساتھ بھی ظلم وستم کیا گیا ہے۔ اگر حضرت علی چاہتے تو اپنی شجاعت وبہادری کے جوہر دکھا کر اپنا چھینا ہوا حق واپس لے سکتے تھے۔ مگر ایسا کرنے میں مسلمانوں میں آپس میں تلواریں چلتیں اور آپسی جنگ وجدال کی کیفیت رونما ہوتی اور اسلام کو بہت بھاری نقصان اور خسارہ بھگتنا پڑتا۔ لہٰذا حضرت علی کڑوا گھونٹ پی کر رہ گئے اور صبر وضبط وتحمل سے کام لے کر خاموشی اختیار فرمائی اور آپسی جنگ وجدال کے فعل قبیح اور نامہذب اور ناشائستہ رویّہ (Irreguler-Behaviour) سے دور رہے اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ فرمایا۔

⊙ اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے عبداللہ بن سبا یہودی کہتا ہے کہ میں اندرونی حالات کو خوب جانتا ہوں اور صورت حال سے بہت اچھی طرح واقف ہوں اور یہ وہ راز ہیں جو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو میں نے اپنے سینہ میں

بطور امانت سمائے رکھا تھا۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اگر میں ان تمام باتوں کو دل ہی دل میں دبائے رکھتا، اگر مجھے اچانک موت آ گئی اور ان باتوں کو دل ہی دل میں سمائے رکھ کر میں دفن ہو گیا، تو ایک اہم راز جو قوم کی امانت ہے وہ ضائع ہو جائے گی اور مجھ پر امانت میں خیانت کرنے کا جرم عائد ہو گا۔ لہذا میں آپ کے سامنے حقیقت کا اظہار میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری اہل بیت اطہار کی سچی عقیدت اور محبت کی وجہ سے کر رہا ہوں تاکہ آپ لوگ بھی حقیقت حال سے واقف ہو جائیں اور آپ لوگوں کا ایمان بھی سلامت رہے کیونکہ اہل بیت اور بالخصوص مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ہمارے ایمان کی جان ہے، میرا مقصد صرف اور صرف آپ لوگوں کو حقیقت اور حقانیت سے روشناس کرانا ہے۔ ان باتوں کو اپنے دلوں میں نقش کر لو اور اس پر پوشیدگی کا لحاف ڈھانک دو اور نہایت احتیاط، ہوشیاری اور خبرداری سے لوگوں تک پہنچاؤ۔

- عبداللہ بن سبا یہودی نے سخت تاکید تبلیغ کے طور پر یہ بھی کہا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کردہ میری یہ حقائق پرمبنی باتیں نہایت ہی خفیہ طور پر عوام میں رائج کرنا اور اس میں ایک خاص بات شدت سے دھیان رکھنا کہ کہیں بھی میرا نام نہ آئے کیونکہ میں نام ونمود اور شہرت کا بھوکا نہیں۔ صرف میرے دل میں سمائی ہوئی اہل بیت اور حضرت علی کی محبت وعقیدت کی گونج فضا میں لہرائے یہی میری دلی خواہش اور مقصد ہے۔

- عبداللہ بن سبا یہودی کے مذکورہ بیان اور گفتگو عوام میں اتنی رائج اور مشتہر ہوگئیں کہ یہی باتیں عوام میں موضوع سخن بن گئیں اور بالخصوص ''لشکر حیدری'' میں بحث

ومباحثے، براہین ودلائل، ردو اثبات، الزامات وبہتانات، تنقید وتبصرہ، ردعمل وغیرہ عناوین کے تحت اختلافات، اتہامات واعتراضات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مناظرہ (Debate)، بحث اور تکرار بلکہ جھگڑے اور مار پیٹ تک نوبت آ گئی۔

- عبداللہ بن سبا یہودی نے دیکھا کہ بندوق کی گولی ٹھیک نشانے پر لگی ہے اور حسب دلی مقصد اور ارادہ کے مطابق مسلمانوں میں اختلاف، جھگڑے، فتنہ اور فساد برپا ہو گئے ہیں۔ عقیدہ اور عقیدت کے ضمن میں لوگ ایک دوسرے کا گلا گھونٹنے کی حد تک مشتعل اور برانگیختہ ہو کر لڑنے لگے ہیں۔ شروع کے تین (۳) خلفائے اسلام کے خلاف اب زبان درازی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ لوگ دو (۲) گروہ میں فی الحال بٹ گئے ہیں۔ خلفائے ثلاثہ اور چوتھے خلیفہ کے متبعین، متعلقین، محبین، معتقدین اور معاندین ایک دوسرے کے جانی دشمن بن کر ایک دوسرے کی ہتک عزت اور آبرو کی دھجیاں اڑانے کے جوش وخروش اور جنون میں پاگل پن کی حد تک گرفتار ہو کر فرقہ بندی اور آپسی خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر ایسے الگ الگ اور متفرق ہو چکے ہیں، اب ہمارے مقصد اور مشن کی کامیابی کے لیے ایک دو نہیں بلکہ کئی راہیں ہموار ہو چکی ہیں، لہٰذا اب ڈرنے اور جھجکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خفیہ طور پر اپنے مشن کی نشرواشاعت کرنے کے بجائے کھلم کھلا اور سینہ سپر ہو کر گھس پیٹھ کرنے کا سنہری موقعہ آ چکا ہے اور وقت کا تقاضا یہی ہے کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کی مضبوط دیوار میں فتنہ وفساد کی آہنی کیل ٹھونک کر اسے منہدم اور زمین دوز کرنے میں دیر وتامل نہ کیا جائے۔

⊙ عبداللہ بن سبا یہودی نہایت ہی چال باز، مکار، فریبی، عیار، شریر، جفاکش، دغاباز، غدار، اختلاف کے بیج بونے میں ماہر، تخریبی، بربادی، تباہی اور ویرانی اور جھگڑے اور فساد کھڑے کرکے لوگوں کو آپس میں مر مٹنے اور مار ڈالنے کی بدی کے ارتکاب میں ملوث کردینے کے ہنر میں اعلیٰ قسم کا فنکار تھا۔ علاوہ ازیں اپنی سریلی، میٹھی اور شہد افشاں زبان سے اہل بیت اور خصوصاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت، رفعت، فضیلت، عقیدت اور محبت کا بیان اپنے دلکش، موثر اور دل لبھانے والے انداز میں کرتا تھا کہ لوگ آفرین اور واہ واہ پکار اٹھتے تھے۔ اپنی ساحر اللسان تقاریر سے وہ لوگوں پر چھا گیا تھا اور لوگوں کو حد درجہ متاثر کرکے اپنا تسلط اور غلبہ قائم کر دیا تھا۔ لوگ اس کی اہل بیت اور حضرت علی کی محبت کے نام پر بچھائے گئے مکر و فریب کے جال میں بالکل پھنس چکے تھے اور لوگ اس کے ایسے دلدادہ اور جذباتی (Emotional) ہو گئے تھے کہ اسے اسلام کا سچا ہمدرد، خیر اندیش اور فلاح خواہ علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عاشق صادق، معاون، محب، جاں نثار، عقیدت و محبت میں جان قربان کرنے پر مسرور و شادماں گردانے لگے اور اس کی غایت درجہ تعظیم و تکریم کرتے ہوئے اندھی عقیدت میں غرق ہو کر اس کی ہر بات کو حق و صداقت پر مبنی ماننے لگے۔ ایسی مفروضہ عقیدت رکھنے والوں پر عبداللہ بن سبا یہودی دل کھول کر دولت لٹاتا تھا۔ پانی کی طرح سونے چاندی کے سکے بہا کر اپنے جال میں پھنسے لوگوں کو مرہونِ منت (Oblige) کرکے انہیں اپنا مطیع اور مدح خواں بنا رکھا تھا اور در پردہ ایک فرضی و مجازی غیر اصلی حکومت قائم کر رکھی تھی اور حکمراں کی حیثیت سے حکم صادر کرتا تھا۔

"عبداللہ بن سبا یہودی کا بھیانک اور اصلی چہرہ" سامنے آیا اور شیعیت کے وائرس کا بم پھٹا۔

- عبداللہ بن سبا یہودی کامیابی اور کامرانی کی اعلیٰ چوٹی (Top) پر پہنچ کر خود اعتمادی کے جذبے میں اتنا جری اور بے باک ہو گیا کہ وہ اپنا بھیانک اصلی چہرہ بتانے کی عجلت میں بیتاب و بیقرار ہو گیا اور اس نے اپنے خاص الخاص اور چہیتے شاگردوں کی ایک کمیٹی بنائی اور کمیٹی کے تمام ممبران کو خلوت میں جمع کیا۔ سب سے پہلے اس نے تمام حاضرین سے حلف (قسم) اٹھوایا کہ یہ راز میرے نام سے مشتہر مت کرنا بلکہ نہایت ہی خفیہ طور پر احتیاط اور ہوشیاری سے مسلمانوں کے درمیان پھیلا دینا۔
- عبداللہ بن سبا یہودی نے اپنے خاص اور معتمد لوگوں کے سامنے جس راز کو فاش کیا تھا اور اسے احتیاط کے ساتھ خفیہ طور پر مسلمانوں کے درمیان پھیلانے کو کہا تھا۔ وہ حسب ذیل ہے:۔
- حضرت علی سے کچھ ایسے امور وجود میں آئے ہیں کہ جو قوت انسانی سے باہر ہیں ☆ حضرت علی کی کرامات ☆ جنسیت بدل دینے (जातीय परिवर्तन) کی قدرت ☆ غیب کی باتوں کی خبر دینا ☆ مردوں کو زندہ کرنا ☆ اللہ تعالیٰ کی ذات اور دنیا کی حقیقت بیان کرنا ☆ حاضر جوابی کی صلاحیت ☆ لفظوں اور جملوں کی فصاحت و بلاغت، قادرالکلامی کی صلاحیت ☆ انداز بیان کا حسن تکلم (Eloquence) ☆ تقویٰ، پرہیزگاری اور کثرت عبادت ☆ اعلیٰ قسم کی

بہادری اور شجاعت ☆ایسی قوت اور طاقت کا مظاہرہ کہ ایسی قوت وطاقت دنیا نے نہ دیکھی ہے اور نہ سنی ہے۔

اتنا کہنے کے بعد عبداللہ بن سبا یہودی نے حاضر سامعین سے سوال پوچھا کہ بتاؤ! کیا تم جانتے ہو؟ یہ تمام خوبیاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کس سبب سے تھیں؟ ابن سبا یہودی کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مجلس میں حاضر کمیٹی کے تمام ممبران نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اس راز کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ لہذا آپ ہی بتاؤ، وہ راز کیا ہے؟ آپ جو کچھ بھی کہیں گے ہمیں قبول ومنظور ہے۔ کیونکہ ہم سب کو آپ پر پورا بھروسہ اور اعتماد ہے۔

⊙ راز کی حقیقت معلوم کرنے کے تعلق سے لوگوں کا تجسس، تڑپ، تلملاہٹ اور بیقراری کو دیکھ کر گرم لوہے پر ہتھوڑا پیٹتے ہوئے عبداللہ بن سبا یہودی نے بم پھوڑا کہ:۔

"یہ سب الوہیت یعنی اِلٰہ یعنی معبود یعنی اللہ ہونے کی خاصیتیں ہیں۔ اِلٰہ یعنی اللہ تعالیٰ بشریت کے لباس میں یعنی انسان کے روپ میں جلوہ نما یعنی جلوہ دکھا رہا ہے۔ غیر فانی یعنی کبھی بھی فنا اور ختم نہ ہونے والی خدا کی ذات خود کو فانی لباس میں یعنی فنا ہونے والے انسان میں ظاہر کرتی ہے۔" **فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَلِیًّا هُوَ الْاِلٰهُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ** "یعنی" جان لو کہ بیشک حضرت علی ہی معبود (عبادت کے لائق) ہیں۔ علی کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

(استفادہ وحوالہ:۔ "تحفۂ اثناعشریہ"۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ المتوفی: ۱۲۳۹ھ، اردو ترجمہ۔ ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی، صفحہ نمبر: ۷)

عبداللہ بن سبا یہودی نے مخصوص آدمیوں اور شاگردوں کے سامنے اپنی اصلیت عیاں کرتے ہوئے "شیعہ فرقہ" کے شخصیت پرستی کے بنیادی عقیدے کی بنیاد رکھی اور ظاہری طور پر اسلام میں سب سے پہلے ظاہر ہونے والا "شیعہ فرقہ" وجود میں آیا۔ اس فرقہ کے گمراہ کن اور ایمان کو تباہ کرنے والے، فاسد کرنے والے عقائد باطلہ اور فاسدہ اتنی کثرت سے متعین (Fixed) کیے گئے کہ اسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ علاوہ ازیں بے شمار جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں وجود میں آئیں کہ سادہ لوح مسلمان امتیاز ہی نہ کر سکے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ اس طرح دین ومذہب کے اعتبار سے اسلام کو شدید ضرر اور نقصان پہونچانے کے بعد سیاسی اور سماجی اعتبار سے بھی ملت اسلامیہ کو فتنہ اور فساد کی آگ میں سلگنے کے لیے عجیب عجیب ترکیبیں اور سازشیں کیں اور اس کی ایک کڑی کے طور پر مسلمانوں میں آپس میں ہونے والی سب سے پہلی جنگ یعنی "جنگ جمل" کا دردناک اور غمناک حادثہ ہوا۔ جس کی مختصرا کیفیت آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابن سبا یہودی کی خطرناک سازش سے وجود میں آئی ہوئی

"جنگ جمل"

(پس منظر اور مختصر بیان)

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی، تب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے انہیں وعدہ دیا تھا کہ قاتلان حضرت عثمان کو جلد از جلد گرفتار کر کے

انہیں سخت سزا دی جائے گی۔

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المومنین کے وعدے پر کامل اعتماد اور یقین رکھ کر حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف "تحریک قصاص" چلانے والے لوگوں کو اطمینان دلا کر انہیں احتجاج کے اشتعال کو سرد کر کے صبر اور انتظار کرنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا تھا کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف سخت اقدام اٹھانے کا جو وعدہ فرمایا ہے، اس کو ضرور پورا کریں گے اور کسی بھی مجرم کو بچ نکلنے کا موقعہ نہیں ملے گا۔

لیکن........

دارالسلطنت مدینہ منورہ کے حالات نہایت ہی خستہ اور بے حال تھے۔ غیر معتدل حالات اور افراط و تفریط کی مذموم فضا نے ماحول کو اتنا پراگندہ کر رکھا تھا کہ کب کیا ہوگا؟ کب کونسا بغاوت کا نیا شوشہ پھوٹ نکلے گا؟ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ حالانکہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایفائے عہد کے سلسلہ میں صدق دل سے کوشاں اور متحرک تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل لشکر میں بھرتی ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں قاتلوں کے صحیح نام یقینی طور پر حاصل نہیں ہو سکے تھے۔ صرف شک و شبہ کی بناء پر لشکر میں بھرتی ہو جانے والوں کو حراست میں لینے کی وجہ سے لشکر میں بلوا اور بغاوت ہونے کا خطرہ تھا۔ اس نئی آفت بغاوت کو ٹالنے کے لیے اور قاتلوں کو حراست میں لینے کے لیے امیر المومنین نے یہ تدبیر فرمائی تھی کہ قتل کے معاملہ کی گہری چھان بین اور تفتیش (Investigation) کے لیے چندہ، باشعور اور ہوشیار متلاشی اور کھوجی محققین کا اعلیٰ افسران پر مشتمل دستہ تشکیل دیا تھا اور یہ دستہ مصروف تحقیق و تفتیش تھا۔ لہذا قاتلوں کی گرفتاری اور سخت سزا کی عملی صورت اختیار کرنے میں تاخیر اور دیر ہو رہی تھی۔

تحریک قصاص چلانے والے لوگ حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گاہے بگاہے پوچھتے تھے کہ امیر المؤمنین نے قاتلوں کو سزا دینے کا جو وعدہ کیا ہے اس کا کیا ہوا؟ بلکہ یہ لوگ ان دونوں حضرات پر دباؤ ڈالتے تھے کہ آپ کے اطمینان دلانے کی وجہ سے ہم لوگ اب تک خاموش ہیں۔ لہذا امیر المؤمنین سے رابطہ کر کے ان کے کیے ہوئے وعدہ کو عملی جامہ پہنا کر ہمارا قصاص کا مطالبہ پورا کرنے کے سلسلہ میں پہل کریں۔

حضرت علی کی الجھنوں میں ملوث کیفیت سے یہ دونوں اچھی طرح واقف تھے۔ انہیں امیر المؤمنین پر پورا یقین اور بھروسہ تھا کہ وہ اپنا وعدہ ضرور نبھائیں گے۔ لیکن مذموم حالات کی کیفیت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت، مشقت اور دشواری سے دوچار ہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں امیر المؤمنین کے جتنے معاونین و تبعین ہیں، وہ محدود اور قلیل تعداد میں ہیں۔ علاوہ ازیں اس وقت لشکر پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اکثر مجرم لشکر میں گھس پیٹھ کر چکے ہیں۔ قصاص کے تحت اقدام کے تحت ان لشکریوں پر پنجہ کسنے کی صورت میں پورا لشکر ان کی حمایت و نصرت میں آ کر بغاوت کر دے، ایسے بھرپور اور یقینی امکانات ہیں اور لشکر کی بغاوت کے وقت مدینہ طیبہ کے مقامی معاونین کارآمد نہیں۔ لہذا وقت کا تقاضا یہی ہے کہ امیر المؤمنین کے ہاتھوں کو مضبوط کیا جائے اور اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ مکہ معظمہ اور بصریٰ میں جو اسلامی لشکر پڑاؤ کیے ہوئے ہے، اس کو مدینہ طیبہ بلا لیا جائے۔ علاوہ ازیں مکہ معظمہ اور ارد گرد کے مقامی لوگوں کو بھی دارالسلطنت مدینہ میں بلا کر امیر المؤمنین کی طاقت میں مزید اضافہ کیا جائے۔

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اگر ہماری اس تجویز کو ہم امیر المؤمنین کے سامنے پیش کریں گے، تو وہ منظور

نہیں کریں گے بلکہ یہ فرمائیں گے کہ مکہ اور بصرہ کے لشکر کو مدینہ طیبہ بلانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ مقامی طور پر موجود لشکر اور معاونین کے تعاون سے میں اکیلا نپٹ لوں گا اور غالب ہو جاؤں گا۔ امیر المومنین خود اعتمادی کا جذبہ رکھنے والے متوکل شخص ہیں۔ صبر و توکل کے بلبوتے پر اکیلے اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ وہ تکلیف و مصیبت میں پڑ جائیں۔ لہٰذا ہم دونوں ان کو اطلاع کیے بغیر مکہ معظمہ چلے جائیں اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت مکہ میں ہیں۔ ہم ان کو لے کر مکہ معظمہ اور اطراف کے لوگوں کو جمع کرنے میں ان کا تعاون حاصل کر لیں گے اور اگر وہ لوگوں کو پکاریں گی، تو کثرت سے لوگ جمع ہو جائیں گے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاتلان عثمان کے خلاف "قصاص" کی بلا توقف کاروائی (Prampt Action) کرنے میں کسی قسم کی تکلیف و دشواری نہ ہو۔

اس نیک اور مخلص ارادے سے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے خاص معتمد لوگوں کو ہی بتا کر خفیہ طور پر اپنے ساتھ "جیش کوچک" یعنی چھوٹا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گئے لیکن عبد اللہ بن سبا یہودی کے جاسوسوں کو ان کی روانگی کی بھنک لگ گئی۔ جاسوسوں نے اپنے بوس (Boss) تک من وعن اطلاع پہنچا دی۔ عبد اللہ بن سبا یہودی کے شیطانی دماغ (Demonic Mind) نے ایک خطرناک سازش فوراً اختراع کر لی۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے سوچا کہ دونوں صحابی رسول ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تعاون سے اگر مکہ اور بصرہ کے لوگوں کو یہاں لے آئیں گے، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قوت جرأت (Encourage Power/साहस बल) حاصل ہو جانے پر وہ قصاص کے اقدام بلا تاخیر انجام دیں گے اور ہمارے گلے پھانسی کے پھندے میں کس دیے جائیں گے۔

عبداللہ بن سبا یہودی کو حضرت زبیر اور حضرت طلحہ آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے کیونکہ "تحریک قصاص" کے یہی دونوں روح رواں تھے۔ ان دونوں صحابیٔ رسول پر تحریک قصاص کا دارومدار تھا۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں، تو تحریک قصاص کا وجود ہی باقی نہ رہے۔ ان دونوں ہی کی وجہ سے عوام المسلمین کو قصاص کی ترغیب ہوئی ہے اور قصاص کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ان دونوں کی وجہ سے ہمارے سروں پر پھانسی کا پھندا لٹک رہا ہے۔

لہٰذا........

عبداللہ بن سبا یہودی کے تخریبی دماغ نے ایک ایسی بھیانک سازش بنائی کہ ایک لشکر سے دو (۲) کے بجائے چار پرندے مارے جائیں۔ وہ بھیانک سازش حسب ذیل تھی:۔

- قصاص کے معاملے کو لے کر قاتلان عثمان یعنی ہمارے خلاف تحریک چلانے والوں کی پشت پناہی کرنے زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبیداللہ ہمارے لیے راستے کا کانٹا بن کر مزاحم بنے ہوئے ہیں لہٰذا ان دونوں کو قتل کر دینا۔
- مسلمانوں میں آپس ہی میں ایک ایسی بڑی جنگ کرا دینی کہ جس کے سبب سے ملت اسلامیہ میں دائمی طور پر اختلاف، عداوت اور جان لیوا دشمنی کا پودا اُگ نکلے۔
- اس جنگ کی وجہ سے حضرت علی ایک نئی الجھن میں پھنس جائیں گے۔ نتیجۃً حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص لینے کا حضرت علی کا عزم و ارادہ اٹک کر بکھیڑے میں پڑ جائے گا۔
- حضرت علی کی مدد اور تعاون کے لیے مکہ اور بصرہ سے جو لشکر آنے والا ہے، اس لشکر کو ہی حضرت علی کے لشکر سے ٹکرا دینا۔ دونوں فریق میں قتل، غارت اور خونریزی ضرور ہوگی لیکن دونوں فریق (पक्षकार) مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمان ہی

کٹیں گے اور مریں گے۔ بہت اچھا ہے۔ مسلمانوں کو مرنے دو، اس بہانے بھی ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہوگا۔

- قصاص کے معاملے میں مکہ اور بصریٰ کا لشکر حضرت علی کی اعانت اور نصرت کرنے کے بجائے خود حضرت علی کے لشکر سے جنگ کرے گا۔ لہذا قصاص کا معاملہ (Chapter) ہمیشہ کے لیے رفع دفع ہو کر رہ جائے گا اور ہم سب مامون ومحفوظ ہو جائیں گے۔
- جنگ کے نقصان دہ اثرات کی وجہ سے حضرت علی کی انتظامیہ امور کی طاقت اور صلاحیت نقصانات ہموار کر کے انتظامیہ امور کو موزوں، یکساں اور معتدل کرنے میں خرچ ہو جائے گی اور حضرت علی خسارہ ہموار کرنے میں ایسے منہمک اور مصروف ہو جائیں گے کہ ان کی تمام تر قوت وصلاحیت بے جا صرف اور ضائع ہو جائیں گی۔ لہذا "شیعہ فرقہ" کی نشر واشاعت کے مشن کے لیے ہمیں وسیع اور کھلا میدان دستیاب ہو جائے گا۔ حضرت علی خود الجھنوں میں ایسے پھنس جائیں گے کہ ہماری شیعہ فرقہ کی تحریک سے ان کا دھیان ہٹ جائے گا۔ ہم بے جھجک اور بغیر کسی روک ٹوک کے ہماری شیعہ فرقہ کی تحریک کی نشر واشاعت آسانی سے کر سکیں گے۔

"حالات کی نزاکت کا ہچکولا اور ابن سبا کا خود کے منصوبے میں کامیاب ہونا"

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ساتھ چھوٹا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ اثنائے راہ یہی سوچا تھا کہ مکہ

معظمہ پہنچ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حالات کی پوری کیفیت اور تفصیل سے واقف کریں گے لیکن عجیب اتفاق ہوا کہ اثنا ِ راہ (on way) ہی ان کی ملاقات ام المومنین سے ہوگئی، در اصل ہوا یہ کہ دونوں حضرات مدینہ منورہ سے روانہ ہوں اس کے پہلے ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آنے کے لیے روانہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عائشہ کے ساتھ بھی حفاظتی دستہ بشکل چھوٹے لشکر تھا۔

دونوں صحابیِ رسول نے ام المومنین کی خدمت میں مدینہ منورہ کے موجودہ حالات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عثمان کو بے رحمی سے شہید کرنے والے ظالم قاتل لشکر حیدری میں شامل ہو گئے ہیں۔ حضرت علی اکیلے ان کو قابو کر سکیں، ایسے حالات نہیں ہیں۔ حضرت علی کا ان پر قابو پانا دشوار بلکہ نا ممکن ہے۔ لہٰذا وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس علاقے کے لوگوں کو بھاری تعداد میں اپنے ساتھ لے کر مدینہ شریف پہنچیں اور قصاص (Tallon) کے مشن میں تعاون کر کے امیر المومنین کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اور ہاں! ہم دونوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لہٰذا صدق دل سے کی ہوئی بیعت کا فریضہ بھی ہے کہ ہم امیر المومنین کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر ان کا ہر ممکن تعاون کریں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس معاملہ میں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف قصاص کی کاروائی ضرور ہونی چاہیے اور کاروائی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم ہر ممکن کوشش کر کے امیر المومنین حضرت علی کا ساتھ دیں۔ ام المومنین کی تائید ملتے ہی حضرت زبیر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اطراف و اکناف کے علاقوں میں اعلان کرا دیا۔

اعلان ہوتے ہی کثرت سے لوگ امنڈ پڑے اور بھاری تعداد میں لشکر جمع ہو گیا۔ ہتھیاروں اور سامان جنگ سے لیس لشکر کے ساتھ حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ ایک مستحکم، مخلص اور صداقت پر مبنی منصوبے، ارادے اور جذبے کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔

حضرت زبیر اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتے ہی عبداللہ بن سبا یہودی نے سازش کی شطرنج کی چال کے مہروں کو حرکت دیتے ہوئے اپنے ذی شعور نمائندوں کے ذریعے امیر المؤمنین حضرت علی کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ خفیہ طور پر مدینہ سے روانہ ہو کر حضرت عائشہ کو ملنے مکہ گئے ہوئے ہیں اور مکہ میں انہوں نے لشکر جرار جمع کیا ہے اور ان کا ارادہ ٹھیک نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ آپ پر حملہ آور ہونے آ پہنچیں۔ علاوہ ازیں حضرت زبیر اور حضرت طلحہ نے آپ کی بیعت بھی توڑ دی ہے اور کھلم کھلا آپ کی مخالفت میں میدان میں آ گئے ہیں۔ لہذا اسلامتی، حفاظت، تاکید اور احتیاط برتنے میں کسی بھی قسم کی غفلت، لاپرواہی اور غیر محتاط ہو کر رہنا نقصان دہ اور مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے حضرت علی تک یہ اطلاع حکومت کے انتظامیہ امور کے محکمہ کے اعلیٰ عہدے دار جو اس کے مرہون منت تھے، ان کے ذریعے پہنچائی تھی۔ خود کبھی بھی امیر المؤمنین سے بلاواسطہ رابطہ نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنی پہچان (Image) "اہل بیت اور حضرت علی کا جاں نثار عاشق لشکر حیدری کا ادنیٰ سپاہی" کی بنا رکھی تھی۔ لہذا وہ ہر سازش میں گمنامی کے پردہ میں رہتا تھا اور لالچی و رشوت خوروں کو ہی قربانی کا بکرا بنا دیتا تھا۔ گویا بند لفظوں میں یہ کہتا تھا کہ "چہ ہ چابیا سولی پر"۔

اس قسم کی متعدد خفیہ اطلاعات، خبریں اور رپورٹ موصول ہونے پر حضرت علی نے سوچا کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ مجھ سے جنگ کرنے مدینہ پر چڑھائی کریں اور یہاں کا

ماحول مزید خراب ہو، اس سے بہتر یہ ہے کہ میں خود مدینہ چلا جاؤں [illegible]
المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج کے لیے گئی ہوئی ہیں اور وہ بھی [illegible]
ہیں۔ لہٰذا ان کے درمیان کیری اور [illegible] سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کے ساتھ تفصیل [illegible]
کی گفتگو ہو سکتی ہے۔ اور دونوں فریق کے درمیان مدینہ میں جنگ [illegible]
کیونکہ کوئی بھی فریق جنگ کرنے کے قصد و ارادہ سے لشکر لے کر [illegible]
معظمہ میں جنگ کی کوئی گنجائش ہی نہیں بلکہ زبانی (Orally) گفتگو [illegible]
کے ذریعہ امن و شانتی سے بات چیت ہو سکے گی اور غلط فہمیاں دور کی جا سکتی ہیں۔

امیر المومنین، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خدام [illegible]
پہنچاتے ہوئے مدینہ منورہ سے ایک قافلہ کی شکل و صورت میں بیت اللہ [illegible]
معظمہ جانے کے لیے روانہ ہوئے لیکن عبداللہ بن سبا یہودی نے [illegible]
میں شامل ابن سبا یہودی کے آدمیوں نے حضرت علی کی عقیدت، محبت اور جان قربان کرنے
کے جذبے کا مظاہرہ کرنے کا دکھاوا کر کے حضرت علی کی حفاظت و ملاقات کے لیے اپنی [illegible]
کی بازی لگا کر اپنی جان نچھاور کرنے کی تیاری اور جلت اظہار ساتھ میں آنے کی ضد [illegible]
اور جبراً ساتھ میں آ گئے۔ علاوہ ازیں اثنائے راہ جو بھی گاؤں یا آبادی آتی ان کو بھی سبائی
یہودی سپاہیوں نے حضرت علی کی اعانت و مدد کے نام پر اصرار کر کے ساتھ میں لیتے گئے اور
کیفیت یہ ہوگئی کہ قافلے کی شکل کا چھوٹا سا لشکر عظیم الشان لشکر جرار بن گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے مکہ جا رہے تھے اور
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے لشکر کو لے کر مکہ سے مدینہ منورہ جا رہی تھیں۔ راہ میں
"بصرہ" نام کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے۔ اس عجیب اتفاق اور اچانک ملاقات

ہو جانے پر دونوں فریق تعجب، اچنبھے اور حیرت کے تاثر سے خوشی خوشی ایک دوسرے سے ملے۔ ایک دوسرے کو "مرحبا اور اھلاً و سھلاً" کہہ کر محبت، اخوت اور خوشی کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے کی خیریت پوچھی۔

دونوں لشکروں نے بصرہ ہی میں پڑاؤ کرنے کا طے کیا۔ ایک وسیع میدان میں دونوں لشکر نے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پڑاؤ کیا اور دونوں لشکر میں خیمے (Tent/तंबू) نصب کیے گئے۔ خیموں میں قیام گاہ کی فراہمی کی کام گری سے فارغ ہو کر دونوں فریق کی ام المؤمنین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں ایک نشست (Meating) ہوئی اور دونوں فریق کے درمیان تعاون کے جذبے کے ساتھ جو محبت آمیز گفتگو ہوئی، اس کی ایک جھلک ذیل میں ہے:۔

◈ <u>حضرت علی:۔</u> کیا تم دونوں نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟

<u>حضرت زبیر:۔</u> بیشک! ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور جب ہم نے آپ سے بیعت کی تھی تب آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف "قصاص" کے تحت اقدام بہت جلد اٹھائیں گے لیکن بیعت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ قاتلانِ عثمان نے آپ کے لشکر میں بھرتی ہو کر اپنا تسلط اور غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ہم اس حقیقت سے بھی اچھی طرح آگاہ اور خبردار ہیں کہ قاتلوں کے خلاف قصاص کے تحت قدم اٹھانے میں آپ کی کوششیں مسلسل اور بلا تاخیر جاری ہیں لیکن کچھ الجھنوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے قاتلوں کے خلاف قصاص کے ضمن میں سخت اور عبرتناک سزا دینے کے معاملے میں دیر ہو رہی ہے۔

- **حضرت علی:۔** تو پھر تمہارا یہاں مکہ معظمہ آ کر حضرت عائشہ کے ساتھ مل کر کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

حضرت زبیر:۔ ہم اس فیصلے پر آئے ہیں کہ مکہ اور اطراف کے علاقوں کے مسلمانوں کو قصاص کی تحریک میں شامل کر کے کثیر تعداد میں مسلمانوں کو جمع کر کے قصاص کے مطالبے کی صدا بلند کر کے آپ کا ساتھ دیں۔ قصاص کے معاملے میں سزا کے اقدام اٹھانے میں آپ کا تعاون کرنے ہم ان تمام کو آپ کے معاون ومددگار کے طور پر مدینے لے آنا چاہتے ہیں۔

- **حضرت علی:۔** کیا اس حقیقت کا تمہیں یقین ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں بلاواسطہ یا بالواسطہ(Direct Or Indirect) میں ملوث نہیں اور میرا دامن بالکل پاک ہے؟

حضرت زبیر:۔ بیشک! آپ اپنے قول میں بالکل سچے ہیں۔

- **حضرت علی:۔** میں نے ایسا سنا ہے کہ "قصاص" کے معاملے میں آپ دونوں نے میری "بیعت" توڑ ڈالی ہے؟

حضرت زبیر:۔ یا خلیفۃ المسلمین! ہم نے ہرگز آپ کی بیعت توڑی نہیں ہے بلکہ آج بھی ہم آپ کی بیعت پر قائم ہیں۔

- **حضرت علی:۔** تو "قصاص" کے نفاذ کے معاملے میں آپ میرا ساتھ دے کر مجھے مضبوط بناؤ تاکہ میں قاتلوں کو حراست میں لے کر ان کے خلاف کاروائی کر کے انہیں سخت سزا دوں۔

حضرت زبیر:۔ اے امیر المومنین! ہم مکمل طور پر آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے زیر دست رہ کر آپ کے ہر حکم کی تعمیل کر کے ہر قسم کی خدمت کرنے کے متمنی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں مذکورہ گفتگو کرنے کے بعد امیر المومنین، مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے میں تشریف لے آئے اور تمہیدی گفتگو میں تبادلۂ خیالات کے ضمن میں تفصیلی وضاحت کے بعد نماز عصر کے بعد ایک "صلح نامہ و اقرار نامہ" (Agreement) مرتب کیا گیا۔ بعد میں اسے پڑھ کر دونوں فریق کے حاضرین کو سنا دیا گیا۔ جس کو فریقین کے تمام افراد نے قبول و منظور رکھا۔ صرف دونوں فریق کے موجود تمام حضرات کے دستخط اور مہریں ثبت کرنا باقی تھا۔ اتنے میں دونوں لشکر کے کیمپ میں مغرب کی نماز کی اذان کی صدا بلند ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپ ہماری ہی چھاؤنی (Camp) میں نماز مغرب پڑھائیں اور ہمیں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی سعادت سے بہرہ مند فرمائیں۔ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنا ہمارے لیے باعث فرحت و شادمانی ہوگا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گزارش کا خلوص اور محبت کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے امیر المومنین، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت رات کا اندھیرا ہو گیا ہے اور صلح نامہ پر صبح کے وقت دستخط ہوں گے۔ لہٰذا اس وقت تو میں اپنی چھاؤنی میں جا کر نماز ادا کروں گا کیونکہ نماز مغرب کے فوراً بعد اپنے مشیروں (Advisers) اور معاونین کو جمع کر کے انہیں صلح نامہ اور اس کی تحریر کا مسودہ سنا کر پوری تفصیل سے مطلع کروں گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں ان کا مشورہ اور تائید بھی ضروری ہے۔

اتنا ارشاد فرمانے کے بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رخصت ہونے کی اجازت طلب فرمائی۔ حضرت زبیر بن عوام کی تو یہی دلی خواہش تھی کہ امیر المومنین حضرت علی نماز مغرب کی امامت فرمائیں اور ہم

ان کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کریں لیکن امیر المومنین کی مرضی وارادے کے سامنے مزید اصرار نہ کیا اور اجازت دینے پر رضامند ہو گئے۔ لہذا امیر المومنین حضرت علی نے رخصت ہونے سے پہلے حضرت زبیر کو گلے لگایا اور بڑی گرم جوشی، تپاک اور پیار سے مصافحہ ومعانقہ کیا اور محبت واخلاص کے سلوک کا مظاہرہ فرماتے ہوئے رخصتی سلام اور دعا کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے سے رخصت ہوئے اور وہاں سے رخصت ہونے کے بعد اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔

"منافقوں کی خطرناک سازش اور رات کے اندھیرے میں جنگ کی آگ کے شعلے لپکے"

مغرب کی نماز کے بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کے اہم عہدے دار، اپنے خاص مشیر اور معاونین کو اپنے خیمہ میں جمع کر کے انہیں صلح نامہ کے تعلق سے اطلاع دی اور فرمایا کہ صلح نامہ کا مسودہ (Draft) تیار ہو چکا ہے، صرف دستخط اور مہر (Stamp) باقی ہیں۔ جو آئندہ صبح کو کرنے میں آئیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے انہیں شہید کر دینے والے قاتلوں اور بالخصوص منافقوں کے گرو گھنٹال عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے چیلے صلح نامہ کی تفصیل معلوم کر کے بھڑک گئے اور ان کے پیٹ میں ہول سی اٹھنے لگی۔ گویا کہ ان کے پاؤں تلے زمین سرک گئی۔ انہیں یقین کے درجہ میں یہ خوف محسوس ہو گیا کہ امیر المومنین حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جو ایک ہو گئے اور ان میں اتحاد واتفاق قائم ہو گیا تو ہماری خیر نہیں کیونکہ یہ چاروں ایک ساتھ مل کر "تحریک قصاص" کے مطالبے کو ضرور انجام دیں

گے اور ہماری گردنیں پھانسی کے تختے پر لٹک جائیں گی۔ خود کو پھانسی کے تختے پر لٹکے ہوئے کا منظر اور نقشہ اُن کی آنکھوں میں پھرنے لگا۔

لہٰذا شب میں نمازِ عشاء کے بعد اہم اہم آدمیوں، عہدیداروں اور قتلِ عثمان میں اہم رول ادا کرنے والوں نے بند خیمہ میں نہایت خفیہ میٹنگ منعقد کی۔ اس میٹنگ میں شامل ہونے والے ہر شخص کو اپنی ہی فکر تھی۔ تمام یکساں لرزہ اور خوف کی کپکپاہٹ سے تھر تھر کانپتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے متفقہ طور پر یہ تجویز طے کی کہ صلح نامہ اگرچہ لکھا جاچکا ہے، لیکن اس میں دستخط اور مہر کرنا تو باقی ہے، اگر صلح نامہ پر مہر اور دستخط نہ ہوں، اسی میں خیریت ہے۔ دستخط نہ ہوسکنے کی صورت میں ہی "سب سلامت" کی خفیہ گونج ہے، جسے ہمیں ساز کی بلند جھنکار کے روپ میں سماعت کرنا ہے۔

لہٰذا ان لوگوں نے ایک خطرناک سازش تشکیل دی اور.........

سازش اور منصوبے کے مطابق لشکر حیدری سے عبداللہ بن سبا یہودی کے خاص چیلے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل آدھی شب کے وقت اپنے اپنے خیمے سے تیر، کمان، تلواریں، نیزے اور دیگر ہتھیاروں کے ساتھ باہر نکلے اور دونوں لشکر کے پڑاؤ (Camp) کے درمیان جو خالی میدان تھا، وہاں کسی بھی قسم کا شور کیے بغیر جمع ہوئے۔ رات کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دونوں لشکر کے لوگ گہری نیند میں سوئے ہوئے تھے کہ اچانک ان منافقوں نے منصوبہ بندی کے تحت عمل شروع کیا۔ آدھے منافقین نے اپنا رخ حضرت علی کے کیمپ کی طرف اور باقی لوگوں نے اپنا رخ حضرت زبیر کے کیمپ کی طرف پھیر لیا اور دو (۲) حصوں میں ہوکر ایک ساتھ دونوں کیمپ کی طرف تیر برسانے شروع کر دیے۔ تیر اتنی کثرت اور شدت سے برسانے شروع کیے کہ ایسا لگتا تھا کہ دونوں لشکر کے کیمپ پر تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔

گہری نیند میں سوئے دونوں لشکر کے لوگ تیروں کی بوچھار پڑنے سے گھبرا کر اور چونک کر اٹھ گئے۔ اور ہاتھ لگا ہتھیار لے کر اپنے خیموں سے باہر آ کر میدان میں کود پڑے۔ دونوں لشکر میں ہلچل اور تہلکہ مچا ہوا تھا۔ اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ صرف ''مار ڈالو'' اور ''کاٹ ڈالو'' کی بلند اور ڈراؤنی آواز ہی سنائی دیتی تھی۔ ایک دوسرے کو تہس نہس کر ڈالنے کے جوش وجنون میں تیز رفتاری سے چلنے والے تیروں کی کھنک اور تلواروں کی چقاچاق کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک ایک شور وغل نہایت بلند آواز سے سنائی دینے لگا کہ'' فریق مقابل کے سربراہ ایک طرف سے تو صلح کے ڈھول بجا رہے ہیں اور دوسری طرف سے اپنے آدمیوں کے ذریعے ہم پر حملہ کرا کے دغا فریب کر رہے ہیں۔''

دونوں فریق کے کیمپ میں یہ آواز بلند سے بلند تر صدا کے طور پر گونجنے لگی۔ لہذا دونوں فریق کے لشکر میں یہ غلط فہمی اور بدگمانی پھیل کر فریق مقابل (سامنے والے گروہ) نے صلح کا ناٹک رچا کر دھوکہ دیا ہے اور رات کے اندھیرے میں ہم جب نیند میں بے خبر سوئے ہوئے تھے تب حملہ کر دیا ہے۔ اس بدگمانی نے لوگوں کو پاگل پن کی حد تک مشتعل کر دیا اور لوگ یہ کہہ کر اپنی جانوں پر کھیلنے کے لیے آمادہ ہو گئے کہ یہ صلح کا ناٹک ہے۔ صلح کے نام پر فریب اور دھوکہ ہے۔ بے خبر سوئے ہوئے پر اس طرح بزدلانہ حملہ کرنے والے دغا بازوں کو تہ تیغ کر ڈالو۔۔۔ کاٹ کے پھینک دو۔۔۔ مار ڈالو۔۔۔ ٹکڑے کر ڈالو۔۔۔ ختم کر دو۔۔۔ ایسے اشتعال انگیز نعروں کے ساتھ دونوں چھاؤنی کے سپاہی ایک دوسرے کو نیست ونابود کر ڈالنے کے جوشِ جنون میں خون کے پیاسے اور آپے سے باہر ہو کر ایک دوسرے کو کاٹ رہے تھے۔

رات کا گہرا اندھیرا اور گرد وغبار کے اٹھتے بادل کے درمیان آنکھوں کی قوت بصارت یعنی دیکھ سکنے کی صلاحیت قریب قریب زائل ہو چکی تھی۔ صرف دھندلے منظر کے سوا کچھ بھی صاف نظر نہیں آتا تھا۔ کون کس سے لڑتا ہے؟ کون کس کو مارتا ہے؟ کون کس کو تہ تیغ

کرتا ہے؟ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بس صرف تلواریں لہرا کے اور نیزے بھونک کر جو سامنے آتا تھا اس کو خاک وخون میں تڑپا دینے کے علاوہ کچھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ صرف دغا اور فریب کے صدمے اور رنج کے ضرر اور چوٹ سے مشتعل ہو کر دونوں لشکر کے سپاہی مارو۔۔۔ کاٹو۔۔۔ ختم کردو۔۔۔ کے ولولے اور جوش وا کساہٹ میں جو بھی ان کی شمشیر کی زد میں آیا، اس کا سر قلم کر دیتے تھے۔ مسلمان ہی اپنے مسلمان بھائی کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور اس بات کا کسی کو بھی خوف واحساس نہ تھا کہ میں کس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہا ہوں۔ بے تحاشا، مضطربانہ اور اندھادھند نیزہ زنی اور شمشیر زنی سے خون کی ندی بہنے لگی۔ مقتول، مجروح اور سخت زخمیوں کے جسموں سے میدان بھر گیا۔ مجروحین وضرب زدہ سخت زخمیوں کی چیخیں، آہ وبکا، کراہنا، تڑپنا اور مدد کے لیے پکارنا، ان تمام شوروغل سے ماحول نہایت بھیانک بن گیا تھا۔

عبداللہ بن سبا یہودی کے آدمی دونوں لشکر میں گھس گئے تھے۔ خاص کر حضرت عثمان کے قاتل ان کے ساتھ شامل تھے۔ یہ لوگ زیادہ تعداد میں حضرت عائشہ وحضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لشکر میں گھس کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر پر شدت سے تیر برسا کر جنگ کی آگ کو بھڑکتی ہوئی رکھتے تھے اور اس کے علاوہ ان کا اصل مقصد حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ڈھونڈھ لینا تھا اور انہیں شہید کر دینا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں ہی تحریک قصاص کے روح رواں تھے اور قصاص کی سزا کے خوف سے ہراساں ہو کر یہ لوگ اپنی جان پر کھیلنے پر تلے ہوئے تھے۔ بالآخران کی مراد برآئی۔ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو انہوں نے ڈھونڈھ لیا اور نیزوں اور تلواروں سے ان دونوں مقدس حضرات کے مبارک جسموں کو چھلنی کر دیا اور بے دردی اور بے رحمی سے ان کو شہید کر دیا اور حضرت عثمان کی شہادت کے قصاص کی تحریک بھی رفع دفع ہو گئی۔

وہ دس (۱۰) مقدس صحابہ کہ جن کو حضور اقدس ﷺ نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کے مژدۂ جاں فزا سے نوازا تھا، ان کو "عشرۂ مبشرہ" کہا جاتا ہے۔ ان دس مقدس اور خوش نصیب کے اسمائے گرامی کی فہرست اوراق سابقہ میں مرقوم ہے۔ اس فہرست میں نمبر (۲۴) پر حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور نمبر: ۹ پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسمائے گرامی مندرج ہیں۔ ان دونوں جلیل القدر صحابی رسول کی ناگزیر (Inevitable/अटल) قربانی پر یہ جنگ ختم ہوئی۔ اس جنگ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹنی (Camal) پر سوار ہو کر تشریف لائی تھیں۔ عربی زبان میں اونٹ کو جمل کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس اتفاقیہ جنگ کو "جنگ جمل" کہا جاتا ہے۔

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب پتہ چلا کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں شہید ہو گئے ہیں، تو آپ بے چینی، بے قراری، بیتابی اور اضطراب کی حالت میں آنکھوں سے اشکوں کا دریا بہاتے ہوئے ان دونوں کی مقدس لاشوں پر دوڑے آئے اور نہایت ہی غمناک، افسوسناک، دردناک اور چشم نمناک کی حالت میں ان دونوں کو خراج عقیدت پیش کی اور ان کی تعریف کرتے ہوئے دونوں کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔

"جنگ جمل کے تعلق سے کچھ اہم تفصیلات"

- مسلمانوں میں آپس میں لڑی گئی یہ سب سے پہلی جنگ ہے، جو اسلام کی تاریخ کے اوراق میں ایک بدنما داغ اور کلنک کے ٹیکے کی حیثیت سے جنگ جمل کے نام سے مرقوم ہے۔
- جنگ جمل کا دل دوز (۲) غم کرنے والا حادثہ ۳۶ھ کے ماہ جمادی الآخر میں وقوع پذیر ہوا تھا۔

◈ اس جنگ میں دونوں فریق کے کل ملا کر دس ہزار (10,000) افراد شہید و مقتول ہوئے ایسا اکثر مورخین نے لکھا ہے۔ لیکن امام المفسرین، حافظ الاحادیث امام جلال الدین سیوطی المتوفی: ۹۱۱ھ کے قول کے مطابق کل تیرہ ہزار (13,000) افراد نے اپنی جان گنوائیں۔ (حوالہ:۔ تاریخ الخلفاء" اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۱۷۲)

◈ شیعہ فرقہ کے متبعین "جنگ جمل" کے وقوع پذیر ہونے کے مجرم حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو قرار دیتے ہیں اور ان پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ تینوں اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کے دشمن تھے اور ان کو کسی نہ کسی بہانے حضرت علی سے جنگ لڑنی تھی۔ لہذا انہوں نے حضرت عثمان کی شہادت کے قصاص کے بہانے جنگ جمل کے سانحہ کو وجود دیا۔

◈ جنگ جمل کے ضمن میں خارجی فرقہ کے متبعین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجرم اور قصوروار مانتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قصور اور بے گناہ تھے۔ پھر بھی ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے انہیں شہید کیا گیا ہے۔ لہذا ان کے قاتلوں سے قصاص (بدلا و سزا) کا مطالبہ مناسب بلکہ لازمی اور ضروری تھا لیکن حضرت علی قصاص کے طرفدار نہیں تھے اور قاتلوں سے قصاص نہیں لینا چاہتے تھے۔ لہذا "تحریک قصاص" کا جن دو حضرات پر دارومدار تھا، ان دونوں یعنی حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کے لیے مدینہ منورہ سے بصرہ کی طویل مسافت طے کر کے پہنچے اور "جنگ جمل" کا غمناک حادثہ ہوا۔

◈ جنگ جمل کے ضمن میں "اہل سنت و جماعت" کے حق پرست اور جنتی علماء و متبعین دونوں فریق کو حق بجانب اور بے قصور مانتے ہیں۔ کسی بھی ایک فریق کو مجرم اور قصوروار ٹھہرانے کے بدلے عبداللہ بن سبا یہودی اینڈ کمپنی اور حضرت عثمان کے قاتلوں کو ہی یقینی طور پر مجرم مانتے ہیں۔

❂ "جنگ جمل" وقوع پذیر ہوگی، ایسا دونوں میں سے کسی فریق کو وہم وگمان تک نہ تھا۔ کیونکہ "بصرہ" نامی مقام پر جب دونوں لشکر کی اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ تب دونوں فریق اخلاص ومحبت، انبساط وفرحت، جوش وخروش، شادمانی وخوشی، تفریح طبع، وجد واشتیاق، گرم جوشی اور لگن سے جس طرح ملے تھے، اس سے یہ شبہ کا شائبہ بھی کسی کے دل میں نہیں تھا۔ صاف دل کے پر خلوص جذبات اور صلح، امن کی فضا قائم کر کے بلا کسی بحث ومباحثہ یا حجت اور اختلاف کے متفقہ طور پر صلح نامہ کا جو مسودہ تیار کیا تھا، اسے فریق نے بخوشی قبول اور منظور رکھا اور دونوں فریق کی رضامندی سے دستخط اور مہر ثبت کرنا صبح تک مؤخر کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی شیعہ فرقہ کے متعصب عناصر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقیدت اور محبت کا ڈھونگ رچانے والے اور حضرت علی کی الفت اور جذبۂ ایثار وقربانی کا دکھاوا کرنے والے صرف اور صرف بغض وعناد کے فاسد نظریہ سے متاثر ہوکر "جنگ جمل" کے وجود میں آنے کا الزام حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سر تھوپنے کی مذموم حرکت کرتے ہوئے انہیں مجرم وقصوروار ٹھہرا کر ان کی شان اعلیٰ وارفع میں گستاخی، توہین اور بے ادبی کرتے ہوئے رذیل، فحش، ناز یبا، نامناسب الفاظ بکنا، گالیاں دینا، تبرا کرنا، مذموم ومقبوح جملے کسنا وغیرہ جیسی قابل ملامت حرکتیں کر کے اپنی کمینگی، رذالہ پن، خفت، کم ظرفی اور ہلکا پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کچھ غالی شیعہ نے تو ان اعلیٰ رتبہ ہستیوں کو گالیاں دینے کی اپنی ملعون حرکت کو "حب علی" سمجھ رکھا ہے۔ ان کا حب علی کا دعویٰ عبث اور مضحکہ خیز وتمسخری ہے۔ ایسے لوگ اپنے زعم وگمان میں خود کو "حیدری" اور حضرت علی کا عاشق زار سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ عاشق علی نہیں بلکہ دشمن علی ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان فیض ترجمان سے جن کی تعریف، توصیف اور فضیلت بیان فرما کر جنہیں "جنتی" فرمائیں۔ ایسے بزرگوں کو یہ گالیاں دیتے ہیں۔

◈ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے "قصاص" کے مطالبے کو خود امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مناسب بلکہ لازمی و ضروری فرمایا۔ قاتلوں کو گرفت میں لے کر انہیں سخت سزا دینے میں حضرت علی سے جو تاخیر ہوئی تھی، وہ پراگندہ ماحول کی سنگینی کی وجہ سے تھی اور اس کا اعتراف خود حضرت زبیر کو بھی تھا۔ اس لیے دونوں فریق نے ایک دوسرے کا تعاون، ساتھ، حمایت اور نصرت کر کے متحد و متفق ہو کر قصاص کے مشن کو کامیاب کرنے کا سمجھوتا بھی کیا تھا اور صلح نامہ بھی مرتب کر لیا تھا لیکن اس پر عمل پیرا ہونے سے پہلے ہی فتنہ و فساد کے خواہاں، بلوائی، قاتل اور عبد اللہ بن سبا یہودی کے متبعین نے جنگ کی آگ کے شعلے ایسے خطرناک انداز میں بھڑکائے کہ دونوں فریق میں سے کسی کو بھی سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا اور شدت آمیز غصہ اور اشتعال کے بے قابو جذبے سے بغیر سوچے جلتی آگ میں کود پڑے۔

◈ جنگ جمل کے وجود میں آنے والے حادثے کے حالات، ماحول، صورت حال، واقعہ کی سنگینی اور کیفیت کا غیر جانبدارانہ اور انصاف پسند نگاہ سے جائزہ لے کر اس کا تجزیہ (Analysis/पृथक्करण) کیا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آئے گا کہ دونوں فریق بے قصور تھے۔ اگر قصور ان کا تلاش کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ خوف کے تصور، انجان خطرے کا ڈر، بدگمانی، غیر سمجھ، بے تحاشہ اشتعال میں غلط عجلت، نامناسب جلد بازی اور سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کے لمحات کا فقدان اور منافقوں کی منصوبہ و منظم سازش کا نتیجہ یعنی ملت اسلامیہ کی سب سے پہلی جنگ یعنی جنگ جمل:۔

> یہ جبر بھی دیکھا ہے تاریخ کی نظروں نے
> لمحوں نے خطا کی تھی، صدیوں نے سزا پائی

الجھنوں، دقتوں، دشواریوں اور بکھیڑوں سے
مُلوّث حضرت علی کا دورِ خلافت

خلیفۂ سوم، امیر المومنین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''شہادت'' ملت اسلامیہ کے لیے ایک غمناک اور جھلسا دینے والا حادثہ تھا۔ اس حادثہ کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کے ٹوٹنے کی ابتدا ہوئی۔ ماحول حد درجہ پراگندہ تھا کہ اس کو ازسرِ نو بحال اور منظم کرنا ایک دشوار مرحلہ تھا۔ عبداللہ بن سبا یہودی کی تخریبی سازشوں کی حرکتیں ملت اسلامیہ کی بیخ کنی اور تباہی میں سرگرم تھیں۔ شیعہ فرقہ کی نشر و اشاعت کی مذموم تحریک جوش و خروش سے پروان چڑھ کر پھل پھول رہی تھی۔ ان تمام قبائح اور خرافات پر قابو پا کر حکومت اور معاشرے کے نظم و نسق اور حکومت کے قوانین کے نفاذ کو کامل طور سے عائد کرنے کے اقدام و انتظامات میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصروف و منہمک تھے لیکن حالات ''ایک ایک قدم سو سو رنگ بدلنا'' والے محاورے کے مصداق تھے۔ ملت اسلامیہ کے افراد متفرق گروہ میں بٹ چکے تھے اور ''ایک کی ایک سے نہیں بنتی تھی'' کا سماں طاری تھا۔ مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو ختم کر کے ماضی کی طرح ازسرِ نو اتحاد و اتفاق اور اخوت بین المسلمین کی فضا قائم کرنے کے لیے آپ ہر ممکن کوشش کر رہے تھے لیکن ان سب بکھیڑوں کو راست و درست کرنے کے سلسلہ میں آپ کی حالت ''رات تھوڑی سوانگ بہت'' اور ''رات تھوڑی کہانی بہت'' والی مثال کے مصداق بنتے ہوئے ''وقت تھوڑا۔ کام بہت'' جیسی تھی۔

علاوہ ازیں ''زخم پر نمک چھڑکتے ہوئے'' جنگ جمل کا واقعہ وقوع پذیر ہوا۔ لہٰذا ماحول مزید خراب ہوا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعلیٰ ذہانت، متانت، سنجیدگی،

[illegible] مسلسل ذہنی [illegible] تھی [illegible] اور پریشانی [illegible]

دکھ اور [illegible] سے آپ کو کافی صدمہ گذرا [illegible]

[illegible] کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔

لیکن ......

[illegible] سے ہی [illegible] کا [illegible] ہوا [illegible] سے

ہوا اللہ تعالیٰ اور حسب سابق [illegible] رعب [illegible] سکون کا [illegible]

یہ سب عبداللہ بن سبا یہودی ابن [illegible] کے لیے [illegible] برداشت [illegible] کیونکہ [illegible]

یقین کے [illegible] خوف [illegible] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذرا بھی فرصت ملی تو [illegible] سکون سے نہیں بیٹھنے [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کے خلاف قصاص کی کارروائی کی فائل (File) [illegible]

ہوتی ہے اسے ہاتھ میں لیں گے [illegible] حضرت عثمان کے

قاتلوں کو چن چن کر قصاص کا مقدمہ [illegible] عبداللہ بن سبا یہودی

نے اپنی ٹولی کے تخریبی دماغ والے فسادی اور سازش کے ماہرین کی ایک خفیہ نشست منعقد

کی اور اس نشست (Meating) میں یہ طے کیا گیا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو چین وسکون سے نہیں بیٹھنے دینا چاہیے بلکہ انہیں ہمیشہ پریشانیوں اور الجھنوں اور

بکھیڑوں میں ہی الجھائے ہوئے رکھنا اشد ضروری ہے۔ اس میں ہی ہماری خیریت اور جان کی

سلامتی ہے۔ لہذا اپنے دماغ کے پرزوں کو پورا متحرک کرکے حضرت علی کی الجھنوں میں

اضافہ کرنے والی کوئی اسکیم ڈھونڈ نکالو اور ان شیطانی دماغوں نے ایک سازش مرتب کرکے

ڈالی اور وہ ......؟؟؟؟؟؟

◙ جنگ صفین کا معرکہ:۔

۳۷ھ میں عبداللہ بن سبا یہودی اینڈ کمپنی نے ملت اسلامیہ کو ایک عظیم صدمہ پہنچایا۔ ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کو تہس نہس کر ڈالنے کے اپنے اصلی مقصد اور منصوبے کے تحت انہوں نے ایک بھیانک سازش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ملک شام (Syria/सिरिया) کے گورنر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جنگ کی نوبت کھڑی کر دی۔ اور ۳۷ھ کے ماہ صفر المظفر میں بمقام "صفین" گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جس کا تذکرہ یہاں قصداً اس لیے ترک کیا گیا ہے کہ راقم الحروف فقیر سراپا تقصیر کی ایک سو چھہتر ویں (۱۷۶) کتاب "حضرت امیر معاویہ حقیقت کی آئینہ پر" میں اس جنگ یعنی "جنگ صفین" کے تعلق سے تفصیلی حالات، پس منظر، جنگ کی کیفیت، وجوہات، نتیجہ، اثرات وغیرہ کے تعلق سے سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

◙ جنگ خوارج (خارجیوں سے لڑائی):۔

۳۸ھ میں "نہروان" نامی مقام پر لشکر حیدری کی خارجیوں کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اس کو "جنگ خوارج" کہتے ہیں۔ جنگ صفین کے موقعہ پر حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان ایک سال کے لیے "جنگ موقوفی" کے سمجھوتے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو کر اور حضرت علی کے لشکر سے الگ ہو کر نیز حضرت علی کی خلافت برحق کا صاف وصریح انکار کرنے والوں کو خارجی کہا جاتا تھا۔ خارجیوں نے اپنا ایک الگ لشکر بنالیا تھا اور ان کی لشکری طاقت اتنی قوی، مضبوط اور اتنی زبردست وزور آور تھی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چڑھائی کرنے کا مصمم عزم وارادہ کیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

خارجیوں کے فساد اور بد امنی کی اطلاع موصول ہوئی۔ چنانچہ آپ نے خارجیوں کی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرداری کے تحت ایک لشکر روانہ فرمایا۔ دونوں لشکروں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور شدت کے ساتھ جنگ ہوئی۔ بالآخر خارجیوں نے ذلت اور رسوائی بھری شکست فاش اٹھائی اور "نہروان" نامی مقام تک بھاگ گئے۔ نہروان میں سکونت اختیار کرنے کے بعد خارجیوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار شروع کر دی اور اطراف کے باشندوں اور مسافروں کے "ناک میں دم کر دیا"۔ تب "مولائے کائنات، امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود وہاں تشریف لے گئے اور خارجیوں پر یلغار کر کے ان کا صفایا کر دیا۔ اس لڑائی میں خارجیوں کا رہبر و پیشوا "ذوالثدیہ" بھی مارا گیا۔

(حوالہ: "تاریخ الخلفاء" از: امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ، صفحہ نمبر ۳۲۵)

خارجیوں نے حضرت علی سمیت کل تین (۳) ہستیوں کو شہید کر دینے کی خطرناک سازش تشکیل دی:۔

جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ خوارج ان تینوں جنگوں میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اوپر (Up) رہا۔ آپ کے "لشکر حیدری" کو فتح و غلبہ حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں "جنگ جمل" کے بعد آپ دار السلطنت (Capital/راجدھانی) ملک حجاز کے مقدس شہر "مدینہ منورہ" سے منتقل کر کے ملک عراق کے شہر "کوفہ" لے گئے۔ ملک کے انتظامی امور کی سہولت اور حفظ و سلامتی کے پیش نظر آپ نے یہ قدم اٹھایا تھا۔

جنگ خوارج میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کا صفایا کر کے ان کی

ایسی گت بنائی تھی کہ اب خارجیوں کا لشکر بھی منتشر اور تتر بتر ہو گیا تھا۔ میدان جنگ میں آر پار کی لڑائی لڑنے کی ان میں قوت، ہمت اور سکت باقی نہ رہی تھی۔ مگر ان کے سینوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت و دشمنی اور جذبۂ انتقام کا لاوا آتش فشاں پہاڑ سے پھٹ کر نکلنے والے سیال مادہ کی طرح ابل رہا تھا۔ لہذا سینہ سپر ہو کر معرکۂ جنگ میں بہادری و شجاعت دکھانے کے بجائے بزدلی اور نامردی کا روپ اپناتے ہوئے ایک خفیہ سازش بنائی۔ چونکہ خارجیوں کے معاون، ناصر، مددگار اور مشیر کی حیثیت سے رئیس المنافقین عبداللہ بن سبا یہودی کے چند وہ باہوش اور خطرناک کھوپڑی کے شیطانی دماغ اور ذہنیت رکھنے والے آدمی کافی تعداد میں روش بدوش تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں نے بھی اچھی تعداد میں شمولیت کر رکھی تھی۔ ان کے ایماء و اشارے اور مشورے سے خارجیوں کے تین (۳) پیشوا اور گروگھنٹال ⊙ عبدالرحمن بن ملجم مرادی ⊙ برق بن عبداللہ تمیمی اور ⊙ عمرو بن بکیر تمیمی یہ تینوں سازش کی تشکیل اور منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی گفتگو کرنے عربستان کے مشہور شہر "مکہ معظمہ" میں جمع ہوئے اور طویل تفصیل و اہم وضاحت و مذاکرہ کے بعد یہ طے کیا کہ صرف تین (۳) اشخاص کی وجہ سے پورے جزیرۂ عرب میں فتنہ و فساد کی آندھی اور ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ان تین (۳) اشخاص کے سبب ہی پوری ملت اسلامیہ حیران و پریشان ہے اور وہ تین (۳) اشخاص ⊙ امیر المومنین حضرت علی ⊙ ملک شام کے حاکم حضرت امیر معاویہ اور ⊙ حضرت عمرو بن العاص ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لہذا ان تینوں کو ختم کرنے کے لیے لشکر جرار جمع کر کے جنگ عظیم کرنے کی قطعاً و اصلاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس وقت اس خفیہ مجلس میں حاضر و موجود صرف ہم تین شخص ہی کافی ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنا منصوبہ منظم پلاننگ سے انجام دیں اور وہ یہ ہے کہ:-

◈ حضرت علی بن ابی طالب کو "کوفہ" میں عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی شہید کر دے۔

◈ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو "دمشق" میں برق بن عبداللہ تمیمی شہید کر دے۔

◈ حضرت عمرو بن العاص کو "مدینہ" میں عمرو بن بکیر تمیمی شہید کر دے۔

یہ تینوں قتل ایک ہی رات میں ایک ہی وقت میں کر دیے جائیں اور قتل کرنے کی تاریخ⊙ پہلی رمضان یا⊙ گیارہ (۱۱) رمضان یا⊙ سترہ (۱۷) رمضان طے کرنے میں آئی۔

(حوالہ:- "تاریخ الخلفاء"۔ از:- امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۷۳)

مذکورہ منصوبہ کے تحت قاتل اپنے اپنے مشن پر کوفہ، دمشق اور مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے اور اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر وہاں کے اپنے خارجی جماعت کے اعتماد و بھروسہ کے مقامی باشندوں کے یہاں خفیہ طور پر مکانوں میں نہایت ہی احتیاط کے ساتھ پوشیدہ ہو کر چھپ گئے اور اپنے اپنے کام کو انجام دینے کی جو تاریخ متعین کی تھی اس تاریخ اور دن کا انتظار کرنے لگے۔

"امیر المومنین حضرت علی کی شہادت"

عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ شہر میں اپنے خاص معتمد خارجی کے مکان پر ٹھہرا ہوا تھا اور وہ مسلسل امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاک اور گھات میں نظر کی ٹکٹکی باندھ کر نگرانی کر رہا تھا۔ تاریخ ۱۹/ رمضان المبارک کی نماز فجر پڑھانے کے لیے امیر المومنین اپنے مکان سے باہر تشریف لائے اور مسجد کی طرف آگے بڑھتے ہوئے راہ میں جو بھی مکان آتے تھے ان مکانوں کے ساکنین کو نماز کے لیے جگاتے جگاتے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ابن ملجم آدھمکا اور آپ کے مبارک سر پر تلوار کا وار کر دیا۔ تلوار کا وار اتنی طاقت اور شدت سے

کیا گیا تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ تک کاٹتی ہوئی ٹھہری۔ اس حملے کا شور ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ تلوار کے وار کا زخم مہلک اور جان لیوا تھا مگر پھر بھی آپ منگل اور بدھ دو (۲) دن تک بقید حیات رہے اور ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعرات مطابق ۲۸ جنوری ۶۶۱ء (A.D.28/01/661) کے دن آپ کی روح مبارک بارگاہ خداوندی کی طرف پرواز کر گئی۔

حضرت امام حسن، امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔

امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ کر کے آپ کو شہید کر دینے والے قاتل شیطان ابن ملجم کو حملے کے بعد فوراً پکڑ لیا گیا تھا۔ اس ظالم کے نجس اور ناپاک بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک ٹوکری (Basket) میں رکھ کر ٹوکری کو آگ لگا دی گئی اور ظالم قاتل راکھ کا ڈھیر ہو کر نیست و نابود ہو گیا۔

(بحوالہ:۔ "تاریخ الخلفاء"۔ از:۔ امام جلال الدین سیوطی۔
اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۳۷۴ اور ۳۷۵)

"ضروری التماس"

اسلام کی تاریخ کے کچھ اہم نکات بہت ہی اختصار اور صرف نشاندہی کے طور پر یہاں تک بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان تمام نکات کے ضمن میں مذکورہ واقعات، حوادث اور سانحات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کی قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کیونکہ اب "شیعہ فرقہ" کی سیاہ تاریخ کا تذکرہ اور اس فرقے کے عقائد شرکیہ، کفریہ، باطلہ، ضالہ کی تفصیل بیان کرنے میں آنے والی ہے۔ ان تمام عقائد باطلہ کو تاریخ اسلام کے میزان عدل

میں قول کرحق اور باطل کے امتیاز کرنے میں اور افہام وتفہیم میں آسانی رہے گی۔

آیئے اب شروع کرتے ہیں اسلام سے خارج اور مرتد ہوجانے والا سب سے پہلا اور پرانا فرقہ یعنی ''شیعہ فرقہ'' ابتداء، آفرینش، بانی، متبعین، توسیع، نشرواشاعت کی منظم (Systematic) تحریک کے لیے سازش، فتنہ، فساد، چھل، مکر، فریب، دھوکہ، دغا، رشوت، غداری، بددیانتی، بے ایمانی اور قتل وغارت گری کی دل آزار، دل افگار، دل سوز اور دل کو دھڑکانے والے ظلم وستم وعیاری کی داستان۔ جسے بغور پڑھیں اور شیعہ فرقہ کے مکر وفریب کے جال میں پھنسنے سے بچ کر اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے چوکنا اور ہوشیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

''شیعہ فرقہ کی نشرواشاعت اور توسیع میں عبداللہ بن سبا یہودی کی جدوجہد''

سب سے پہلے ہم ''شیعہ فرقہ'' کی وجہ تسمیہ (Naming/नाम करण) اور لفظ ''شیعہ'' کے معنی، مطلب اور مراد کی تفصیل معلوم کریں تاکہ مضمون کی معنویت اور وضاحت کی حقیقت بیانی اور شناخت کی کیفیت کا صحیح اندازہ ہوسکے۔

''شیعہ'' یعنی کیا؟ لغت (Dictionary) سے معلوم کریں۔

▣ شیعہ = گروہ (समूह)۔ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت علی کو پیغمبر اسلام کے بعد خلافت کا حقدار مانتا ہے۔ امامیہ کے مذہب کا پیرو (अनुयायी)

(حوالہ: ''فیروز اللغات'' اردو سے اردو۔ صفحہ نمبر: ۸۵۵)

▣ شیعہ = Follower of Hazrat Ali

(حوالہ:۔ English-Urdu-English Dict.

از:۔ ڈاکٹر اے۔حق۔صفحہ نمبر:۹۸۹)

▣ شیعہ = فرقہ، طائفہ۔Partsans⊙ یعنی طرفدار، جانبدار، رفیقSect⊙ یعنی مذہب، فرقہ، جماعتFollowers⊙ یعنی مقلد، پیرو، ملازمAdherent⊙ یعنی لگاہوا، چپکاہوا، حمایتی، سہارادینے والا، مرید، پیروکار، ثابت قدم رہنے والا Denomination⊙ یعنی اسم (نام) قسم، عرفیت، لقب، تسمیہ☆Faction یعنی جانبدارانہ اختلاف، فرقہ، ملکی فریق وغیرہ۔

حوالہ:۔ Al-Qamus Arabic- Eng Dictionary.۔صفحہ نمبر:۵۳۱

▣ نوٹ:۔ لغات کے مندرجہ بالا حوالہ جات کا ماحصل یہ ہوا کہ لفظ ''شیعہ'' کا معنی اور مطلب اکثر وبیشتر اتباع کرنے والا اور ماننے والا ہوتا ہے۔ لہذا ''شیعان علی'' کا مطلب حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی اتباع کرنے والا یا حضرت علی کو ہی خلافت کا حقدار ماننے والا ہوگا۔

''شیعہ فرقہ کی ابتداء حضرت علی کے لشکر حیدری سے ہوئی''

قانون کے شکنجہ سے بچنے کے لیے ابن سبا یہودی کے آدمی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتل بھاری تعداد میں حضرت علی کے لشکر حیدری میں بھرتی ہوگئے تھے۔ لشکر میں ایک ساتھ رہنے اور ان لوگوں کی محبت، یاری، دوستی، ہمراہی، ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ساتھ میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے لشکر کے سپاہیوں (Seldiers/افواج) پر شیعہ فرقہ کے عقائد،

خیالات ، نظریات، اندھی عقیدت کے فاسد اعتقادات اور اسلام سے منحرف (Infidel/kafira) کرنے والی منطقی سوچ و بچار اور ان فاسد خیالات تائید وتوثیق کے نور وفکر کی وسیع پیمانے پر اثر ہوئی اور جو سپاہی شیعہ فرقے کے عقائد کی تائید بند لفظوں میں کرتے تھے، وہ اب کھل کر خود کو شیعہ عقائد کے متبع کہنے لگے۔ لہذا لشکرِ حیدری میں شیعہ فرقہ کے عقائد باطلہ کی نشر واشاعت کی لہر دوڑ گئی بلکہ لشکر کے سپاہیوں کی اکثریت ابن سبا یہودی کی مسلسل اور منظم جد وجہد کی وجہ سے شیعہ فرقہ کے دلدل میں غرق ہو چکی تھی۔ البتہ کچھ اہل ایمان دین اسلام کے عقائد حقہ پر پختگی سے قائم تھے اور شیعوں سے بحث ومباحثہ بھی کرتے تھے۔ لہذا لشکرِ حیدری کل چار (۴) حصوں میں مذہبی اعتبار سے بٹ گیا تھا۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) فرقۂ شیعۂ اولیٰ (۲) فرقۂ شیعہ تفضیلیہ (۳) فرقۂ شیعہ سبیہ (۴) فرقۂ شیعہ غلات۔

مذکورہ چاروں قسم کے شیعہ فرقے کے متبعین (Followers) اور ان کے عقائد کے اختلاف سے ان کا تجزیہ (Analysis/qeazu) ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیعہ اولیٰ:۔

شیعہ اولیٰ کے لوگوں کو "شیعہ مخلصین" بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی خلوص واخلاص کے ساتھ دین اسلام کے بنیادی اصولوں کی اتباع کرنے والے یعنی "اہل سنت وجماعت" کے لوگ۔ یہ لوگ عظیم المرتبت صحابۂ کرام اور حضور اقدس ﷺ کی "ازواج مطہرات" یعنی پاک بیویوں کے ساتھ سچا اعتقاد، ان کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام کے حفظ مراتب کا لحاظ کر کے غیر جانب دار (Neutal/azea) رہنے والے لوگ تھے۔ موجودہ اختلافاتِ عقائد، اعتراضات، الزامات اور جھگڑے فساد سے بچ کر دور رہنے والے اور اپنے دل کو بغض وعناد، ریاکاری، کینہ، فریب، چھل، دھوکہ وغیرہ سے پاک صاف اور منزہ رکھ کر اخلاص اور صدق دل

سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع اور تائید کر کے صحیح معنوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے "نشانِ قدم" (पदचिह्न) پر چلے۔ ایسے لوگ ہی "شیعہ اولیٰ" اور "شیعہ مخلصین" یعنی ابتداء کے پرخلوص متبعین کہلائے، کہے جاتے ہیں اور قیامت تک کہے جائیں گے۔ ایسے پرخلوص محبانِ حضرت علی کو "اہل سنت وجماعت" کے عقائد حقہ صادقہ کے حاملین کو عرف عام میں "سنی مسلم" کہا گیا۔ ایسے سچے اور مخلص سنی مسلمانوں کی خود امیر المومنین، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعریف فرمائی اور ان کے پرخلوص رویہ کو سراہا۔

(۲) شِیْعَہ تَفْضِیْلِیَہ:۔

یہ لوگ مولائے کائنات حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دیتے ہیں اور حضرت علی کو تمام صحابہ سے رتبہ و مرتبہ میں اعلیٰ اور سربلند (Excacient/सर्वोत्तम) مانتے ہیں۔ یہ لوگ شیعہ فرقہ کے بانی عبداللہ بن سبا یہودی کے عام شاگرد اور ادنیٰ (Low) درجہ کے متبعین و چیلے تھے۔ اسلامی عقائد و ارکان کے تعلق سے عبداللہ بن سبا یہودی کے شبہات، شکوک، غلط منطق، خیالات فاسدہ، نظریات رذیلہ اور دھوکہ و گمراہی کے دلدل میں غرق کرنے والے شیطانی وسوسوں اور کفر و شرک پر مشتمل عقائد کو حق اور صداقت پر مبنی مان کر ان کو قبول و منظور رکھا تھا۔ ایسے گمراہ لوگوں کی تہدید و سرزنش کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈراتے اور دھمکاتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ اگر میں نے کسی شخص کے متعلق ایسا سنا کہ وہ مجھ کو حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت اور برتری دیتا ہے، تو اس شخص کو میں "اسی (۸۰) دُرّے" (کوڑے) مارنے کی سخت سزا دوں گا۔

(۳) شیعہ سبئیہ :۔

اس فرقہ کے لوگوں کو "عثمانی" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ عبداللہ بن سبا یہودی کے درمیانی (Medium) درجہ کے شاگرد اور متبعین تھے۔ عبداللہ بن سبا یہودی کی تعلیمات اور نظریات وخیالات کو نمبر:۲ "شیعہ تفضیلیہ" کے مقابلے میں زیادہ اخذ کر کے سیکھنے اور اختیار کرنے والے تھے۔ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے مقدس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ظالم، غاصب یعنی زبردستی کسی کا حق مارنے والے، خیانت کرنے والے، منافق بلکہ کافر تک مانتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ضمن میں قاتلوں کے خلاف "تحریک قصاص" کے روح رواں ⊙ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ⊙ حضرت زبیر بن عوام اور ⊙ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے درمیان جو ابتداء میں غلط فہمی کی وجہ سے اختلاف تھا، حالانکہ فریقین میں صلح اور اتحاد واتفاق ہوگیا تھا، لیکن ابتدائی اختلاف کے ضمن میں شیعہ فرقہ کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی کی گمراہ کن باتوں اور تاویلات کے جال میں پھنس کر یہ لوگ بہک گئے تھے اور شیعہ فرقہ کے ناصر وناشر مبلغ اور غایت درجہ کے معاونین بن گئے تھے۔ ان کے شیعہ بننے کا سبب حضرت عثمان کی شہادت کے ضمن میں قصاص کے تعلق سے پیدا شدہ اختلاف تھا، لہذا سب سے پہلے یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف اور دشمن بن گئے اور حضرت عثمان کی شان میں زبان درازی اور گستاخی کرتے ہوئے آپ پر قصوروار، مجرم وغیرہ جیسے الزام عائد کرکے اور اس کے تعلق سے آپ کے خلاف تنقید، نکتہ چینی، تنقیص، اعتراضات اور توہین آمیز جملے کہنے کے لیے زبان کھولی۔ علاوہ ازیں اسلام کے تیسرے خلیفہ کی خلافت کا پایہ ڈالنے کے ذمہ دار اور جواب دہ "شیخین کریمین" یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

تنہا کو وجہ سبب ٹھہرا کر ان کی توہین، تذلیل، تنقیص اور گستاخی کرنا شروع کیا۔ نیز اپنا اختیار کل (Vote-Power) کا استعمال کر کے حضرت عثمان کو خلیفۂ سوم منتخب کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور ان کے فیصلے کو قبول و منظور رکھ کر تائید کرنے والے صحابۂ کرام کی شان میں نازیبا الفاظ گوئی، رذیل قسم کے جملوں کی بکواس بلکہ فحش گالیاں دینے لگے۔

(۴) شیعہ غُلَاۃ :۔

اس گروہ کے لوگ عبداللہ بن سبا یہودی کے خاص الخاص اور چنیدہ شاگرد اور گہرے دوست و احباب تھے، یہ لوگ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "الوہیت" یعنی "اِلٰــہٗ" یعنی "معبود" یعنی پرستش و عبادت کے لائق (पूजनीय) مانتے تھے۔ یعنی حضرت علی کو اللہ اور خدا مانتے تھے۔ ان لوگوں کے فاسد اعتقادات کا نمبر: ا یعنی "غلّص شیعہ اولیٰ" کے ذی شعور اور ذی علم لوگوں نے رد و ابطال کر کے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت علی میں الوہیت کی صفات کے خلاف انسان ہونے کی بہت سی خاصیتیں اور تاثیرات موجود ہیں، لہٰذا وہ ہرگز الوہیت کی صفت سے متّصف نہیں ہو سکتے۔ اس باوقار اور جاہ و جلال سے مُجوّزہ دلائل کو سن کر بہت سے "شیعہ غلاۃ" حضرت علی کو "اِلٰــہٗ" یعنی اللہ ماننے کے عقیدے سے منحرف ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے ایک نیا عقیدہ اختراع کیا کہ حضرت علی چاہے صاف طور سے اللہ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی روح حضرت علی کے جسم میں "حلول" اور "سرایت" کر گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی روح حضرت علی میں منتقل (Transmigration/पुनर्जन्म) ہو گئی ہے۔ (معاذ اللہ) اپنے اس ایمان کش اور کفری عقیدے کے جواز، اثبات و ثبوت میں قرآن مجید کی چند آیات کے من چاہے اور من گھڑت تراجم، تفاسیر، مطالب، مفاہیم اور مقاصد بیان کئے۔ نیز خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ ملفوظات (वचन) اور آپ کی خرق عادت

کرامات کے مضحکہ خیز اور موضوعی مفاہیم اور غلط تاویلات کر کے اپنی بدعقیدگی کی حرکات کو مناسب، درست اور معقول ثابت کرنے کی بے وقوفی کی۔

''شیعہ فرقہ کی جنم کنڈلی اور زچگی کے بعد کے حرکات اور ارتکابات کے مفصل حالات''

ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کے پرزے اڑا دینے والے شیعہ فرقہ کی پیدائش اور وجود لشکر حیدری کے زچہ خانہ (Maternity Home/प्रसूति गृह) میں سپاہیوں اور عبداللہ بن سبا یہودی کی غیر واجبی، غیر متوقع اور غیر مترقبہ تبلیغ اور نامناسب صحبت کی وجہ سے ہوا۔ حیدری لشکر کے چار (۴) اقسام میں سے صرف نمبر: ا یعنی ''شیعہ اولیٰ'' اور ''شیعہ مخلصین'' ہی حق اور ہدایت پر تھے۔ شروع میں ان کی پہچان چاہے شیعہ اولیٰ یا شیعہ مخلصین کی تھی مگر آگے چل کر ان کی پہچان اہل سنت و جماعت کی ہوگئی۔ پھر ان کی پہچان کے نام کے شروع میں جو لفظ ''شیعہ'' تھا، وہ بھی زائل ہوگیا اور پھر دھیرے دھیرے تبدیلی حالات کی بدولت وہ اب صرف ''سنی'' کے نام سے پہچانے جانے لگے۔

قسم اول کے ہدایت یافتہ شیعہ اولیٰ کے لوگوں کو اب ''شیعہ نام'' اور ''شیعہ فرقہ'' سے کوئی سروکار، تعلق، واسطہ اور نسبت نہ رہی، لہذا ان کو شیعہ فرقہ کے تذکرہ ہی سے خارج کر کے باقی ماندہ اقسام کے لوگ جو عقائد شرکیہ، کفریہ، ضالہ اور فاسدہ کی وجہ سے دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، ان تینوں اقسام کے لوگوں کا ''ذکر شر'' صرف شیعہ فرقہ کے نام سے شروع کر رہے ہیں۔

”یہ فرقہ [illegible] (Tribe) عبداللہ بن سبا یہودی کی پیروی [illegible] بٹ گئے اور انہوں نے [illegible] اپنی [illegible] ایک الگ پہچان اور الگ نام [illegible]۔ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(۱) تفضیلی شیعہ

اصل عربی لفظ ”تفضیلی“ ہے۔ یعنی فضیلت دینا۔ اس فرقہ کے شیعہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر فضیلت (Superiority/shmt) دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام ”تفضیلی شیعہ“ ہو گیا۔

(۲) تبرائی شیعہ

اس فرقہ کا اصل نام ”سبیہ شیعہ“ ہے۔ عربی زبان میں لفظ ”سب“ کے معنی گالی کہنے کے ہوتے ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو گالی (Abusire) دیتے ہیں اور گالی دینے کے ساتھ ساتھ لعنت بھیجتے ہیں۔ عربی زبان میں لعنت کرنے کو ”تبرا“ (nwrt) کہتے ہیں۔ یہ لوگ صحابۂ کرام کو تبرا یعنی لعنت کرنے کو ثواب کا کام سمجھ کر کثرت سے صحابۂ کرام پر تبرا کرتے ہیں۔ لہذا اس فرقے کا نام ”تبرائی شیعہ“ مشہور ہوا۔

(۳) غلاۃ شیعہ

اس فرقہ کے لوگوں کو ”غالی شیعہ“ بھی کہتے ہیں لیکن اس فرقہ کا اصلی نام شیعہ غلاۃ

[illegible] (Excas/xtime) [illegible]

[illegible] (Hyperbele) [illegible]

[illegible] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

[illegible]

[illegible] شیعہ [illegible]

[illegible] (Bigotted) [illegible] (Violant) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] شیعہ [illegible]

[illegible] شیعہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱) ۳۶ھ میں جنگ جمل (۲) ۳۷ھ میں جنگ صفین (۳) ۳۸ھ میں جنگ نہروان (۴) ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت (۵) ۶۱ھ میں شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] کی شہادت کا سخت صدمہ اور [illegible] (۶) [illegible] خاندان اہل بیت کے [illegible] حضرت زید بن علی بن حسین [illegible] حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت خاص

طور پر (*) اس کے بعد اولاد علی اور خاندان اہل بیت کے مقدس شہزادوں کی شہادت کے متعدد واقعات، ان کے ساتھ کی گئی ناانصافی، ان پر ڈھائے گئے ظلم وستم، تشدد آمیز زور وزیادتی وغیرہ حوادث اور سانحے سے تبرائی شیعہ فرقہ کو نشر واشاعت کے لیے وسیع میدان مل گیا۔

تبرائی شیعہ فرقہ کے شعلہ بیان مقرروں نے، خطیبوں اور مبلغوں نے اپنے سروں کو پیٹ پیٹ کر، سینوں کو کوٹ کوٹ کر، آہ وبکا کے نغمے لہرا کر، چیخ چیخ کر، تڑپ کر، رو رو اور بلک بلک کر، سخت بے تابی اور بے قراری کا مظاہرہ کر کے اہل بیت اطہار کے نفوس قدسیہ کے سانحے اور ان پر کیے گئے ظلم وستم کی داستانیں ایسے غم اور رقت انگیز انداز میں عوام کے سامنے بیان کیں کہ سامعین بے اختیار روتے اور رونے کی شدت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں، سامعین تڑپنے اور لوٹنے لگتے۔ ان شیعہ مقرروں کی تقریروں نے لوگوں پر جادو کا کام کیا۔ لوگ مسحور ہو کر اتنے متاثر ہوتے کہ ان مقرروں کی ہر بات ان کے لیے پتھر کی لکیر کی طرح اٹل اور حقانیت پر مبنی ہوتی۔ اپنی سحر بیانی اور سحر طرازی سے لوگوں کو مسحور اور گرویدہ کر لینے کے بعد تبرائی شیعہ فرقہ کے واعظین اپنے اصلی مقصد پر آتے اور نہایت اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے کہ:۔

''اہل بیت اطہار کیساتھ ناانصافی اور ظلم وستم آج کل سے نہیں بلکہ خلیفۂ اول ابوبکر صدیق کے زمانے سے ہو رہا ہے۔ خلافت کے سچے حقدار مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین مرتبہ محروم رکھا گیا۔ ابوبکر، عمر اور عثمان یہ تینوں اصحاب رسول کے تعاون اور تائید سے خلافت کے منصب پر چڑھ بیٹھے اور مولیٰ علی مشکل کشا علیہ السلام کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کر کے ان کو ۱۱ھ سے ۳۵ھ تک یعنی کل پچیس (۲۵) سال تک خلافت کے عہدے سے اور خلیفۃ المسلمین کے باوقار منصب سے محروم رکھا۔ صرف پانچ یا سات صحابہ کے سوا تمام صحابہ اہل بیت کے اور بالخصوص مولیٰ علی علیہ السلام کے دشمن تھے۔ لہٰذا ان تمام نے ایک

ساتھ مل کر متفقہ سازش کے تحت ہی حضرت علی کو خلافت کے عہدے سے محروم کر دیا تھا۔"

■ خلفاء ثلاثہ کے دورِ خلافت کے وقوع پذیر تاریخی واقعات میں جھوٹ، کذب، دجل اور اختراعی واقعات کی آمیزش کر کے "سچ کم - جھوٹ زیادہ" کا معجون مرکب بنا کر اور اسے بطورِ دلیل اور ثبوت پیش کر کے یہ بیان کیا کہ تمام صحابہ نے مل کر اہل بیت کے ساتھ ناانصافی اور ظلم و ستم کرنے میں انتہا پسندی کا رویہ اپنایا تھا۔ اس طرح کی منطق اور بقراطی چھانٹ کر بھولے بھالے، جاہل، ان پڑھ، بے علم اور دلوں میں اہل بیت کی سچی عقیدت اور محبت رکھنے والے لوگوں کو بہکایا، ورغلایا، پھسلایا، بھٹکایا اور اتنا مشتعل کیا کہ لوگ غلط فہمی اور بدگمانی کے شکار ہو گئے اور ان کے دلوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت کے خلاف نفرت، کدورت، رنجش، آزردگی، کراہت، بے زاری اور ناگواری کا بدگمان کرنے والا جذبہ پیدا ہو گیا۔ فرقۂ تبرائی شیعہ کے واعظین و مبلغین لوگوں کی اہل بیت کی عقیدت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں صحابۂ کرام کی مخالفت میں اشتعال انگیزی کے ساتھ کھڑا کرنے کے لیے اکساتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

▣ "اہل بیت کی سچی عقیدت اور محبت رکھنے والا کبھی بھی ان ناانصاف اور ظالم صحابہ کے گروہ کو قطعاً ادب و احترام کی اہمیت نہیں دے سکتا بلکہ اہل بیت کی سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جب اہل بیت پر گروہِ صحابہ کی جانب سے ظلم و ستم ہو رہے تھے تب "یا علی ہم نہ تھے" اور "یا حسین ہم نہ تھے" کی وجہ سے ہم اپنی جانیں اہل بیت کے لیے قربان نہیں کر سکے بلکہ کسی بھی قسم کی کوئی قربانی یا خدمت انجام نہیں دے سکے۔ لہٰذا اب ہم "کم-از-کم" اتنا تو ضرور کر سکتے ہیں کہ اہل بیت پر ظلم و ستم ڈھانے والے اور ان کو ستانے والے ظالم اور غاصب صحابہ کے گروہ کے ظلم و ستم کی داستانیں، ان کے کالے کرتوت، ان کی خیانتیں وغیرہ کو لوگوں کے سامنے بیان

کر کے ان کی اصلیت کو ظاہر کریں اور ان پر لعنت بھیجیں۔ یہی محبت اہل بیت کی اولین مانگ اور تقاضا ہے۔

- سراسر غلط اور جھوٹے واقعات، بناوٹی حکایات اور سراسر کذب و بہتان پر مشتمل ظلم وستم کی داستانیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے وقت پھوٹ پھوٹ کر رو کر آنسوؤں کا دریا آنکھوں سے بہا کر، سر پیٹ کر، سینہ کوٹ کر اور گریبان کو چاک کرنے کا تماشا اور ناٹک کر کے اور مصنوعی غم وغصہ کا مظاہرہ کر کے اہل بیت کی محبت کا جام پلانے کی آڑ میں لوگوں کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عداوت، دشمنی کے قاتل زہر کے بڑی سائز کے پیالے پلا دینے میں "معتزلی شیعہ فرقہ" کے رہنماؤں اور مبلغوں کو اس درجہ کامیابی حاصل ہوئی کہ فرقۂ شیعہ کی دیگر شاخوں کو بہت پیچھے دھکیل کر معتزلی شیعہ فرقہ لمبی جست (Jump) لگا کر بہت آگے نکل گیا۔
- نشر واشاعت کے معاملے میں "غلاۃ شیعہ فرقہ" اپنے ساتھی فرقوں سے بہت پیچھے رہ گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان کا فاسد عقیدہ یہ تھا کہ "حضرت علی میں صفات الٰہیہ ہونے کی وجہ سے وہ الٰہ یعنی معبود یعنی خدا ہیں۔" یہ عقیدہ نہایت مُخصب یعنی کٹر پنتھی شیعوں کا تھا اور اس عقیدے کو صرف چند لوگوں نے ہی قبول رکھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس فرقہ کے منتظمین نے رعایت برتتے ہوئے عقیدے میں تھوڑی ترمیم اور تخفیف کرتے ہوئے جدید اصطلاح کے طور پر یہ عقیدہ پیش کیا کہ "حضرت علی صاف طور پر اگرچہ "الٰہ" نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی روح حضرت علی میں یعنی حضرت علی کے جسم میں "سرایت" اور "حلول" کر چکی ہے یعنی داخل ہو چکی ہے۔"

یہ عقیدہ بھی نہایت خطرناک قسم کا اور توحید کے اصول کے بالکل خلاف تھا۔ اس کے باوجود بھی قلیل تعداد میں لوگوں نے اس فرقے کو اپنایا لیکن ان کے ایسے بھیانک توحید کے اصول کے سراسر مخالف عقیدہ ان کے دلوں میں پختہ اعتقاد کے روپ میں نقش نہ ہو سکا۔ لہذا انتہائی میں گہرا غور وخوض، رشتہ داروں اور مخلص احباب کی ہدایت و نصیحت کے نیک نتیجہ کے طور پر اپنے عقائد باطلہ ضالہ سے رجوع کرکے اس خطرناک "غلاۃ شیعہ فرقہ" کو ترک کر دیتے تھے۔ لہذا یہ فرقہ ایک محدود و مقید حلقہ تک منحصر ہو کر نشر و اشاعت اور پھیلانے کے معاملہ میں اپنے ساتھی "تبرائی شیعہ فرقہ" سے مات کھا کر بہت کم تعداد کے لوگوں تک محدود رہا اور عالمی پیمانے پر شہرت حاصل نہ کر سکا۔

- شیعہ فرقہ کے بنیادی تین (۳) فرقوں میں سے نمبر:۱ کا تفضیلی شیعہ فرقہ اپنے دو (۲) ساتھی فرقے یعنی نمبر:۲ کا تبرائی شیعہ فرقہ اور نمبر:۳ کا غلاۃ شیعہ فرقہ کے درمیان الجھ کر اور اٹک کر رہ گیا۔ کیونکہ نمبر:۱ کا یہ تفضیلی شیعہ فرقہ کے متبعین صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیگر تمام صحابۂ کرام پر فضیلت دیتے ہیں۔ نمبر:۲ کے تبرائی شیعہ فرقہ کی طرح صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی، تبرا اور لعن طعن نہیں کرتے۔ لہذا تبرائی شیعہ نمبر:۱ کے تفضیلی شیعہ پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ فرقہ شیعان علی یعنی حضرت علی کے ماننے والوں میں سے نہیں۔ کیونکہ تفضیلی شیعہ اہل بیت کے دشمن صحابہ کو گالیاں دینے، تبرا کرنے اور لعن طعن کرنے سے دور رہتا ہے۔ معتدل اور اعتدال پسند ہونے کی وجہ سے اہل بیت کی محبت اور عقیدت کا حق ادا نہیں کرتا۔

- نمبر:۳ کا غلاۃ شیعہ فرقہ بھی نمبر:۱ کے تفضیلی شیعہ فرقہ کو "شیعان علی" میں سے نہیں مانتا کیونکہ تفضیلی شیعہ کے متبعین غلاۃ شیعہ کی طرح توحید کے خلاف کا غلط عقیدہ

یعنی اللہ تعالیٰ کی روح کا حضرت علی کے جسم میں داخل ہو جانے کے عقیدے کو نہیں مانتے۔ لہذا غلاۃ شیعہ انہیں یعنی تفضیلی شیعہ کو "نواصب" یعنی حضرت علی کو نہیں ماننے والے خارجی مانتے ہیں۔ نتیجۃً تفضیلی شیعہ فرقہ اپنے دو (۲) ساتھی فرقے تبرائی شیعہ فرقہ اور غلاۃ شیعہ فرقے کے درمیان برابر کا سینڈوچ (Sandwich) بن کر رہ گیا ہے۔ "نہ رہے اِدھر کے۔ نہ رہے اُدھر کے" جیسی کیفیت ہوگئی ہے۔ کیونکہ تبرائی اور غلاۃ دونوں تفضیلی کو حضرت علی کو نہ ماننے والے "نواصب" یعنی خارجی مانتے ہیں۔

- شیعہ فرقہ کے بنیادی تین (۳) فرقوں کے درمیان آپسی اختلاف اور تنازع عروج کی اعلیٰ منزل کو پہنچ چکا ہے۔ رنجش، بغض، عناد اور عداوت کی شدت کا یہ عالم ہے کہ تینوں فرقوں کے لوگ صرف اپنے کو ہی حق پر گامزن اور اصلی شیعہ مانتے ہیں۔ بقیہ شیعہ فرقوں کے عقائد غلط اور ناحق مانتے ہیں۔ عقائد اور نظریات کے اختلافات کی بنیاد پر تینوں فرقے کے لوگ ایک دوسرے کو شیعہ کے بجائے خارجی مانتے ہیں اور ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی عقیدت ومحبت کرنے والے متبعین (अनुयायी) صرف ہم ہی ہیں۔

- حالات کے بدلتے رخ اور وقت کی متبدل فضا کے ساتھ ساتھ شیعہ فرقہ میں نت نئے اور اختراعی عقائد ونظریات کی آمیزش اور اضافت ہوتی ہوئی ترمیم، تنسیخ اور تغیر کے ساتھ کئی مخترق باتیں شامل ہوتی گئیں۔ علاوہ ازیں قائدین، مقتدا اور رہبران کی کثرت اور ہر رہبر (नेता) کی انانیت (Igo) کا آپس میں ٹکراؤ اور اختلافات ومنازعات کی وجہ سے آپسی رنجش، ذاتی بغض وعناد، تخالف وخصومات اور دیگر قبائح کی وجہ سے ایسی پھوٹ پڑی کہ رہبران شیعہ فرقہ نے بنیادی آئین اور دستور سے

الگ ایک نیا فرقہ تشکیل دیا۔ اس طرح فرقہ-در فرقہ اور شاخ-در شاخ کے طور، ان کی حالت "پیوند-در پیوند" جیسی ہو کر رہ گئی۔ شیعہ فرقہ کی تین بنیادی شاخیں تفضیلی، تبرائی اور غلاۃ شیعہ میں نئی نئی شاخیں پھوٹ گئیں اور شیعہ فرقہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہتے ہوئے کثیر تعداد کے فرقوں اور شاخوں میں بٹ گیا۔

(استفادہ از:- "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ مصنف:- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، المتوفی ۱۲۳۹ھ، اردو ترجمہ۔ ناشر: اعتقاد۔ دہلی، صفحہ نمبر: ۱۱۳۷)

شیعہ فرقہ کے جدید اور منحرق فرقے

زمانہ کی تیز رفتاری اور ہنگامہ پردازی کی مطلب پرستی کے زیر اثر شیعہ فرقہ کے نیتا، رہبر، واعظ، امام اور مقتدا بدلتے گئے، متعدد ہنگامے، انقلابات، تحریکات، اختلافات اور تخریبات کے ضمن میں کثرت سے دنگے، فسادات، لڑائیاں، جھگڑے، مار پیٹ کے واقعات اور جنگیں وقوع پذیر ہوئیں۔ لیڈر شپ، نیتا گیری، سرداری، رہبری، خود مختاری، تکبر، غرور، گھمنڈ، منصب کی حرص، عہدے کی طمع و لالچ وغیرہ انانیت پر مشتمل خرافات کی بنیاد پر اختلاف اور اختصام کی آگ کے بھڑکتے شعلوں نے شیعہ فرقہ کے بنیادی اتحاد و اتفاق کے ستونوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ مجتہد کئی مقتدا، امام، مبلغ اور عالم اپنے شاگردوں، مقلدوں اور معتقدین کو اپنے ساتھ لے کر بنیادی شیعہ فرقہ سے الگ ہو گئے۔ ان کی حالت اردو زبان کی "صنم کیا بنا کیا-کر کے چھوڑ دیا، اس سے بھی برا کیا" والی مثل کے مصداق تھی۔ شیعہ فرقہ میں الگ الگ گروہ وجود میں آئے اور ہر گروہ بنیادی شیعہ فرقہ کے "ضمنی فرقہ" کے طور پر وجود میں آیا اور وہ فرقہ کے لیڈر سے موسوم ہو کر پہچانا جانے لگا۔

شیعہ فرقہ کے بنیادی تینوں فرقے تفضیلی، تبرائی اور غلاۃ (غالی) اپنے اپنے ضمنی فرق (Sect Branch) میں تقسیم ہو گئے۔ ان تینوں میں سے ''غلاۃ شیعہ فرقہ'' کے الگ نام سے کل چوبیس (۲۴) فرقوں میں تقسیم ہے۔ جس کے نام، عقائد، نظریات اور مختصر تفصیل معلوم کرنے کے لیے ذیل میں مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

''غلاۃ (غالی) شیعہ فرقہ کی شاخوں کی تفصیل''

نمبر	فرقہ کا نام	تفصیل، وجہ تسمیہ، عقائد و نظریات
(۱)	سبائیہ सबाइया	(۱) ابن سبا یہودی کے متبعین (ماننے والے) حضرت علی کو معبود حقیقی یعنی خدا (معبود) مان کر عبادت کرتے ہیں (۲) عبداللہ بن سبا یہودی کے نام سے نسبت کر کے فرقہ کا نام ہے (۳) حضرت علی شہید نہیں ہوئے (۴) آپ کی شکل و صورت میں تبدیل ہو جانے والے شیطان کو ابن ملجم نے مارا ہے (۵) حضرت علی حیات ہیں اور بادلوں میں پوشیدہ ہیں (۶) آسمان میں جو بجلی چمکتی ہے وہ آپ کے کوڑے کی پکار ہے (۷) بادل گرجتا ہے، وہ آپ کی آواز ہے، اس لیے جب آسمان میں بجلی کی چمک اور بادل کی گرج ہوتی ہے، تب اس فرقہ کے لوگ ''السلام علیک یا امیر المومنین'' پڑھتے ہیں (۸) حضرت علی ایک طے شدہ مدت کے بعد بادلوں سے باہر آکر زمین کی طرف تشریف لے آئیں گے (۹) اور اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کریں گے

(۲)	مُفَضّلِیّہ मुफ़ज़्ज़लिय्या	⊙ مفضل صیرفی کے متبعین ⊙ سبائی فرقہ کے لوگوں کی برائیاں دیکھ کر الگ ہوئے ہیں ⊙ جو نسبت حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ سے تھی، وہی نسبت حضرت علی کو اللہ تعالیٰ سے ہے ⊙ نبوت کا سلسلہ اور رسالت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسی سلسلے کے متعدد لوگوں نے خود کے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔
(۳)	سریغیہ सरीगिय्या	⊙ سریغ نام کے شیعہ کے متبعین ⊙ جو عقیدہ نمبر: ۲ کے مفضلیہ کا ہے، وہی ان کا بھی اعتقاد ہے ⊙ فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روح کا پانچ ہی ہستیوں میں حلول ہونا مانتے ہیں۔ ⊙ حضور اقدس ﷺ ⊙ حضرت عباس ⊙ حضرت علی شیر خدا ⊙ حضرت امام جعفر صادق اور ⊙ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم
(۴)	بزیغیہ बज़ीगिय्या	⊙ بزیغ بن یونس نام کے شیعہ کے متبعین ⊙ حضرت امام جعفر صادق کے لیے "إلٰہ" (خدا) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ⊙ حضرت امام جعفر صادق اپنی اصلی ہیئت (شکل وصورت) میں نظر نہیں آتے ⊙ جن کو لوگ امام جعفر کہتے تھے، وہ ان کا اصلی روپ نہ تھا۔ ⊙ حضرت امام جعفر کے علاوہ اور کسی میں "إلٰہ" ہونے کی صلاحیت نہیں۔ ⊙ البتہ "وحی" کا آنا، معراج کا حاصل ہونا، عالم ملکوت تک جانا، یہ سب اماموں کے لیے ممکن ہے۔

(۵)	کَامِلِیَّہ कामेलिय्या	⊙ ابوکامل کے اصحاب و متبعین کا فرقہ ⊙ تناسخ ارواح یعنی روح (आत्मा) ایک بدن سے دوسرے بدن میں تبدیل (Transfer) ہوتی ہے۔ ⊙ اللہ تعالیٰ کی روح سب سے پہلے حضرت آدم نبی میں تبدیل ہوئی۔ اس کے بعد دیگر انبیاء میں تبدیل ہوئی۔ ⊙ تمام صحابہ کو کافر کہتے ہیں ⊙ حضرت علی کو بھی کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ اپنی خلافت کا حق جانے دیا۔
(۶)	مُغِیرِیَّہ मुगीरिय्या	⊙ مغیرہ بن سعید عجلی کے شیعہ اصحاب ہیں ⊙ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نورانی شخص کی شکل وصورت میں ہے۔ اس کے سر پر نورانی تاج ہے اور دل حکمتوں کا چشمہ (Stream) ہے۔
(۷)	جَنَاحِیَّہ जनाहिय्या	⊙ اس فرقہ کے لوگ بھی روح کا ایک جسم سے نکل کر دوسرے کے جسم میں داخل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں ⊙ اللہ تعالیٰ کی روح حضرت آدم، حضرت شیث اور تمام انبیاء کے جسموں میں منتقل (Transfer) ہوتی ہوئی نبی آخر الزماں کے جسم میں آئی۔ ⊙ پھر حضرت علی، امام حسن، امام حسین اور حضرت محمد بن حنفیہ اور دیگر اہل بیت کے جسموں میں آئی۔ ⊙ امامت بھی اسی طریقے سے مانتے ہیں ⊙ اللہ تعالیٰ کی روح کا انسان کے جسم میں حلول کرنا یعنی داخل ہونے کا ہی نام نبوت اور امامت ہے۔ ⊙ اس فرقہ کے لوگ قیامت کو نہیں مانتے۔ ⊙ حرام چیزوں کو حلال جانتے ہیں۔

(۸)	بَیَانِیَه बयानिया	⊙ بیان بن سمعان تمیمی شیعہ کے ماننے والوں کا فرقہ ہے۔ ⊙ خدا تعالیٰ کی روح کا انسان کے جسم میں داخل ہونے عقیدہ میں نصیریہ کے جناحیہ فرقے کے عقیدے کی طرح ہی رکھتے ہیں۔ ⊙ صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روح نے آخر میں اس فرقہ کے بانی بیان بن سمعان تمیمی کے جسم میں حلول (داخل) فرمایا۔
(۹)	مَنْصُوْرِیَه मन्सूरिया	⊙ ابو منصور عجلی کے اصحاب و متبعین ⊙ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا ⊙ کائنات قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ⊙ شریعت کے سب احکام مُلّاؤں کے نکالے ہوئے ہیں۔ ⊙ جنت اور دوزخ کی کوئی حقیقت نہیں۔ ⊙ حضرت امام باقر کے بعد اس فرقہ کے بانی ابو منصور امامت کے لائق ہیں۔
(۱۰)	غَمَامِیَه یا رَبِیْعَه गमामिया / रबीइया	⊙ ان کا فاسد عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موسم بہار (वसंत) میں بادل کے پردوں میں زمین کی طرف آتا ہے اور دنیا میں گھوم پھر کر آسمان میں چلا جاتا ہے ⊙ روئے زمین پر پھل۔ پھول اور جو ہریالی ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے تشریف لانے کی برکت ہے۔
(۱۱)	اُموِیَه (اِمامِیَه) उम्वीया - इमामिया	⊙ ان غلاۃ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت اور رسالت میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔

(۱۲)	تَفْوِیْضِیہ तफवीदिया	⊙ شیعہ فرقہ کے غلاۃ (غالی) لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بنانے کے بعد دنیا کے تمام امور (کام) حضور اقدس ﷺ کے سپرد کر دیئے ہیں اور اس میں جو کچھ بھی ہے، وہ حضور اقدس ﷺ کے لیے جائز اور حلال کر دیا ہے۔ ⊙ بعض تفویضیہ لوگ ایسا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر دیا ہے۔ ⊙ بعض ایسا مانتے ہیں کہ حضور اقدس اور حضرت علی کو مشترکہ (Jointly) سپرد کیا ہے۔
(۱۳)	خِطابیہ खिताबिया	⊙ اس فرقہ کے لوگ ابوالخطاب محمد بن ربیب الاخدع الاسدی کے پیروکار ہیں ⊙ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ⊙ حضرت علی اور حضرت جعفر صادق الٰہ (عبادت کے لائق، معبود) ہیں۔ حضرت علی کو الٰہ اکبر (بڑا خدا) اور حضرت جعفر صادق کو الٰہ اصغر (چھوٹا خدا) مانتے ہیں ⊙ اس فرقہ کے بانی ابوالخطاب کو پیغمبر مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام نے اپنی نبوت ابوالخطاب کو سونپ دی ہے لہٰذا ابوالخطاب کی اطاعت ساری مخلوق پر فرض ہے۔ ⊙ ابوالخطاب اپنے احباب اپنے یاروں کو وصیت کرتا رہتا تھا کہ جو اپنے مذہب کے موافق ہو، صرف اسی کے واسطے جھوٹی گواہی دیا کرو۔

(۱۴)	مُعَمَّرِیَہ मुअम्मरिया	⊙ معمر نام کے غلاۃ شیعہ پیشوا کے متبعین اور احباب ہیں۔ ⊙ امام جعفر صادق کی نبوت کے قائل ہیں ⊙ ان کے بعد فرقہ نمبر:۱۳ کے بانی ابوالخطاب کی نبوت کے قائل ہیں۔ ⊙ ابوالخطاب کے بعد اس فرقہ نمبر:۱۴ کے بانی معمر کو نبی مانتے ہیں۔ ⊙ معمر کو آخری نبی مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس نے شریعت کے تمام احکام ساقط کر کے جو شریعت کی پابندی کی تکالیف تھیں، ان سب کو دور کر دیا۔ اس فرقے میں بہت سے لوگ فرقہ نمبر:۱۳ خطابیہ کے شامل ہیں۔
(۱۵)	غُرَابِیَہ गुराबिया	⊙ ایسا مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت دے کر حضرت جبرئیل کو حضرت علی کے پاس بھیجا تھا لیکن حضرت جبرئیل نے غلطی کی اور غلطی سے حضرت علی کے بجائے حضرت محمد ﷺ کو دے دی۔ ⊙ اس فرقہ کے لوگ حضرت جبرئیل پر لعنت بھیجا کرتے ہیں اور یوں کہہ کر لعنت بھیجتے ہیں کہ "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی صَاحِبِ الرِّیْشِ"
(۱۶)	ذُبَابِیَہ ज़ुबाबिया	⊙ غلاۃ شیعہ کے اس فرقہ کے لوگ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی مانتے ہیں ⊙ اس فرقہ میں بہت سے لوگ فرقہ نمبر:۱۵ غرابیہ کو چھوڑ کر شامل ہوئے ہیں۔

(۱۷)	ذَمِّیَہ जम्मियह	غلاۃ شیعہ کے اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی اللہ ہیں ⊙ اللہ علی نے حضرت محمد ﷺ کو اس لیے دنیا میں بھیجا تھا کہ لوگوں کو میری الوہیت یعنی اللہ ہونے کی طرف بلائیں لیکن انہوں نے حضرت علی کی الوہیت کے بجائے اپنی رسالت کی دعوت دی۔ ⊙ اسی وجہ سے یہ لوگ معاذ اللہ حضرت محمد ﷺ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لہذا ''ذمیہ'' کہلائے۔
(۱۸)	اِثْنَیْنِیَہ इसनयनिया	⊙ حضور اقدس ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو اِلٰہ (خدا) مانتے ہیں ⊙ ان میں بھی دو (۲) گروہ ہیں۔ ⊙ پہلا گروہ حضور اقدس ﷺ کی خدائی کو ترجیح اور تقدیم دیتا ہے۔ ⊙ دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدائی کو غالب اور قوی جانتا ہے۔ ⊙ یہ فرقہ اصل میں فرقہ نمبر: ۱۷ ذمیہ کا پیرو تھا لیکن بعد میں حضور اقدس کی مذمت سے رجوع کر کے حضرت علی کی شرکت (Partnership) میں دونوں کی الوہیت کو مانتا ہے۔
(۱۹)	خَمْسِیَہ खमसिया	⊙ پنجتن پاک یعنی حضور اقدس، حضرت علی، خاتون جنت حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین کو اِلٰہ (خدا) مانتے ہیں۔ ⊙ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ پانچوں کے جسم پاک درحقیقت ایک شخص ہیں کہ ایک ہی روح پانچ قالبوں (انسانی جسموں) میں سمائی ہے۔ کسی کو کسی پر کچھ بھی فوقیت (Superiority) نہیں۔

(۲۰)	نُصَیرِیّہ नसीरिया	⊙ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور آپ کی اولاد میں سے جن کو اس فرقہ کے لوگ امام مانتے ہیں، ان تمام کے جسموں میں اللہ تعالیٰ کی روح نے حلول (داخل ہونا) فرمایا ہے۔ ⊙ حضرت علی کے لیے لفظ "اللہ" کا بعض اوقات استعمال کرتے ہیں۔ **نوٹ:۔** یہ فرقہ آج بھی ملکِ شام (Syria) کے شہر "حمص" اور لاذقیہ کے درمیان کے علاقے میں اور "حلب" اور شمال حلب میں پایا جاتا ہے۔
(۲۱)	اِسْحَاقِیَہ इस्हाकिया	⊙ان کا عقیدہ ہے کہ زمین کبھی بھی نبی و رسول سے خالی نہیں رہتی ⊙ اللہ تعالیٰ کی روح کو حضرت علی اور اماموں کے جسم میں حلول کرنے کے قائل ہیں۔ ⊙ ان کا ایک بات میں آپس میں یہ اختلاف ہے کہ حضرت علی کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے حلول فرمایا ہے۔
(۲۲)	عُلْبَائِیَہ अल्बाईया	⊙ غلاۃ شیعہ علبا ابن اروع اسدی کے گروہ کے لوگ ہیں۔ ⊙ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کو الوہیت (اِلٰہ) ہونے کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ پر فضیلت حاصل ہے ⊙ ان کا ایک فاسد عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کی بیعت کی تھی اور حضرت علی کی اطاعت کو لازم جانا تھا۔

(۲۳)	رزامیہ रज़ामिया	⊙ امامت کے رائج سلسلہ کے خلاف نیا سلسلہ بنایا۔ ⊙ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی اور سلسلہ کے اماموں میں حلول فرمایا اور پھر شیعہ پیشوا ابو مسلم مروزی کے جسم میں اللہ تعالیٰ کی روح داخل ہوئی (حلول کیا) ⊙ اسلام کی شریعت میں جو کام اور باتیں فرض ہیں، ان کو ترک کرتے ہیں۔ ⊙ شریعت مطہرہ میں جن چیزوں اور کاموں کو حرام فرمایا گیا ہے، ان کو حلال جانتے ہیں۔
(۲۴)	مُقَنعِیہ मुकन्इय्या	⊙ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد شیعہ پیشوا ''مقنع'' کو خدا مانتے ہیں۔ ⊙ ان کا عقیدہ ہے کہ کل چار (۴) خدا ہیں۔ حضرت علی، امام حسن، امام حسین اور مقنع۔ ⊙ جس شیعہ پیشوا مقنع کے نام سے منسوب ہو کر اس فرقہ کا نام مقنعیہ ہوا ہے، وہ شیعہ پیشوا مقنع دراصل اسماعیلی شیعہ تھا لیکن جب سے اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا ہے، تب سے اس کا شمار اسماعیلی کے بجائے غلاۃ (غالی) شیعہ میں ہونے لگا۔

شیعہ فرقہ کی بنیادی شاخ "غلاۃ (غالی) شیعہ فرقہ" کی مندرجہ بالا مرقوم کل چوبیس (۲۴) شاخوں کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے، اس کا حوالہ مندرجہ ذیل ہے۔

(استفادہ از:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ" شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

المتوفی: ۱۲۳۹ھ، اردو ترجمہ۔ ناشر:۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی۔

صفحہ نمبر: ۲۱ تا نمبر: ۲۵)

سریعہ یعنی تبرائی شیعہ فرقہ کے تائیدی وحمایتی متعدد فرقے (شاخیں)

غلاۃ شیعہ فرقہ کے چوبیس (24) فرقوں کی تفصیل کا جو خاکہ مندرجہ بالا پیش کیا گیا ہے، ایسا ہی خاکہ "تبرائی شیعہ فرقہ" اور "تفضیلی شیعہ فرقہ" کا خاکہ پیش کرنے میں کتاب کی طوالت اور ضخامت بڑھ جانے کا اندیشہ لاحق ہونے کے سبب تفصیلی خاکہ کی فراہمی کی سعادت وخدمت کو ترک کر دیا ہے۔ جس کی ہم قارئین کرام سے عاجزانہ اور مؤدبانہ معذرت کی التماس والتجا کرتے ہیں اور آرزو وامید کرتے ہیں کہ قارئین کرام ہمیں اپنے عفو وعافیت سے سرفراز فرما کر ممنون کرم کر کے شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں گے۔

تاہم شیعہ فرقہ کے بنیادی فرقے تبرائی شیعہ فرقہ کے ضمنی اور تائیدی (Corroborative/समर्थक) فرقوں کے نام کی فہرست اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:۔

◙ زیدیہ شیعہ فرقہ:۔

یہ فرقہ کل دس (۱۰) شاخوں میں منقسم ہے:۔

(۱) خالص زیدیہ (खालिस ज़ैदिय्या) (۲) جارودیہ (जारूदिय्या) (۳) جریریہ (जरीरिय्या) اس فرقہ کا اصل نام سلمانیہ (सलमानिय्या) بھی ہے (۴) تبریہ (तबरिय्या) اس کا دوسرا نام توبیہ (तौबिय्या) بھی ہے۔ (۵) نعیمیہ (नईमिय्या) (۶) یعقوبیہ (याकूबिय्या) (۷) خلفیہ (खलफिय्या) (۸) یعفوریہ (याफूरिय्या) (۹) صالحیہ (सालेहिय्या) (۱۰) ابائیہ (अबाईय्या)

▣ امامیہ شیعہ فرقہ:۔

یہ فرقہ کل سترہ (۱۷) شاخوں میں بٹا ہوا ہے:۔

(۱) خالص امامیہ (खालिस इमामिया) (۲) حسنیہ (हसनिया) (۳) نفسیہ (नफसिया) (۴) حکمیہ (हकमिया) (۵) سالمیہ (सालमिया) (۶) شیطانیہ (शैतानिया) اس فرقہ کا دوسرا نام نعمانیہ (नोअमानिया) بھی ہے۔ (۷) زراریہ (ज़रारिया) (۸) یونسیہ (यूनसिया) (۹) بدائیہ (बदाईया) (۱۰) مفوضہ (मुफव्विदा) (۱۱) باقریہ (बाकरिया) (۱۲) حاضریہ (हाजरिया) (۱۳) ناووسیہ (नादूसिया) (۱۴) عماریہ (अम्मारिया) (۱۵) روافض (रवाफिज) (۱۶) مبارکیہ (मुबारकिया) اس فرقہ کا نام دوسرا نام قرمطیہ (कुरमुतिया) بھی ہے (۱۷) مشیمیہ (मुशयमिया)

▣ اسمٰعیلیہ شیعہ فرقہ:۔

یہ فرقہ کل آٹھ (۸) شاخوں میں تقسیم ہو گیا ہے:۔

(۱) خالص اسماعیلیہ (खालिस इस्माईलिया) (۲) احمدیہ (अहमदिया) (۳) باطنیہ (बातिनिया) (۴) شمیطیہ (शमितिया) (۵) میمونیہ (मैमूनिया) (۶) خلفیہ (खल्फिया) (۷) برقعیہ (बरकईया) (۸) جنابیہ (जनाबिया)

▣ کیسانیہ شیعہ فرقہ:۔

یہ فرقہ کل پندرہ (۱۵) شاخوں میں منقسم ہے:۔

(۱) مختاریہ (मुख्तारिया) (۲) کربیہ (कुरबिया) (۳) حربیہ (हरबिया) (۴) عباسیہ (अब्बासिया) (۵) طیاریہ (तय्यारिया) (۶) اسحاقیہ (इसहाकिया) (۷)

جناحیہ (जनाबिया) (۸) مروانیہ (मरवानिया) (۹) مہدویہ (महदविया) (۱۰)
مقنعیہ (मुकनइया) (۱۱) رزامیہ (रजमइया) (۱۲) ممطوریہ (ममतूरिया) (۱۳)
قطعیہ (कताइया) (۱۴) جعفریہ (जअफरिया) (۱۵) موسویہ (मौसूविया)

"شیعہ فرقہ کی شاخوں کا ماحصل"

ویسے دیکھا جائے تو شیعہ فرقہ کی شاخیں (ضمنی فرقے) کثرت سے ہیں۔ ہر ضمنی فرقہ میں اس کے سردار سے کسی چھوٹی بات میں کسی مبلغ سے اختلاف ہوا تو صلح اور تصفیہ کر کے اختلاف ختم کرنے کے بجائے اپنے چند احباب اور مٹھی بھر رفقاء کو ساتھ لے کر الگ ہو جاتا اور اپنے نام سے موسوم کر کے الگ شاخ (فرقہ) بنالینا عام بات تھی۔ لہذا ایسی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کے روپ میں جنم لینے والے ضمنی شیعہ فرقوں کا تذکرہ بلکہ ان کے نام تک کی نشاندہی ہم نے قصداً ترک کر کے صرف شیعہ فرقہ کے ان کے ضمنی فرقوں (شاخوں) کے نام اور مختصر تعارف بیان کیا گیا ہے، جن فرقوں کی خود شیعہ لوگوں میں بھی کچھ نہ کچھ اہمیت ہے۔

اب تک جن شیعہ فرقوں کا تذکرہ کیا گیا، ان کی مجموعی تعداد چوہتر (74) ہے، جس کی انفرادی تفصیل صرف تعداد کے اعتبار حسب ذیل ہے:۔

(۱) غلاۃ شیعہ فرقہ ← 24 (Twenty four)

(۲) زیدیہ شیعہ فرقہ ← 10 (Ten)

(۳) امامیہ شیعہ فرقہ ← 17 (Seventeen)

(۴) اسماعیلیہ شیعہ فرقہ ← 08 (Eight)

(۵) کیسانیہ شیعہ فرقہ ← 15 (Fifteen)

◈ میزان=Total Seventy Four 74

"دورِ حاضر کے اکثر شیعہ تبرائی ہیں"

شاید ہمارے کسی قاری کے اخلاص بھرے دل میں تجسس پیدا ہو سکتا ہے کہ یہاں تک بیان میں "غلاۃ شیعہ فرقہ" کے چوبیس (۲۴) ضمنی فرقوں (Branch) کی الگ الگ نام کے ساتھ تفصیل لکھی گئی اور انہیں صرف غلاۃ شیعہ فرقہ کی شاخیں بتایا گیا لیکن بقیہ دو (۲) بنیادی فرقے یعنی تفضیلی شیعہ اور تبرائی شیعہ کی شاخوں کو الگ الگ شمار کرنے کے بجائے مجموعی طور پر ان بنیادی فرقوں کی کل پچاس (۵۰) شاخوں کی اہم شاخیں زیدیہ، امامیہ، اسماعیلیہ اور کیسانیہ کو اہم شاخ کی حیثیت سے اس شاخ کے زیرِ رائج مختلف شاخوں کے اجتماعی طور پر نام بتائے گئے ہیں۔ تفضیلی اور تبرائی میں سے کس بنیادی فرقے سے تعلق ہے یہ نہیں بتایا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

معزز قارئین کرام کی خدمت میں مؤدبانہ خلاصہ عرض کرنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے بہت ہی اختصار کے ساتھ یہ معروضہ گوش گزار ہے کہ:۔

"۵۰ھ سے لے کر ۲۰۰ھ تک یعنی شیعہ فرقے کے ابتدائی دور میں "تفضیلی شیعہ" اور "تبرائی شیعہ فرقہ" اپنے عقائد، اعمال اور ارتکابات کی بنیاد پر صاف طور سے الگ الگ پہچانے میں آتے تھے۔ لیکن شیعہ فرقہ کے تین (۳) بنیادی فرقے (۱) تفضیلی (۲) تبرائی اور (۳) غلاۃ میں سے نمبر:۱ تفضیلی اور نمبر:۳ غلاۃ کو برائے نام ہی شہرت حاصل ہوئی اور نشر و اشاعت کے معاملہ میں یہ دونوں فرقے برائے نام اور محدود طبقے تک ہی پھیل سکے لیکن نمبر:۲ کے تبرائی فرقہ کو زبردست تائید، توثیق اور تعاون حاصل ہونے کی وجہ سے یہ فرقہ عالمی پیمانے پر پھیلا۔ اس فرقہ کے عقائد اور نظریات کو لوگوں نے بخوشی قبول کیا۔ اس فرقہ کا

بھر پور تعاون کیا اور مالی اعتبار اور نشر و اشاعت میں گرمجوشی سے حصہ لیا۔ بنیادی تین فرقوں میں سے غلاۃ شیعہ کے عقائد و نظریات نہایت ہی متعصبانہ، توحید کے اصولوں کے خلاف اور ارتکاب میں سخت قسم کی کٹر پنتھی (कट्टरपंथी) ہونے کی وجہ سے لوگ حتی الامکان اس میں شمولیت سے اجتناب کرنے لگے بلکہ سراسر توحید کے بنیادی اصولوں کے خلاف عقائد و نظریات ہونے کی وجہ سے لوگ اسے اپنانے میں جھجک محسوس کرنے لگے۔ لہذا! یہ فرقہ اپنے متفرق ۲۲ا جو بیس فرقوں کے ماننے والوں تک ہی محدود و مقید رہا۔ باہر نکل کر عوام الناس کو متاثر و راغب نہ کر سکا۔ اب باقی رہ گیا تفضیلی شیعہ فرقہ۔ یہ فرقہ اکیلا دکیلا تبرائی شیعہ فرقہ سے برابری کی ٹکر لیتا اور بھڑ جاتا اس معاملہ میں بہت ہی کمزور، ناتواں اور بے ثبات ثابت ہوا۔ لہذا! یہ فرقہ بھی غلاۃ فرقہ کی طرح گمنامی کے دبیز پردوں میں پوشیدہ و محجوب ہو جائے ایسی کیفیت سے دوچار ہو رہا تھا۔ لہذا! تفضیلی شیعہ فرقے کے منتظمین اور سربراہ کار نے حالات سے سمجھوتا کر کے اور تاجرانہ نقطۂ نظر سے تبرائی فرقہ کے کچھ اعتقادات اور نظریات کو اپنانا شروع کر دیا تاکہ تفضیلی فرقہ کی بند گاڑی دھیرے دھیرے چلتی رہے۔ کچھ عرصہ میں دونوں فرقوں میں مشابہت اور موافقت ہوگئی کہ "تفضیلی شیعہ فرقہ" اور "تبرائی شیعہ فرقہ" کا جو پہلی نظر کا فرق اور پہچان تھی کہ اس کی وجہ سے یہ دونوں فرقے صاف طور سے الگ نظر آتے تھے۔ اب اس پہچاننے والی نظر جو بالکل صاف تھی اس میں دھندلا پن آنے لگا اور نظر کے پھسلنے کا آغاز ہو گیا۔ یہاں تک نوبت آ گئی کہ یہ دونوں فرقے ایک دوسرے میں ضم ہو کر دونوں میل ملاپ سے ایک دوسرے سے ربط و ضبط اور مخلوط ہو جانے کی وجہ سے ایک منہ ایک زبان والے محاورہ کے مصداق بن گئے ہیں۔ دونوں کا جو بیّن امتیاز تھا، وہ قریب قریب ختم ہو گیا تھا۔ مثال کے طور پر "رافضی شیعہ فرقہ"۔ اس رافضی شیعہ فرقہ کی تاریخ بھی دلچسپ ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادے حضرت امام زید بن علی بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جو "حضرت زید شہید" کے لقب سے ملت اسلامیہ میں معروف و مشہور ہیں۔ وہ حضرت زید شہید شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی پوتے تھے۔ آپ وقت کے حاکم و بادشاہ ہشام بن عبدالملک بن مروان سے جنگ کرنے جب "کوفہ" (عراق) پہنچے۔ تب آپ کے لشکر میں تقریباً بارہ ہزار (12,000) "تفضیلی شیعہ" تھے، جو آپ سے سچی محبت اور گہری عقیدت کا دعویٰ اور جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کے لشکر میں تیس ہزار (30,000) "تبرائی شیعہ" بھی تھے، جو عقیدت و محبت کے دعویٰ میں تفضیلی شیعہ سے کچھ کم نہ تھے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو محبت و عقیدت کے تمام دعویدار پیٹھ دکھا کر بزدلی اور بے وفائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے "نو-دو-گیارہ" ہو کر بھاگ نکلے اور صرف چند اور برائے نام سچے وفادار حضرت زید شہید کے ساتھ ڈٹے رہے۔ بغیر لشکر کے اور صرف چند ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے لشکر سے شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ جب محبت کے جھوٹے دعویدار، بے وفا اور دغاباز لوگ میدان جنگ میں حضرت زید شہید کو تنہا چھوڑ کر بھاگ رہے تھے، تب ان بھاگنے والے شیعہ بے وفاؤں کو مخاطب بنا کر حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں تک فرمایا کہ "رَفَضْتُمُوْنَا فَهُمْ الرَّوَافِضُ" ترجمہ: "انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا لہذا وہ روافض ہیں۔"

حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگنے والے یہ رافضی شیعہ تمام کے تمام مقامی باشندے تھے۔ لہذا میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے اپنے مکانوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب ان کو "امام" کی ضرورت پیش آئی تو کچھ لوگوں نے حضرت

امام حسن بن مثنیٰ بن امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت قبول کی اور اکثر لوگوں نے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت قبول کی۔

(استفادہ از:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ مصنف۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔
المتوفی: ۹-۱۲۳۹ھ۔ ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۱۰ تا ۱۲)

امام حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلنے والوں میں تبرائی شیعہ اور تفضیلی شیعہ دونوں فرقے کے متبعین تھے۔ اب ان میں کافی حد تک اتحاد اور اتفاق ہو گیا تھا اور دونوں فرقے کے لوگ آپس میں مل جل کر رہنے لگے اور ایک گٹھ بندھن ہو گیا۔ شروع میں اس نئے گٹھ بندھن نے اپنی پہچان "امامیہ شیعہ" کی رکھی لیکن بعد میں ان میں بھی کھٹ پٹ اور انانیت (Igo) کی آپسی لڑائی کی وجہ سے کئی ضمنی فرقے مثلاً ہشامیہ، سالمیہ، شیطانیہ، زراریہ، مشبہیہ وغیرہ وجود میں آئے۔

الحاصل "امامیہ شیعہ فرقہ" میں "تفضیلی" اور "تبرائی" دونوں فرقے کے لوگ تھے۔ ان کا آپس میں خلط ملط اور میل جول اتنا گہرا اور وسیع تھا کہ پہلی ہی نظر میں یہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ کون تفضیلی ہے؟ اور کون تبرائی ہے؟ البتہ اتنا ضرور ہے کہ تبرائی شیعہ ہو یا پھر تفضیلی شیعہ ہو۔ دونوں فرقے کے لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں لازمی طور پر گستاخی اور تبرا کرتے ہیں اور بالخصوص اسلام کے پہلے تین خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ علاوہ ازیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعلق سے ایسے توہین آمیز اور گندے جملے بولتے ہیں کہ اسے کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔

لہذا دور حاضر کے اکثر شیعہ "تبرائی" ہیں اور رافضی فرقے کے لوگ بھی تفضیلی ہونے کے ساتھ ساتھ پکے "تبرائی" شیعہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین قطعاً کفار مرتدین ہیں۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔"
حوالہ:۔ "فتاویٰ رضویہ" (مترجم) ناشر۔ رضا فاؤنڈیشن۔ لاہور (پاکستان) جلد نمبر:۱۴، صفحہ نمبر:۲۵۹

▣ رافضیوں کے تعلق سے ملت اسلامیہ کی معتبر، معتمد اور مستند کتاب کا ایک اہم حوالہ ذیل میں پیش خدمت ہے:۔

"وَفِي الرَّوَافِضِ أَنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى الثَّلَاثَةِ فَمُبْتَدِعٌ، وَإِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ أَوْ عُمَرَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- فَهُوَ كَافِرٌ".
حوالہ:۔ "فتح القدير"، مؤلف: علامه كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام (المتوفى: ٨٦١هـ)، ناشر: دار الفكر، بيروت (لبنان)، جزء: ١، صفحه: ٣٥٠
ترجمہ:۔ "اور روافض جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تینوں خلفاء پر فضیلت دیتے ہیں، تو وہ بدعتی ہیں اور اگر وہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔"

تیزی سے شیعہ فرقہ پھیلنے کے چار (۴)

اہم اسباب ووجوہات

عبداللہ بن سبا یہودی نے جب شیعہ فرقہ کی بنیاد رکھی تھی، اسی وقت اس نے نشر واشاعت کے ماہرین اور شیعہ فرقہ کے اہم اراکین کے ساتھ میٹنگ کر کے شیعہ فرقہ کو عالمی پیمانے پر شہرت دے کر دنیا کے ہر ملک میں اور خاص کر اسلامی ممالک میں تیز رفتاری سے پھیلانے کے لیے ضوابط، اصول اور قوانین طے کر کے چار (۴) اصول پر مشتمل علم اخلاقیات (Ethick) کے قوانین کو سختی کے ساتھ پابند رہ کر نشر واشاعت کی تحریک کا خاکہ تیار کرلیا تھا اور اسی کے دائرے میں رہ کر شیعہ فرقہ کے ساحر اللسان خطیبوں، مقرروں اور مبلغوں نے دیگر ماہر فن وادب نے شیعہ فرقہ کی تشہیر وترقی میں تن توڑ جدوجہد کر کے قلیل عرصہ میں اسے ملت اسلامیہ میں جس طرح پھیلایا ہے، وہ ایک غیر متوقع مرحلہ کی حیثیت سے سوچ وفکر سے ورا ہے۔ شیعہ فرقہ کی اس چار (۴) اصولی تحریک کی وجہ سے کروڑوں کی تعداد میں اہل ایمان اپنی متاع ایمان سے ہاتھ دھوکر گمراہیت اور بے دینی کے دلدل میں غرق ہو کر جہنم کی راہ پر چل نکلے۔ شیعہ فرقہ کے چار اصولی پروگرام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اہل بیت اطہار اور بالخصوص حضرت علی کی فضیلت، عظمت اور مراتب کی بلندی کو بیان کرنا۔

(۲) صحابہ کرام کی شان میں تنقیص کرنا، انھیں بغیر صلاحیت کے گنوار، بے تہذیب، بے سلیقہ، بے تمیز، غیر منصف، ظالم، جاکش، خلافت کے انتظامی امور سے انجان اور

جاہل، ڈرپوک، بزدل اور دغا باز بتانا۔ پورے گروہ صحابہ کو اہل بیت اور حضرت علی کا دشمن بتانا۔

(۳) صحابۂ کرام کے پورے گروہ کے ذریعہ اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کے ساتھ کی گئی ناانصافی، ظلم و ستم، تشدد و زیادتی کی من گھڑت داستانیں روتے ہوئے، سینہ اور سر پیٹ کر بیان کرنا اور عوام المسلمین کو صحابۂ کرام سے بدظن، بدگمان اور نفرت کنندہ بنانا۔

(۴) جھوٹی حدیثیں اور اماموں سے منسوب کر کے بناوٹی روایات بیان کر کے شیعہ بننے کے فوائد، بشارات بیان کر کے یہ بتانا کہ شیعہ بن جاؤ تمہیں کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچائے گا۔ شریعت کی کسی قسم کی کوئی پابندی تم پر عائد نہیں ہوگی۔ جو من میں آئے وہ کرو۔ موج مستی اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کا اور جنت میں داخلہ کا پروانہ حاصل ہو جائے گا۔

مذکورہ چار (۴) اصول کی تفصیل و وضاحت الگ الگ عنوان کی سرخی (Heading) کے تحت قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

"اصول نمبر:۱"

"اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کی فضیلت، عظمت اور بلندئ مراتب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا"

اس حقیقت میں ذرے برابر بھی شک و شبہ کا امکان نہیں کہ ہر مومن مسلمان کے دل میں حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی عظمت، محبت اور جذبۂ عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے بلکہ

عشق کا جذبہ صادق پروانگی اور دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ ایک سچا مومن اپنے
پیارے آقا روحی فداہ ﷺ سے اس دیوانگی اور فریفتگی سے محبت و عقیدت کے جذبات میں ڈوبا
ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیارے آقا سے نسبت رکھنے والی ہر چیز اور شخصیت کے لیے اپنی جان تک
قربان کرنے کو ہر وقت مستعد اور کمربستہ ہوتا ہے۔ مثلاً حضور اقدس ﷺ کے مقدس موئے
مبارک (بال شریف Holy Hair) جس کے پاس ہیں وہ انہیں نہایت ادب و احترام سے
سنبھال کر اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھ کر حفاظت کرتے ہیں۔ ہر سال ماہ ربیع الاول میں بارہ
تاریخ کو ان مقدس موئے مبارک کی زیارت کرانے کا بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے
اہتمام کرتا ہے۔ بال مبارک کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والے مسلمان امڈتے
ہوئے سیلاب کی طرح پہنچتے ہیں۔ لوگوں کی آمد و رفت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ازدحام اور ہجوم
کو کنٹرول کرنے کے لیے منتظمین کو بڑی زحمت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔

اسی طرح وہ اشیاء کہ جن کو حضور اقدس ﷺ کے جسم اقدس سے کوئی جسمانی تعلق
نہیں بلکہ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں ان چیزوں کا استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً
ملبوسات (کپڑے)، عصا (چھڑی)، نعلین شریف، کلاہ (ٹوپی)، کاسہ (پیالہ) وغیرہ کو چودہ
سو (۱۴۰۰) سال کا عرصہ گزر گیا ہے، پھر بھی عاشقوں نے اسے خوب اچھی طرح سنوار کر،
سنبھال کر اور بڑے حفاظتی اہتمام سے ادب و احترام سے محفوظ رکھا ہے۔ ان مقدس اشیاء
سے عشاقِ صادق اتنی محبت و پیار کرتے ہیں کہ ان کے لیے اپنی جان تک قربان کر دینے میں
اپنی سعادت، خوش نصیبی بلکہ اپنی قسمت کی معراج سمجھتے ہیں۔

تو ذرا غور فرمائیں کہ وہ چیزیں کہ جو بے جان و بے حس ہوتی ہیں، ان میں جان نہیں
ہوتی۔ جسم اقدس ﷺ کا کوئی عضو نہیں۔ کوئی جسمانی نسبت نہیں صرف اپنے استعمال میں

لیئے وقت پیارے آقا ومولی ﷺ نے ان چیزوں کو مس (Touch/مَس) فرمایا ہے۔ ان اشیاء کو صرف مس ہونے کا ہی پیارے آقا سے تعلق ونسبت ہے۔ ان اشیاء کی عظمت، اہمیت، خصوصیت، رفعت، ادب، احترام، تعظیم، توقیر اور حرمت ووقعت کا جب ایک مومن کے نزدیک یہ عالم ہے، تو جن حضرات مقدسہ کو آقا ومولی پیارے نبی کریم ﷺ سے نسبی تعلق ہے، جن کی رگوں میں پیارے آقا ومولی کا مقدس خون رواں ہے، وہ مقدس ''آل'' یعنی اہل بیت اطہار سادات کرام کی عظمت، تعظیم اور مراتب کے متعلق مومن کے دل کے جذبات کا کیا پوچھنا؟ ایک سید کے نام پر مومن اپنی گردن کٹا دینے میں ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ تیار رہتا ہے۔ اسی طرح آل نبی کے دشمنوں کو خاک وخون میں ملا دینے میں وہ کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتا۔

ملت اسلامیہ کے مذکورہ صادق جذبات کا عبداللہ بن سبا یہودی اینڈ کمپنی نے بھرپور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اپنے مقصد فاسد کے حصول اور بازیابی کے لیے ایک مہرا بنایا اور مسلمانوں کے اسی جذبہ کو نشانہ بنا کر شیعہ فرقہ کی نشرواشاعت کے لیے سادات کرام اور بالخصوص سیدالسادات، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت، عظمت، رفعت، الفت، محبت، عقیدت اور بلندئ مرتبہ کو اہمیت اور فوقیت دیتے ہوئے مندرجہ ذیل پروگرام اور اسکیم تشکیل دی:۔

(۱) اہل بیت کے لیے بے انتہا محبت، عقیدت، عظمت، فضیلت اور ادب واحترام کا مظاہرہ کر کے لوگوں کا اعتماد وبھروسہ حاصل کرو اور اپنی پہچان (Acquaint) صحیح معنوں میں ایسی بناؤ کہ ہم سادات کرام کے سچے غلام ہیں۔

(۲) سادات کرام کی جو فضیلت قرآن وحدیث میں ہے، اس میں حد درجہ

غلو (Exaggeration) سے کام لو اور اس میں جھوٹ کی آمیزش کرکے سادات کرام کا درجہ اور مرتبہ انبیاء سابقین کے برابر بتاؤ۔

(۳) سادات کرام کو گمراہ، بدچلن اور بے عمل کرنے کے لیے ان کے دماغ میں ایسا وسوسہ ڈالو کہ تمہاری رگوں میں نبی آخر الزماں کا خون بہہ رہا ہے لہذا تم کبھی بھی جہنم میں نہیں جاؤ گے۔ شریعت کی پابندی کرو یا نہ کرو، نیک عمل نہ کرو پھر بھی تمہارے لیے جنت کا پروانہ ہے۔ اس طرح بھولے بھالے سادات کرام کو نماز، روزہ اور دیگر فرائض نیز شریعت کی پابندی سے دور رکھ کر انہیں بدعملی اور گناہ و معصیت کے ارتکاب میں ملوث کردو۔

(۴) سادات کرام کو ایسی غلط فہمی میں مبتلا کردو کہ کوئی بھی عالم، حافظ، قاری، محدث، مفتی، عابد، زاہد، متقی اور پرہیزگار تمہاری مساوات اور برابری نہیں کرسکتا۔ ان میں کا کوئی بھی تمہاری ہمسری نہیں کرسکتا اتنا اونچا اور اعلیٰ تمہارا مرتبہ ہے۔ تمہاری عظمت و رفعت کے گن کا ڈنکا قرآن و حدیث سے بجتا ہے۔ لہذا اب تمہیں دینی تعلیم کی اور نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ شریعت کے قانون تم پر نافذ اور لاگو نہیں ہوتے۔ لہذا تم بے فکر ہوکر موج مستی میں آرام سے زندگی بسر کرو۔ اس طرح سادات کرام کے دماغوں پر تکبر، گھمنڈ، فخر، شیخی اور انانیت کا بھوت سوار کرکے انہیں مذہبی اعتبار سے تباہی اور بربادی کی گہری کھائی میں گرادو۔

(۵) حضرت علی کی عقیدت و محبت کا دکھاوا کرکے لوگوں کو اپنی طرف کرو اور ان کے سامنے حضرت علی کی فضیلت، عظمت، رفعت شان، خصوصیت اور اہمیت کے گن

گاؤ اور لوگوں کو حضرت علی کی عقیدت اور محبت میں سرشار بناؤ۔

(۶) حضرت علی کے معتقد بننے والوں کے سامنے حضرت علی کی اتنی زیادہ تعریف وعظمت بیان کرو کہ لوگوں کو صرف حضرت علی کی طرف ہی رغبت، عقیدت اور محبت ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے بیان میں جھوٹی احادیث وحکایات سُنا سُنا کر ایسا ثابت کرو کہ حضرت علی کا مرتبہ ماضی کے تمام نبیوں اور رسولوں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ حضرت محمد ﷺ کے چچا کے لڑکے ہونے کے علاوہ بہت ہی چہیتے داماد ہیں بلکہ آخری نبی کے سچے وارث، وصی اور منتظم امور دین ودنیا ہیں۔ خلافت کے سچے حقدار بھی وہی ہیں۔

(۷) حضرت علی کی خداداد قوت، طاقت اور حیرت میں ڈالنے والی دلیری وبہادری کے حیرت انگیز واقعات میں خوب مرچ مسالہ ملا کر بیان کرو اور ایسا ثابت کرو کہ حضرت علی میں جو قوت وطاقت ہے، وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ انکی قوت اور طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہے۔ لہذا حضرت علی خدائی مرتبہ کے حامل اور اہل ہیں یا اللہ تعالیٰ کی روح نے حضرت علی کے جسم میں حلول فرمایا ہے یعنی داخل ہو چکی ہے۔

مندرجہ بالا سات (۷) باتیں لوگوں کے دلوں میں دھسا کر جمانے کے لیے شیعہ فرقہ کے مقررین، واعظین اور مبلغین نے قرآن کی آیات کے غلط تراجم، تفاسیر، معنی، مطلب، مفہوم، مقصد اور مراد بیان کیے، احادیث کے من گھڑت مفاہیم بتائے، سراسر جھوٹی اور مصنوعی احادیث اور حکایات اختراع کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ تمام صحابہ، تمام انبیاء کرام بلکہ حضور اقدس ﷺ سے بڑا ثابت کرنے کے لیے گپ ہانکنے میں شیعوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ بلکہ حد تو یہ کر دی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''الٰہ'' یعنی

"اللہ" ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کے نام پر شیعہ فرقہ کے گروگھنٹالوں نے غلط پیر کے جو گپ گولے برسائے ہیں، ان گپ گولوں کے ذریعے سیدھے سادے اور بھولے بھالے عوام کو اپنے مکر وفریب کی جال میں پھنسا کر، انہیں جنت اور جنت کی حوروں کے سنہرے خواب دکھا کر انہیں پکے اور چست شیعہ بنا ڈالا اور مرکز عقیدت کے درمیانی نقطہ (Central Point) کی حیثیت سے صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات کو ہی اُجاگر کر کے حضرت علی کے ماسوا تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متنفر، منحرف، مخالف، بے ادب اور گستاخ بنا کر ان کے ایمان کی دولت دن دہاڑے لوٹ لی۔

شیعہ فرقہ کو تیزی سے پھیلانے کے لیے بنائے گئے چار (۴) اصولوں میں سے پہلے میں ہی اتنے وسیع پیمانے پر کامیابی ملی کہ باقی تین اصول کا کام بہت ہی سہل وآسان ہو گیا۔

"اصول نمبر: ۲"

"صحابۂ کرام کی شان میں توہین، انہیں اہل بیت کا دشمن، بغیر صلاحیت کے جفاکش، ظالم، بے تہذیب، بزدل، دغاباز اور ڈرپوک بتانا۔"

ابتدا ہی سے صحابۂ کرام کی مقدس جماعت شیعہ فرقہ کے نشانے پر رہی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی پوری جماعت پر شیعہ فرقہ حملہ آور ہو کر اپنے دل کی خراش اور کدورت نکالتا ہے۔ صرف پانچ یا سات صحابہ کو چھوڑ کر تمام کے تمام صحابۂ کرام شیعہ فرقہ کے مورد لعن وطعن ہیں۔

- صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مقدس گروہ کو بدنام کر کے ان کی شان میں توہین وتنقیص اور لعن طعن کرنے کی سازش ایک منظم تحریک کے روپ میں چلائی جاتی ہے۔ شیعہ فرقہ کے مصنفین اور مورخین نے تاریخ اسلام کے ساتھ بھی چھیڑ چھاڑ کر کے من گھڑت اور اختراعی واقعات، جھوٹی حکایات اور سراسر کذب بیانی پر مشتمل واقعات وحوادثات لکھ کر تاریخ کو مسخ کرنے کی مذموم حرکت کی ہے۔
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل، لائق، باصلاحیت، شجاع، بہادر، ہوشیار، مذہبی علوم میں سب سے لائق، خلافت کے انتظامیہ امور کے ماہر اور آخری نبی ﷺ کے سچے جانشین، وفادار، وصی اور وارث ثابت کرنے کے لیے شیعہ فرقہ کے علماء نے جھوٹی احادیث گھڑ نکالیں اور بناوٹی واختراعی حکایات وواقعات کثرت سے روایت کرڈالے۔
- حضور اقدس ﷺ کے بعد منصب خلافت کے سچے حقدار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ پہلے تین خلفاء میں خلیفہ بننے کی قابلیت اور لیاقت نہ تھی، یہ پروپیگنڈا شیعہ فرقہ نے عوام المسلمین میں رائج اور مشہور کردیا۔
- صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بدنام کرنے اور ان پر جھوٹے الزامات عائد کرنے کے لیے شیعہ فرقہ کے مصنفین نے کثرت سے جھوٹے واقعات وحوادثات گھڑ نکالے تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عظمت، وقعت اور اہمیت کم ہوجائے اور صحابۂ کرام کی عزت پر بدنامی کا داغ لگے۔
- اسلام کے پہلے تین خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلاف زہر اگلنے میں اور انہیں اہل بیت

کا دشمن ثابت کرنے کے لیے شیعہ فرقہ کے خطباء اپنی شعلہ بار اور اشتعال انگیز تقریروں میں زہر اگلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔

- حضور اقدس ﷺ کے بعد ملت اسلامیہ کے سچے رہبر، رہنما، ہادی، پیشوا اور راہِ نجات پر گامزن کرنے والے صرف حضرت علی تھے۔ حضرت علی کے علاوہ کسی بھی صحابی میں یہ صلاحیت ولیاقت نہ تھی، اس نظریہ کی بھی شیعہ فرقہ نے خوب تشہیر کی۔
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ ڈرپوک، بُزدل، کم ہمت، بودے، دغاباز اور بھگوڑے تھے۔ جنگ احد میں صرف حضرت علی اکیلے ہی حضور اقدس ﷺ کی حفاظت وحمایت میں سایہ کی طرح ساتھ رہے تھے۔ جب کہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے تھے۔ ایسی غلط فہمی اور کذب بیانی شیعہ فرقہ کی کتابوں میں کثرت سے مرقوم ہے۔
- شیعہ فرقہ کے ذریعے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلاف شیعہ فرقہ کی تقریروں میں اور کتابوں میں بڑے شدومد کے ساتھ یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسلام قبول کرنے کے باوجود زمانۂ جاہلیت کی جہالت وکفریات پر مبنی رسومات کا ارتکاب کرتے تھے بلکہ یہاں تک کہتے اور لکھتے ہوئے انہیں شرم اور جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھروں میں بُت (मूर्ति) رکھے ہوئے تھے اور یہ دونوں خفیہ طور پر ان مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔
- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شیعہ فرقہ کا یہ بھی الزام ہے کہ معاذ اللہ وہ "زنا" (Adultery) کے مرتکب تھے۔ اور یہاں تک غلط الزام عائد کرتے

ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ (Mother) حضرت ہندہ کے ساتھ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زنا جیسے قبیح تعلقات اور مراسم تھے۔ثبوت کچھ بھی نہیں۔بس یونہی کتابوں میں لکھ مارا۔

- نماز کی امامت کا منصب حاصل کرنے کے لیے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دونوں "ظاہر ظہور" یعنی کھلم کھلا لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ایسا غلط بہتان لگاتے ہوئے بھی شیعہ فرقہ کسی قسم کی عار اور شرم محسوس نہیں کرتا۔
- علاوہ ازیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر بھانت بھانت کے، الگ الگ اور مختلف قسم کے، نئے انداز اور جدید طور کے، نئی وضع قطع کے الزامات عائد کرنے میں شیعہ فرقہ کے علماء اور خطباء نے دیانتداری، ایمانداری اور راستی کو بالائے طاق رکھ کر جھوٹ کا دامن تھامنے ہی میں اپنی تمام قوت اور طاقت بیجا ضائع کی ہے۔
- الختصر! شیعہ فرقہ کے ناشرین نے صحابۂ کرام کی شان میں توہین، بے ادبی اور گستاخی کرنے کی فاسد و مذموم غرض سے جھوٹی حدیثیں، بناوٹی حکایات اور حوادث کے غلط حوالے بطور ثبوت و دلیل پیش کر کے ملتِ اسلامیہ کے افراد کے دلوں میں صحابۂ کرام کی اہمیت، عظمت اور وقعت کو ضرر اور ٹھیس پہنچا کر ان کے دلوں سے صحابۂ کرام کا ادب واحترام زائل کر کے ان کی بارگاہ میں زبان درازی کرنے کی ترغیب دینے کی سازش ایک منظم تحریک کے طور پر چلائی۔

''اصول نمبر: ۳''

''صحابہ کرام کی جانب اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کے ساتھ کی گئی ناانصافی اور ظلم وستم کی جھوٹی داستان روتے ہوئے بیان کرنا۔''

عوام المسلمین کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلاف مشتعل کر کے اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا جذبہ پیدا کر کے توہین آمیز جملے اور لعن طعن کرنے کی ترغیب دینے کے لیے شیعہ فرقہ کے ناشرین نے اپنے بیانات میں سینہ کوٹ کر، سر پیٹ کر اور ہچکیاں لیتے ہوئے رونے دھونے کے ناٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل بیت کی مظلومیت اور ان پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے ڈھائے گئے ظلم وستم کی جھوٹی داستانیں ایسے رقت انگیز اور غمناک انداز میں بیان کیں کہ سامعین تڑپ تڑپ کر لوٹنے لگتے۔ مجلس میں آہ وبکا اور گریہ وماتم کا سماں بندھ جاتا۔ بیان کرنے والے اپنے گریبان کو پھاڑ کر، بالوں کو نوچ کر، گلا پھاڑ کر ایسی چیخ دھاڑ مچاتے کہ شور وغل کا ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ لوگ اپنے اہل بیت کی محبت کے جذبات کو سنبھال نہ پاتے اور حُبِّ علی کے جام کے نام پر پلائے گئے بغض صحابہ کے قاتل زہر سے متاثر ہو کر محبت علی کے زعم وگمان میں دانستہ یا نادانستہ توہین صحابہ کے قبیح ارتکاب کے مرتکب بن جاتے۔ لوگوں کی جذباتی کیفیت شیعہ واعظین کے حوصلہ افزائی کا تریاق ثابت ہوتی اور وہ جوش جنون کے اثر سے برانگیختہ ہو کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اس کی زبان بے لگام گھوڑے کی طرح اُچھل کود کرتی ہوئی اب کھلم کھلا صحابہ کرام کے خلاف زہر اگلنا شروع کرتی ہے اور سامعین کو مزید گستاخی پر آمادہ کرنے کے لیے بے تکی اور بے ڈھنگی بکواس شروع کرتی ہے کہ:-

- صرف پانچ یا سات صحابہ کے علاوہ تمام صحابہ اہل بیت کے دشمن تھے۔
- اہل بیت پر ظلم و ستم کرنے میں، ناانصافی کرنے میں صحابہ کے گروہ نے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔
- حضور اقدس ﷺ کے بعد خلافت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے مگر تمام صحابہ نے ناانصافی پر متحد و متفق ہو کر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا اور اس طرح حضرت علی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کیا۔
- حضرت ابوبکر نے بھی حضرت علی کے ساتھ سراسر اور کھلی ناانصافی اور طرفداری (Partiality) کا طریقہ اپنا کر اپنے انتقال سے پہلے ہی دوسرے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت عمر کو منتخب کر دیا اور اپنے انتخاب پر تمام صحابہ کی تائید اور منظوری حاصل کر کے دوسری مرتبہ حضرت علی کے خلیفہ ہونے کا حق مارا اور حق تلفی کر کے ناانصافی کا ارتکاب کیا۔
- حضرت عمر کے بعد تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت علی کے سوا کسی کا بھی نمبر لگے یوں نہیں تھا۔ لیکن حضرت عمر کے دل میں حضرت علی کی دشمنی اور عداوت بھری ہوئی تھی۔ لہذا تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت علی کو موقعہ (Chance) نہ ملے، اس فاسد غرض سے حضرت عمر نے چناؤ کی کاروائی، امیدواری، چیخ، ووٹنگ (Voting/मतदान) وغیرہ کا ناٹک کرنے کا بچاؤ کر گئے اور حضرت عمر کے انتقال کے تین دن بعد تک تیسرے خلیفہ کے چناؤ کا ناٹک رچایا گیا مگر پھر بھی کوئی نتیجہ نہ ہو سکا۔
- تیسرے خلیفہ کے امیدوار حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی تھے۔ مگر انہوں نے خلیفہ کے چناؤ کے ناٹک کے تیسرے دن اپنی امیدواری واپس لے لی اور خلیفہ چننے کا

کل اختیار (Vote-Power) حاصل کر لیا اور اپنے اس اختیار کا ناجائز استعمال حضرت علی کی عداوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیا اور اسلام کے تیسرے خلیفہ کے منصب سے حضرت علی کو محروم کرکے تیسرے خلیفہ کے عہدے پر حضرت عثمان غنی کو متمکن کر دیا۔ اس طرح ناانصاف صحابہ نے تیسری مرتبہ بھی حضرت علی کو خلیفہ بننے سے محروم رکھا اور ناانصافی کی۔

- ۱۱ھ سے ۳۵ھ تک یعنی کل پچیس (۲۵) سال کے طویل عرصہ تک حضرت علی کو خلیفہ کے منصب پر متمکن ہونے سے ایک منظم سازش کے تحت محروم رکھا گیا۔ پچیس (۲۵) سال کے طویل عرصہ تک حضرت علی نے ناانصافی اور ظلم وستم برداشت کیا۔ بلوی یا بغاوت کرنے کے بجائے کڑوا گھونٹ پی کر صبر وتحمل سے کام لیا اور اپنی خاندانی تہذیب اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ فرمایا لیکن صحابہ کے ظالم گروہ کو ذرہ برابر بھی ترس نہ آیا اور ان کے ظلم وستم کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہا۔
- حضور اقدس ﷺ کے "وصی" ہونے کی وجہ سے حضرت علی ہی خلیفۂ اول کے منصب کے لائق تھے لیکن مسلسل پچیس (۲۵) سال تک حضرت علی کا حق مارنے کے بعد بالآخر ۳۵ھ میں ایک لمبے عرصہ تک حضرت علی کو محروم رکھ کر لاچار اور مجبور (Compulsorily) حضرت علی کو چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے چنا (Elect) تو گیا مگر حضرت علی کو چین وسکون سے بیٹھنے نہ دیا۔
- ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک تقریباً پونے پانچ سال (4.75,Years) کے اپنے خلافت کے دور میں حضرت علی کو متعدد اور پیچیدہ دشواریوں میں ایسا الجھا کر رکھ دیا کہ حضرت علی کو فروغ اسلام، دین کی ترقی اور مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی ترقی کے کاموں کی فرصت ہی نہ ملی۔ مثلاً:-

- حضرت علی کو انتظامی امور کی استواری، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد کے پراگندہ ماحول کو درست کرکے استحکام و پائیداری نیز امن و سکون کی فضا قائم کرنے میں حضرت علی کی اعانت اور ساتھ دینے کے بجائے حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ ایک منظم سازش اور ہنگامہ برپا کرکے ماحول کو مزید پراگندہ کرنے کے ارادے سے حضرت علی سے کھلم کھلا جنگ کرنے کی غرض سے اٹھ کھڑے ہوئے، حملہ آور ہوئے اور نتیجہ ۳۶ھ میں مسلمانوں کی سب سے پہلی آپسی لڑائی یعنی "جنگ جمل" کا سانحہ وقوع میں آیا۔
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امور خلافت کی باگ ڈور سنبھالی ہی تھی کہ صرف ایک سال کے اندر ہی حسد اور کینہ کی جلن، بغض و عداوت کی شقاوت کی حدت سے متاثر گروہ صحابہ میں اہمیت رکھنے والے صحابہ نے ۳۶ھ میں "جنگ جمل" کا مذموم ارتکاب کیا۔ ابھی اس آگ کے شعلوں کے انگارے بھی سرد نہ ہوئے تھے کہ ۳۷ھ میں اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کے دائمی اور عیاں متعصب دشمن امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت علی کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑکائے اور تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی دوسری آپسی لڑائی "جنگ صفین" وجود میں آئی۔
- شیعہ فرقہ کے ناشرین و مبلغین آٹھ آٹھ آنسو رو رو کر اور آنکھوں سے اشک کے دریا بہا کر نہایت دردناک کہرام مچاتے ہوئے عوام کے جذبات کو مشتعل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے "جنگ صفین" سے فارغ ہو کر ابھی اطمینان کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ ۳۸ھ میں نام نہاد مسلموں یعنی "خارجیوں" سے جنگ ہوئی۔ اسلامی تاریخ میں یہ مسلمانوں کی تیسری آپسی جنگ "جنگ خوارج" کے نام سے مرقوم ہے۔ حضرت علی سے جنگ کے لیے آمادہ ہونے والے خارجیوں کو

در پردہ جماعت صحابہ کی پشت پناہی اور تعاون حاصل تھا۔

- ظلم وستم کی معنوی داستان کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے شیعہ مبلغ کہتا ہے کہ ۴۰ھ میں حضرت علی کی شہادت کے بعد "امیر المومنین" کے منصب کا حق مولائے کائنات کے خلف اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا لیکن مکر وفریب میں ماہر امیر معاویہ نے صلح اور سمجھوتا کا ناٹک رچا کر امام حسن کو خلیفہ کے عہدے سے دستبردار کردیا اور انہیں گھر میں بیٹھ جانے پر مجبور کردیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ صحابئ رسول امیر معاویہ نے ہمیشہ کے لیے راہ کی مزاحمت اور روک (Inpediment) کو دور کرنے کے لیے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو بے شمار دولت دے کر امام حسن کو زہر دلوا کر شہید کروادیا۔

- شیعہ فرقہ کے مقرر و مبلغ کے صحابۂ کرام پر عائد کردہ اہل بیت پر ستم و جفاکشی کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ ایسے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات و اتہامات اتنی کثرت سے ہیں کہ اس کا انحصار مشکل ہے۔ کچھ الزامات کی وضاحت تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔ پھر بھی صرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کردہ الزامات اختصاراً عرض ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ⊙ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر دونوں نے مل کر جگر پارۂ رسول، خاتون جنت، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وراثت کی زمین "باغ فدک" پر جبراً قبضہ کرلیا اور فدک کے باغ کی نہایت ہی قیمتی زمین ہڑپ (غبن) کر گئے۔ ⊙ حضرت عمر نے خاتون جنت کے مکان کا تمام سامان لوٹ لیا۔ ⊙ حضرت عمر نے خاتون جنت کے مکان کو آگ لگادی۔ ⊙ حضرت عمر نے ظلم وستم کی انتہا کرتے ہوئے جب خاتون جنت حاملہ تھیں، تب تلوار کے دستہ کی کاری ضرب ان کے بطن اطہر پر ماری، اس وجہ

سے آپ کو اسقاطِ حمل (Miscarriage) ہو گیا۔

ایسے تو کثرت سے جھوٹے، اختراعی، بناوٹی، سراسر کذب اور دروغ پر مشتمل الزامات، اتہامات، بہتان اور اختراعات پر مشتمل واقعات و حکایات بڑے سوز و گداز اور غم ورقت آمیز انداز میں بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں صحابۂ کرام کی نفرت، کراہت، بیزاری، حقارت، ذلت، لعنت، ملامت اور دھتکار کا ماحول پیدا کر کے، اہل بیت پر صحابۂ کرام کے ظلم وستم کے جھوٹے اور من گھڑت واقعات کو چیخ چیخ کر، رو کر، سر کوبی، سینہ کوبی اور گریبان چاک کے ڈھونگ اور ناٹک رچا کر سر میں لوہے کی سلاخیں مار کر خون کے فوارے چھڑکا کر، ہاتھ پاؤں میں چاقو اور چھری کی ضربیں لگا کر خون کی دھارا بہا کر ایسے غم انگیز بیان میں لوگوں کے سامنے پیش کیں کہ لوگوں کی ہچکیاں روکے نہیں رکتی تھیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی بوچھاریں تھامے نہیں تھمتی تھیں۔ ان شیعہ مقرروں اور مبلغوں کی سحر بیان تقریروں سے متاثر ہو کر اکثر سامعین "حب علی" اور "حب اہل بیت" کے مکر وفریب کے جال میں پھنس کر شیعہ بن جاتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مقدس جماعت کے سخت مخالف، نفرت کنندہ، دشمن، گستاخ اور بے ادب بن کر فحش اور توہین آمیز الفاظ و جملوں پر مشتمل بکواسیں کرنے لگتے اور ایمان کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جاتے۔

شیعہ فرقہ کی تیز رفتاری سے نشر واشاعت کے عبداللہ بن سبا یہودی اینڈ کمپنی کے خود ساختہ چار (۴) اصولوں میں سے تین (۳) کا یہاں تک اختصاراً تذکرہ ہوا۔ اب آیئے! لوگوں کے لیے بشارت، ثواب کی بہتات اور فضیلت کی ان گنت کثرت کا پٹارا کھول کر شیعہ بنانے کی دلفریب طمع اور لالچ میں جھما کر بے ایمان اور بے عمل بنانے کے ساتھ ساتھ معصیت اور گناہوں کے مہلک ارتکابات کے ذریعہ تباہ و برباد کرنے والے چوتھے اصول پر نگاہ ڈالیں۔

''اصول نمبر:۴''

شیعہ بننے کے فوائد = جو بھی جی میں آئے وہ کرو =

سب کچھ کرنے کی اجازت = شریعت کا بندھن نہیں =

کوئی گناہ نافذ نہ ہوگا = عیش و عشرت کا پروانہ حاصل =

چنچل من کی شوخی فطرت انسان کی دکھتی رگ ہے۔ ہر آدمی (الا ماشاء اللہ) اپنے من کی آرزو، مراد، خواہش اور تمنا پوری کرنے کے ہمیشہ سنہرے خواب دیکھتے رہتا ہے اور اپنے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی جستجو میں کوشاں رہتا ہے۔ پھر یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی خواہشات شرعی اور سماجی اعتبار سے مناسب ہیں یا غیر مناسب۔ چنچل من کی خواہشات کی تکمیل ہی اس کا مطمح نظر اور مقصد اصلی ہوتا ہے لیکن دو (۲) قسم کے خوف و ڈر اس کو تہذیب اور اخلاق کے دائرے میں محدود رکھ کر خلاف شرع و سماج ارتکابات سے روکتے ہیں۔ نمبر:۱ شریعت کے احکام اور نمبر:۲ سماج اور معاشرے کی اخلاق حسنہ کی تہذیب۔ بارہا اسے اپنی خواہشات کی تکمیل کے مواقع آسانی اور سہولت کے ساتھ میسر ہو جاتے ہیں لیکن دو (۲) قسم کے ڈر اور اندیشے سے ارتکاب قبیحہ و مذمومہ سے روکتے ہیں۔ پہلا:۔ یہ کام کر کے اسلامی شریعت کے قانون کے مطابق میں سخت گنہگار ٹھہروں گا اور قیامت کے دن مجھے میرے کیے کی سخت سزا اور عذاب دیا جائے گا۔ دوسرا:۔ جو سماج کے لوگوں کو میرے کالے کرتوت کی اطلاع ہوگی تو میری سماجی عزت و آبرو ملیامیٹ ہو جائے گی اور میرے وقار و دبدبے کا ستیاناس ہو جائے گا۔ لوگوں کی نظروں میں ہلکا اور بدکردار بن جاؤں گا۔ بالخصوص بھری جوانی کی لپٹن

اور پھسلن کی عمر میں نفسانی شہوات کی خواہشات کی تکمیل کے وقت چھیل چھبیلے نوجوان بھی مذہب اور سماج کے ڈر سے ارتکاب فاسدہ کرتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں۔

فطرت انسانیت کی مذکورہ ذہنیت کو پیش نظر رکھ کر نوجوانوں کا وہ طبقہ جو عیش وعشرت کی رنگ رلیاں منانے کے شوقین اور نشاط وعیاشی کے دلدادہ ہیں، انہیں شیعہ فرقہ کی طرف راغب اور مائل کرنے کے لیے شیعہ فرقہ کے ناشرین اور مبلغین نے کھلے ہاتھ کی ثواب کی سعادت وبشارت کا پٹارا کھول دیا اور عیش وعشرت کا جو کام مذہب اور سماج کے اعتبار سے لائق نفرت اور غیر مناسب تھا، اسے صرف مناسب ہی نہیں بلکہ مذہب کی آڑ میں اسے اچھا اور خوبصورت نام دے کر اجر وثواب کا فضیلت والا کام ٹھہرا دیا۔ یعنی زنا ([illegible]) کے مذموم کام کو "متعہ" کا نام دے کر اسے کار اجر وثواب ثابت کرنے کے لیے نازیبا اور لائق صد نفرت رذیل حرکت کی۔

علاوہ ازیں تقویٰ، پرہیزگاری، اجتناب معاصی اور شریعت کے قوانین کی پابندی کرکے اسلامی زندگی کے اخلاق حسنہ کو یک لخت زائل کرتے ہوئے لوگوں کو گناہ اور معاصی پر جری کرنے کے لیے یہ ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ شیعہ فرقہ اپنا کر حضرت علی کی محبت بحر زخار میں غوطہ ([illegible]) لگا دو، بس نجات وبخشش ومغفرت کا پروانہ مل گیا۔ اب تمہیں کوئی بھی گناہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جو بھی من میں آئے، وہ کر گزرو۔ دلی خواہشات بے خوف پوری کرلو۔ من کو مت مارو۔ تمہارے لیے صرف "یا علی" کا نعرہ ہی مضبوط ڈھال ہے۔ کوئی بھی گناہ لاگو نہیں ہوگا۔

اس بشارت (Compact Scheame) کا جادوئی اثر ہوا۔ لوگ امنڈتے سیلاب کی طرح شیعہ فرقہ میں شامل ہوگئے۔ ایسے شامل ہونے والے بیوقوفوں اور احمقوں کو

شیعہ فرقہ کے مبلغین چپکے چپکے سہلاتے رہے اور حسب ذیل مزید بشارت کا تحفہ دیتے رہے کہ:۔

(۱) شیعہ فرقہ کے لوگوں سے قیامت کے دن حساب نہیں لیا جائے گا۔

(۲) قیامت میں شیعہ لوگوں پر جو نوازشات ہوں گی، انہیں دیکھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی رشک ہوگا۔

(۳) قیامت کے دن صرف غیر شیعہ لوگوں (سنیوں) کو ہی گھبراہٹ اور تکلیف ہوگی۔ شیعہ فرقہ کے لوگوں کو قیامت کے دن کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف یا گھبراہٹ نہ ہوگی۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رکھنے والے شیعہ لوگوں پر کوئی گناہ نافذ نہیں ہوتا، کوئی بھی گناہ ضرر یعنی نقصان نہیں دے گا۔

(۵) شیعہ چاہے گناہ صغیرہ کرے یا کبیرہ کرے، شیعہ کو عذاب نہیں ہوگا۔

(۶) جس کے دل میں حضرت علی کی محبت ہے، وہ چاہے یہودی، عیسائی یا ہندو ہو، جنتی ہے۔

(۷) متعہ یعنی ہنگامی نکاح (Temporary Marriage) ایک ایسا نیک کام ہے، جو تمام عبادتوں اور اطاعتوں سے بہتر ہے۔

(۸) متعہ یعنی ایک مرد اور ایک عورت کا رابطہ قائم ہوا، جان پہچان ہوئی۔ ایک دوسرے کو رغبت اور کشش ہوئی، تو دونوں بہت ہی مختصر وقت یعنی گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے نکاح کے رشتہ سے منسلک ہو سکتے ہیں۔ نکاح خوانی کی رسم کی طرح وکیل اور گواہوں کی قطعاً ضرورت نہیں۔ تنہائی میں دونوں ایک دوسرے کو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے منظور کرلیں۔ ایک گھنٹہ عیش و عشرت اور اپنی جسمانی شہوت کی خواہش پوری کرنے کے بعد الگ ہو جائیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ بڑی فضیلت اور ثواب کا کام ہے۔

(۹) متعہ نہ کرنے والی کی اہانت اور فضیلت یہ ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں کبھی بھی متعہ نہیں کیا، اس کا چہرہ روز قیامت مسخ شدہ بگاڑ دی جائے گی۔

(۱۰) متعہ کرنے کی فضیلت اتنی زیادہ ہے کہ (۱) جس نے ایک (۱) مرتبہ متعہ کیا، اس کا مرتبہ اور درجہ حضرت امام حسین جیسا (۲) جس نے دو (۲) مرتبہ متعہ کیا، اس کا مرتبہ اور درجہ حضرت امام حسن جیسا (۳) جس نے تین (۳) مرتبہ متعہ کیا، اس کا درجہ اور مرتبہ حضرت علی جیسا (۴) جس نے چار مرتبہ متعہ کیا، اس کا مرتبہ اور درجہ حضور اقدس ﷺ کے برابر ہے۔ (معاذ اللہ)

مذکورہ بالا فضائل، اجر و ثواب کی کثرت، مراتب و درجات کی بلندی اور جوش میں آنے والا، متعہ کرنے کی اجازت اور پروانے نے اچھے اچھوں کو متاثر اور راغب کرنے کے لیے اور صحراء میں بے تحاشا کڑی دھوپ کے پیاسے کو ٹھنڈے پانی کا مشکیزہ دینے کے مترادف ثابت ہوا۔ چنچل من اور عیش و عشرت کے رسیا کہ جو "مزا لوٹ لو" اور "عیش منالو" کے دلدادہ اور فریفتہ ہیں، وہ تو پل بھر میں ہی شیعہ فرقہ کی اس حرص و طمع کی فریب کاری اور دھوکہ دہی کے جال میں پھنس جائیں گے اور "مذہب کے نام پر شہوت پرستی" کا مزہ لوٹنے کی خواہش و حسرت میں شیعہ فرقہ اپنانے میں لمحہ بھر دیر نہیں کریں گے۔

شیعہ فرقہ کے بنیادی چار (۴) اصول کا یہ چوتھا اصول اتنا نفع بخش اور من بھاون اور مرغوب و مطلوب میٹھے پھل کے طور پر اتنا رائج ہوا کہ تجرُّد (Celibate/ــ) کا ڈھونگ رچانے والے کے من کا کیڑا کلبلانے لگا اور عیشِ شیعیت کے دلدل میں غرق ہو گئے۔

”آئین (Constitution) کی حیثیت رکھنے والے شیعہ فرقہ کے چار بنیادی اصول کی وضاحت“

یہاں تک بیان کردہ شیعہ فرقہ کے تیز رفتاری سے پھیلنے کے چار اہم و بنیادی اصول کے تذکرہ کا ماحصل یہ ہے کہ لوگوں کی عادات، فطرت، ذہنیت، خصلت، طور و اطوار اور خاصیت کو مدنظر رکھ کر شیعہ فرقہ کی نشر و اشاعت میں علم نفسیات (Psychology) اور نفسیاتی تجزیہ (Psycho-Analysis) کے اصول اور قوانین کا بھرپور استعمال کر کے شیعہ فرقہ کے منتظمین اور ناشرین نے جو غیر متوقع کامیابی حاصل کی تھی، ان چار اصولوں کا پھر ایک مرتبہ اختصاراً ماحصل ذیل میں درج ہے:۔

(۱) حضرت علی اور اہل بیت کی عظمت، رفعت اور مرتبہ کی بلندی بیان کر کے ان کی محبت کے جذبات کو اشتعال انگیزی کی حد تک ابھارنا۔

(۲) حضرت علی کے مقابلے میں تمام صحابہ خلافت کی اور انتظامی امور کی صلاحیت میں ناآزمودہ کار، ناآشنا، ناواقف اور نااہل تھے۔ علاوہ ازیں تقویٰ، پرہیزگاری اور بزرگی میں بھی ناقابل، نادانستہ اور ناسازگار تھے اور ان کا ذاتی و نجی سلوک بھی غیر مہذب تھا۔

(۳) پانچ یا سات صحابہ کو چھوڑ کر بقیہ تمام صحابہ حضرت علی اور اہل بیت کے دشمن تھے اور انہوں نے خاندان اہل بیت پر بے تحاشا ظلم و ستم ڈھائے اور حضرت علی کی خلافت کا حق چھین کر ناانصافی کا سلوک کیا۔

۴) شیعہ بن جانے کے اتنے زیادہ فوائد اور منافع ہیں کہ اس کا انحصار ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں شیعہ بن جانے میں جو رخصتیں اور عیش و عشرت کا جو پروانہ حاصل ہوتا ہے، افضلیت کا حامل ہے۔

مذکورہ چاروں اصول کو ملت اسلامیہ میں رائج کرنے کے لیے شیعہ فرقہ کے مذہبی رہنماء، علماء، مصنفین، متکلمین، ناشرین، مقررین، مبلغین اور خطباء نے ایک منظم سازش کے تحت اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و عظمت و غیرہ صحابہ کرام کی شان میں توہین اور تنقیص میں جھوٹی حدیثیں، روایات، واقعات گھڑ کر اور قرآن مجید و احادیث کے غلط تراجم، تفاسیر، مفاہیم، مقاصد، مطالب اور تشریحات بیان کرنے میں غایت درجہ کذب، دروغ، الزام اور اتہام میں نہایت غلو سے کام لیا، رو پیٹ کر اور گریبان چاک کر کے رقت اور ولولہ انگیز بیانات سے کام لے کر لوگوں کے جذبات کو ابھارا، اکسایا بلکہ مشتعل کیا اور اندھی عقیدت کے کیف کی مخموریت کا سماں باندھ کر مسلمانوں کو "صراط مستقیم" سے بہکایا، بھٹکایا، گمراہ اور بددین بنانے میں انتھک و انتھک جدوجہد کی، جس کا صحیح اندازہ شیعہ فرقہ کی تصانیف کثیرہ سے لگتا ہے۔

اب ہم ان چاروں بنیادی اصول کی تفصیل خود شیعہ فرقہ کی کتابوں کے حوالوں سے ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر کچھ اقتباسات گوش گزار کرتے ہیں۔

بنیادی اصول نمبر:۱

''اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کی فضیلت میں شیعہ فرقہ کی کتابوں کے چند اقتباسات''

اب ہم اہل بیت کی فضیلت میں شیعہ فرقہ کی کتابوں کے حوالوں سے بطور نمونہ صرف دو(۲) احادیث کریمہ ایسی پیش کرتے ہیں کہ جن کا حدیث کی کسی بھی معتبر کتاب میں نام ونشان تک نہیں:۔

حدیث نمبر:۱:۔ جنت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے؟

''جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے کہ ''لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ـ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ـ عَلِیٌّ أَخُ رَسُوْلِ اللّٰهِ''۔ شیعہ فرقہ کی کتب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ـ مُحَمَّدٌ حَبِیْبُ اللّٰهِ ـ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ ـ فَاطِمَةُ أَمَةُ اللّٰهِ ـ

حوالہ:۔ (۱) ''تذکرۃ الخواص'' (عربی) مصنف:۔ علامہ شمس الدین سبط بن جوزی شیعہ، المتوفی ۶۵۴ھ، صفحہ نمبر:۲۳

(۲) ''ینابیع المودۃ'' (عربی) مصنف:۔ حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی شیعہ، المتوفی:۱۲۹۴ھ، صفحہ نمبر:۲۰۶

(۳) ''مقتل الحسین'' (عربی) مصنف:۔ ابوالمؤید الموفق بن احمد المکی الحنفی الخوارزمی، المتوفی:۵۶۸ھ، مطبوعہ:۔ ایران۔ جدید ایڈیشن۔ جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۱۰۸

حدیث نمبر:۲:۔ انبیاء کرام دنیا میں کیوں تشریف لائے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے شیعہ فرقہ کی طرف سے ایک بالکل جھوٹی اور من گھڑت حدیث عوام المسلمین میں رائج کی جاتی ہے۔ جو ذیل میں درج ہے:۔

"حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ معراج کی شب جب تمام انبیاء کرام کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ آپ تمام حضرات کو کس لیے نبی بنا کر دنیا میں بھیجا گیا؟ تو تمام انبیاء کرام نے جواب دیا کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی شہادت = آپ کی نبوت = اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار کے لیے ہمیں بھیجا گیا۔"

حوالہ:۔ "ینابیع المودة" (عربی) مصنف:۔ حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی شیعہ، المتوفی: ۱۲۹۴ھ، مطبوعہ: ایران، سن طباعت: ۱۳۰۸ھ، صفحہ نمبر: ۲۳۸

مذکورہ بالا دونوں احادیث من گھڑت، جھوٹی، بناوٹی اور اختراعی ہیں۔ احادیث کریمہ کی بکثرت کتب معتبرہ، معتمدہ اور مستندہ میں دونوں احادیث کا کہیں نام ونشان نہیں۔ البتہ شیعہ فرقہ کے ڈینگ باز مصنفین کی متعدد کتب میں یہ دونوں احادیث پائی جاتی ہیں اور دونوں احادیث کی صحت کے جو اسناد بطور حوالے درج ہیں، وہ بھی شیعہ فرقہ کے مصنفین کی کتابوں کے ہیں۔ یعنی ابتداء ایک شیعہ مصنف نے مذکورہ دونوں حدیث کے تعلق سے ٹھنڈے پہر کی گپ ہانکتے ہوئے اپنی کتاب میں جو بھی لکھ مارا، اسی گپ کو بعد کے مصنفین

نے بعینہ لفظ بلفظ نقل کر دیا اور حوالہ میں اسی کی درس مصنف کی کتاب کا نام لکھ دیا اور کذب بیانی کے ماہر کا اسم بڑے ہی آداب والقاب سے لکھ دیا بلکہ نام والقاب کے ساتھ لفظ "امام" بھی لکھ دیا۔ مصنف کا سن وفات پانچ سو(۵۰۰) یا سات سو(۷۰۰) سال پہلے کا لکھا ہوا اور موجودہ زمانہ میں کتاب پڑھنے والا بڑے ادب واحترام اور اعتقاد وجوش کے جذبے سے پڑھتا ہے۔ ارے۔۔۔ یہ کتاب تو سات سو سال پہلے کے امام کی لکھی ہوئی ہے لہذا! اس کی صداقت اور مستند ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا امکان ہی نہیں۔ آنکھ بند کر کے اس کتاب پر یقین کیا جا سکتا ہے۔ اس اعتماد سے کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کتاب میں بیان کردہ سراسر کذب وجھوٹ پر مشتمل باتوں کو حق اور صداقت پر مبنی جان کر پڑھتا ہے اور بھٹک جاتا ہے۔ صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔ کتاب پڑھنے والے جاہل اور انجان شخص کو اس حقیقت کا ذرہ برابر بھی احساس وگمان نہیں ہوتا کہ کتاب کے مصنف کے نام سے پہلے امام، محدث، علامہ، محقق اور مفتی کے جو القاب لکھ کر اس کی علمی صلاحیت وعظمت کا جو مظاہرہ کیا گیا ہے، وہ مصنف ملت اسلامیہ کا امام نہیں بلکہ اسلام سے بھی اسے دور کا واسطہ نہیں بلکہ اول درجہ کا کٹر پختہ غالی شیعہ ہے۔ یہ مصنف ملت اسلامیہ کو صراط مستقیم اور راہ ہدایت پر گامزن کرنے والا ہادی ورہبر نہیں بلکہ ایمان کی تباہی اور عمل کی بربادی کی گہری کھائی میں دھکیل دینے والا شیعہ جلاد ہے۔ ایسا جاہل کتاب کا پڑھنے والا نور حق کی روشنی کے فقدان اور ضلالت وگمراہیت کے گھٹاٹوپ اندھیرے کی سیاہی سے کتاب پڑھتا ہے، اعتماد کرتا ہے، کتاب میں مرقوم سراسر کذب وجھوٹ پر مبنی باتوں کو اپنا مذہبی عقیدہ اور عقیدت بناتا ہے اور جھوٹی عقیدت کے جذبات واشتعال سے متاثر ہو کر ان جھوٹی باتوں کو اپنے اہل خانہ، دوست، احباب اور جان پہچان والوں کے سامنے عقیدت کے جوش وخروش سے بیان کرتا ہے

اور یہ تمام جھوٹی باتیں تشہیر و شہرت پا کر عوام میں رائج ہو جاتی ہیں اور جانے انجانے میں کتاب کا پڑھنے والا شیعہ فرقہ کی نشر اشاعت کا سبب بن جاتا ہے۔

انکی تو کثرت سے جھوٹی احادیث و روایات شیعہ فرقہ نے مسلم معاشرے میں رائج کردی ہیں۔ جنہیں کثرت سے سنی حضرات بھی اہل بیت اور حضرت علی کی محبت و عقیدت کی وجہ سے سماعت کرتے ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے قبول رکھتے ہیں بلکہ اہمیت دیتے ہیں۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ حضرت علی اور اہل بیت کی محبت کے نام پر شیعہ فرقہ کے ذریعہ رائج کردہ جھوٹی احادیث و روایات کا انحصار کرکے اس کو ذکر کرکے تبصرہ و تنقید کی جائے ، لہذا ان غلط احادیث و روایات کی ایک ادنیٰ جھلک ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے جا رہے ہیں۔ حالانکہ شیعہ فرقہ کے عقائد باطلہ کی تردید اور بطلان میں ملت اسلامیہ کے عظیم المرتبت ائمہ، علماء، اولیاء، صوفیاء اور محققین نے اپنی تصانیف جلیلہ اور خطابات بادیہ کے ذریعہ ملت اسلامیہ کے ایمان کے تحفظ کے لیے کثرت سے تاریخی اور علمی تصانیف کا ذخیرہ اپنی وراثت علمی اور یادگار دائمی کے طور پر چھوڑا ہے۔ جن تمام محسنین کے اسماء مبارکہ کی فہرست مرتب کرنا یہاں پر ایک دشوار مرحلہ ہے۔ البتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علوم و عرفان کے سچے وارث و نائب، ان کے لائق و فائق فرزند ارجمند، خلف اکبر، سجادہ نشین، عالم جلیل، محدث عظیم، متعدد جلیل القدر علماء عظام کے استاد محترم، محقق، محدث، مفتی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیعہ فرقہ کے رد و ابطال میں "تحفۂ اثنا عشریہ" نام سے فارسی زبان میں تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) صفحات میں عظیم شاہکار کی حیثیت سے جو کتاب تصنیف فرمائی ہے، وہ در حقیقت شیعہ فرقہ کے رد میں ایک بے مثال انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia) ہے تقریباً دو سو (۲۰۰) سال پہلے تصنیف فرمودہ شاہ صاحب کی اس کتاب کا رد لکھنا تو دور کی بات ہے، برائے ٹوٹا پھوٹا جواب

لکھنے سے بھی عالمی پیمانے کے شہرت یافتہ شیعہ علماء و مصنفین خاموش، لاجواب، لاچار، عاجز، بے بس، مجبور، قاصر بلکہ مبہوت ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت ایسی ہی باؤلانہ اور ہکابکا ہونے کی کیفیت میں مبتلا رہیں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی معرکۃ الآراء کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" کو عوام و خواص میں مقبولیت اور عالمی پیمانے کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ اس فارسی کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس کتاب میں جس مہذبانہ انداز اور سلیقہ سے تفصیلی وضاحت، حقیقت بیانی کا منصفانہ طرز، رد و ابطال کا عالمانہ اور محققانہ رویہ، شیعوں کے عقائد باطلہ اور متعدد فرقوں کی تفصیل، شیعہ مکتبہ فکر کی اہم کتب کے حوالہ جات اور قرآن و حدیث کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے بطلان، عام فہم طرز تحریر اور زبان کی فصاحت و بلاغت وغیرہ جیسے متعدد محاسن سے صدائے حق کے خزانے کا ایک انمول ذخیرہ ہے۔ جو آج بھی حق و صداقت کی گونج لہراتے ہوئے اپنے منصب رفیع پر متمکن ہے۔

اس کتاب سے استفاضہ اور استفادہ کر کے شیعہ فرقہ کے چار (۴) بنیادی اصول میں سے پہلے اصول "اہل بیت اور حضرت علی کی فضیلت میں غلو" کے تعلق سے شیعہ فرقہ کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ کے تعلق سے کچھ معلومات پیش خدمت ہیں:-

⊙ تمام انبیاء سابقین پر حضرت علی کو فضیلت حاصل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء کرام سے حضرت علی افضل ہیں۔
(حوالہ:- تحفۂ اثنا عشریہ" اردو ترجمہ۔ مطبوعہ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۹۵)

⊙ حضرت علی نے تمام فرشتوں کو تسبیح و تہلیل کی یعنی "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کی تعلیم دی ہے۔
(حوالہ:- ایضاً۔ صفحہ نمبر: ۱۱۳)

- اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ پر وحی اتارتا رہا کہ مجھ سے مانگ، تا کہ تجھ کو حُبِّ علی کی ہدایت کروں یعنی علی کی محبت کی توفیق دوں۔ (حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر:۹۶)
- عظیم المرتبت انبیاء کرام رات دن اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے یہ مانگتے رہے کہ ہم سب کو شیعانِ علی کے گروہ میں داخل فرما۔ (حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر:۹۴)
- شیعہ فرقہ کے پیشواؤں نے ایک جھوٹی حدیث بنائی ہے کہ "اِنَّ شِیْعَۃَ عَلِیٍّ یَغْبِطُھُمُ الرُّسُلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" یعنی "علی کے شیعہ ایسے عظیم رتبہ والے ہیں کہ قیامت کے دن انبیاء کرام ان پر رشک (Emulation) کریں گے۔
(حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر:۱۱۰)
- ایک من گھڑت اور جھوٹی حدیث کی شیعہ لوگ خوب تشہیر کرتے ہیں کہ "لَوْلَا عَلِیٌّ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ وَالْمَلَائِکَۃَ" یعنی "اگر علی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نبیوں اور فرشتوں کو پیدا نہ فرماتا"۔ (حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر:۱۱۲)
- شیعہ لوگوں نے ایک بات یہ بھی رائج کر رکھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی اُس رتبہ کو پہنچی ہے کہ لوگ ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں۔
(حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر:۱۲۸)
- امامیہ شیعہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی کو یہ منصب حاصل تھا کہ اُن کے پاس "وحی" آتی تھی۔ رسول کے اوپر نازل ہونے والی اور حضرت علی پر نازل ہونے والی وحی میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نزولِ وحی کے وقت فرشتہ کو دیکھ سکتے تھے لیکن حضرت علی فرشتہ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صرف آواز سن سکتے تھے۔
(حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر:۲۳۲)

- اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو حضرت علی کی ولایت کے پیغام کے لیے بھیجا تھا۔ جو حضرت علی اگر نہ ہوتے، کوئی بھی نبی پیدا ہی نہ ہوتا = حضرت علی کا مرتبہ تمام انبیاء کرام سے فائق یعنی بڑھا ہوا ہے۔ (حوالہ:۔ ایضاً۔ صفحہ نمبر:۷۶۸)
- حضرت علی کی صفتیں اللہ تعالیٰ کی صفتوں (Attribute) کے ہمسر تھیں، حضرت علی کو بشر (انسان) نہیں کہنا چاہیے۔ (حوالہ:۔ ایضاً۔ صفحہ نمبر:۷۶۸)
- قرآن شریف میں جو لفظ "رَبُّکَ" وارد ہے یعنی تیرا رب۔ تو اس سے مراد حضرت علی ہیں۔ لہذا حضرت علی "مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" یعنی روز جزا کے (قیامت) کے مالک ہیں۔ (حوالہ:۔ ایضاً۔ صفحہ نمبر:۷۶۹)
- تمام انبیاء کرام کے کمالات صرف ایک حضرت علی میں موجود تھے۔

(حوالہ:۔ "مقتل حسین" (عربی) مصنف:۔ ابوالمؤید الموفق بن احمد المکی الخوارزمی شیعہ۔ المتوفی: ۵۶۸ھ، مطبوعہ:۔ ایران۔ جدید ایڈیشن۔ جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۴۲)

شیعہ فرقہ کے مندرجہ بالا عقائد صاف طور پر قرآن و حدیث کے بنیادی عقائد کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ توحید کے اصول کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے "شرک" ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کی عقیدت، محبت اور عظمت و فضیلت کے تعلق سے شیعہ فرقہ کے مذکورہ بالا عقائد ملت اسلامیہ کی کسی بھی معتبر کتاب سے ثابت نہیں بلکہ شیعہ فرقہ کے علماء، مصنفین اپنے ان عقائد کو قرآن و حدیث یا ملت اسلامیہ کی کسی بھی معتبر، معتمد اور مستند کتاب سے سچ اور صحیح ثابت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رکھتے کیونکہ لکھنے والوں نے اور بیان کرنے والوں نے جو بھی ذہن میں آیا وہ لکھ مارا اور بک دیا۔ جس کو شیعہ فرقہ کے

متبعین نے بغیر سوچے اور سمجھے صرف اندھی عقیدت کے جوش میں قبول کرلیا اور ملت اسلامیہ کے درمیان رائج کردیا۔

اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کی عظمت وفضیلت بیان کرنے کا شیعہ فرقہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ جب حضرت علی فضیلت اور رتبہ میں تمام انبیاء کرام سے افضل واعلیٰ ہیں، تو حضرت علی کا تمام صحابۂ کرام سے افضل واعلیٰ ہونے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کیونکہ حضرت علی مرتبہ ورتبہ کی عظمت وفضیلت کے ساتھ ساتھ شجاعت، بہادری، ہوشیاری، علم ودانش، انتظامی امور کی صلاحیت کی وجہ سے تمام صحابۂ کرام میں ایک نمبر کے باصلاحیت صحابی تھے۔ لہٰذا! اسلام کے خلیفۂ اول بننے کے لیے حضرت علی ہی لائق، مناسب اور حقدار تھے۔

بنیادی اصول نمبر:۲

صحابۂ کرام کے خلاف جھوٹے الزامات

بنیادی اصول نمبر:۱ کی باتیں لوگوں کے دماغ میں ٹھسا اور بسا دینے کے بعد شیعہ فرقہ کے ناشرین فوراً اگلے قدم (Next Step) کے طور پر بنیادی اصول نمبر:۲ کو اہمیت دیتے ہوئے لوگوں کے سامنے یہ بیان کرتے ہیں کہ صرف پانچ سے سات صحابہ کو چھوڑ کر باقی کے تمام صحابہ اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کے دشمن تھے۔ ان تمام صحابہ نے آپس میں سازباز اور یک جہتی کا ایکا کرکے حضرت علی کو صرف خلیفۂ اول کے منصب سے ہی محروم نہیں رکھا بلکہ خلیفۂ دوم اور خلیفۂ سوم کے منصب کا چانس (Chance) نہیں لگنے دیا اور ۳۵ھ میں خلیفۂ چہارم کی حیثیت سے حضرت علی کا نمبر لگنے دیا۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے خلیفہ کی

حیثیت سے ابوبکر، عمر اور عثمان منصب پر چڑھ بیٹھے۔ یہ تینوں حضرت مولیٰ علی کے مقابلے میں بے صلاحیت اور بے لیاقت تھے اور یہ تینوں خلیفہ ہونے کے لائق ہی نہ تھے۔ مگر کیا کریں؟ تمام صحابہ کا گروہ ان کے ساتھ تھا۔ کیونکہ تمام صحابہ کے دلوں میں اہل بیت کی عداوت اور دشمنی بھری ہوئی تھی۔ بغض وحسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑک رہی تھی۔ لہذا! تمام صحابہ نے ایکا اور اتحاد کر کے پچیس (۲۵) سال کے طویل عرصہ تک حضرت علی کو خلافت کے عہدے سے محروم رکھ کر اپنی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا۔

اس طرح اپنے بیان کے تعارف کی تمہید میں ہی تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف زہر اگلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ پہلے تین خلفاء کو خلافت کے منصب پر متمکن ہونے کے لیے غیر مناسب اور غیر لائق ثابت کرنے کے لیے ان تینوں کی حمایت کرنے والے تمام صحابۂ کرام کی مقدس جماعت کی اہمیت، عظمت، افضلیت اور رفعت کو گھٹانے کے لیے بغیر کسی ثبوت اور سند کے جھوٹے واقعات اور روایات وحکایات گڑھ کر جھوٹے اور اختراعی الزامات، اتہامات اور افتراء و بہتان کی ایسی بھرمار چلاتے ہیں کہ بات نہ پوچھو۔ ملت اسلامیہ کے دلوں سے صحابۂ کرام کی عظمت، فضیلت اور اہمیت کو گھٹانے کی فاسد غرض سے جو بناوٹی حکایات اور واقعات شیعہ فرقہ کی کتابوں میں مرقوم ہیں، انہیں پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ شیعہ فرقہ کے مصنفین، واعظین اور مبلغین میں شرم وحیاء دیانتداری، راستی، اخلاق، تہذیب اور حق گوئی کا کامل طور سے فقدان ہے۔ شیعہ فرقہ کے ذریعہ صحابۂ کرام کے خلاف جھوٹے، بناوٹی اور اختراعی واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ وانحصار کرنا اور انہیں ایک جگہ لکھنے کے لیے ایک الگ اور مستقل ضخیم کتاب درکار ہے۔ لہذا! چند جھوٹے اور اختراعی واقعات پیش کر کے سبکدوش ہو رہے ہیں۔

''صحابۂ کرام کے خلاف شیعہ فرقہ کے مَن گھڑت اور جھوٹے واقعات میں سے چند اقتباسات''

نمبر:۱

''حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔''

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جاں نثار، وفادار، شجاع اور بہادر ساتھی رسول پر شیعہ فرقہ کے مصنفین و مبلغین یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات جنگ احد کے معرکہ کے وقت عین لڑائی کے موقعہ پر میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے:۔

> ''بیشک! یہ دونوں (ابوبکر و عمر) کی محبت کوئی محبت نہیں۔ وہ لڑائی کے لیے سب سے آگے نکلے اور بعد میں بھاگ نکلے۔ حالانکہ یہ دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ میدانِ جنگ سے بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ ان دونوں نے حضور اقدس ﷺ کے علم (جھنڈے/Flag) کو ذلت اور رسوائی کا کپڑا اپہنا دیا۔''
>
> حوالہ:۔ ''ناسخ التواریخ'' (فارسی)، مصنف:۔ ابن ابی الحدید محمد تقی بن محمد علی، المتوفی ۱۲۹۲ھ، مطبوعہ:۔ تہران (ایران) جلد نمبر:۲، صفحہ نمبر:۲۲۵

علاوہ ازیں: صوبہ گجرات کے شہر موڈاسہ سے "امیر المؤمنین لائبریری" سے شائع شدہ گجراتی کتاب "سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مبارک جیون چرتر" مصنف (۱) ایم - پی - پٹیل اور (۲) مولوی حسین احمد پٹیل - اشاعت سن ۲۰۰۵ء - ایڈیشن اول، جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۳۲۹ تا ۳۳۵ میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ "جنگ احد میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ تینوں دورانِ جنگ میدانِ جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے تھے۔" (معاذ اللہ)

نمبر:۳

"حضرت علی کے دشمن صحابہ کے نام کی فہرست"

شیعہ فرقہ اور شیعہ فرقہ کے معاونین کی پرانی عادت اور رسم ہے کہ وہ کسی پر بھی کسی بھی ثبوت اور گواہی کے بغیر "دشمنِ علی" اور "دشمنِ اہل بیت" کا لقب (Title) بڑی آسانی سے چسپاں کر دیتے ہیں۔ شریعت کی پابندی کی اہمیت یا حق گوئی پر مشتمل کوئی بات ہو تو شیعہ فرقہ کا متبع فوراً چند جھوند ہو کر لال پیلا ہو کر بدتمیزی سے غیر مہذب انداز میں بکھل پھٹ زبان میں گستاخانہ گفتگو کر کے اپنی اصلیت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ پر "دشمنِ علی" کے خطاب کی نوازش مزید تحفہ کے طور پر مفت میں دے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی پوری مقدس جماعت کو فحش اور گستاخی پر مشتمل الفاظ میں گالیاں دینے میں شیعہ فرقہ کے لوگوں کو کسی قسم کی شرم و حیا نہیں آتی۔ بلکہ صحابہ کرام کے خلاف "تبرا" یعنی گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا ان کے نزدیک عمدہ عبادت اور کارِ اجر و ثواب ہے۔

بھولے بھالے اور بے علم مسلمانوں کے دلوں میں اہل بیت کی محبت کا جو جذبہ ہے،

اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے صحابۂ کرام کے خلاف تعصب اور اشتعال پھیلانے کی غرض سے جھوٹے اور بے بنیاد واقعات گھڑ لینے میں اور ان واقعات کے ضمن میں صحابۂ کرام کی توہین وتنقیص کرنے میں شیعہ فرقہ کے واعظین، مبلغین اور مصنفین کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ اور ان واقعات کو سبب بنا کر صحابۂ کرام کی مقدس جماعت کو "دشمن اہل بیت" اور بالخصوص "دشمن علی" ثابت کرنے کی سعی بیجا کرتے ہیں۔

شیعہ فرقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں خصوصیت کے ساتھ جن صحابۂ کرام تابعین عظام کو کسی بھی ثبوت کے بغیر دشمن علی اور دشمن اہل بیت کہہ کر گستاخیاں کی ہیں۔ ان کے مبارک اسماء گرامی کی مختصر فہرست ذیل میں درج ہے:۔

۱	حضرت ابوبکر صدیق	۲	حضرت عمر فاروق اعظم	۳	حضرت عثمان بن عفان
۴	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف	۵	حضرت زبیر بن عوام	۶	حضرت طلحہ بن عبیداللہ
۷	حضرت ابوہریرہ	۸	حضرت مغیرہ بن شعبہ	۹	حضرت عروہ بن زبیر
۱۰	حضرت عمرو بن سعید بن عاص	۱۱	حضرت سمرہ بن جندب	۱۲	حضرت انس بن مالک
۱۳	حضرت ابومسعود انصاری	۱۴	حضرت کعب بن احبار	۱۵	حضرت عبداللہ بن زبیر
۱۶	حضرت عبداللہ بن عمر	۱۷	حضرت ابوموسیٰ اشعری	۱۸	حضرت ضحاک بن قیس
۱۹	حضرت وائل بن حجر	۲۰	حضرت سعید بن مسیب	۲۱	حضرت زید بن ثابت
۲۲	حضرت سعد بن ابی وقاص	۲۳	حضرت ابوطلحہ انصاری۔ وغیرھم (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین)		

(حوالہ:۔ "شرح ابن ابی الحدید" (عربی) مصنف:۔ عز الدین عبدالحمید بن محمد بن محمد بن حسین بن ابی الحدید المدائنی، المتوفی ۶۵۵ھ مطبوعہ:۔ تہران (ایران) سن طباعت ۱۳۷۸ھ، جلد نمبر: ۳، صفحہ نمبر: ۲۶۳ تا ۲۷۷۔ بحوالہ:۔ "سہم مسموم" (عربی)، مصنف:۔ غلام حسین نجفی شیعہ۔ صفحہ نمبر: ۱۰۷۔ استفادہ از کتاب:۔ "میزان الکتب" (اردو)۔ مصنف:۔ محقق الاسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب سنی۔ ناشر: مکتبہ نوریہ حسینیہ، بلال گنج۔ لاہور (پاکستان) صفحہ نمبر: ۶۷)

نمبر: ۳

"نماز کی امامت کرنے کے لیے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ میں لڑائی"

شیعہ فرقہ کی مشہور کتاب "تاریخ یعقوبی" میں ایک واقعہ سراسر جھوٹا "جنگ جمل" میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ:۔

"نماز کا وقت ہوا۔ طلحہ اور زبیر کے درمیان جھگڑا ہوا اور یہ دونوں ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر نماز کی امامت کے لیے آگے بڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ نماز قضا ہو گئی۔ لوگوں نے شور مچا دیا کہ اے اصحاب محمد ﷺ! نماز کا تو خیال کرو۔ لہذا بڑی اماں عائشہ نے فرمایا کہ ایک دن طلحہ کا بیٹا محمد جماعت کرائے اور ایک دن زبیر کا بیٹا عبداللہ نماز پڑھائے۔ اس پر ان دونوں نے اپنی ساس کے فیصلے کے مطابق صلح کر لی۔"

حوالہ:۔ "تاریخ یعقوبی" (عربی) مصنف:۔ احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر عباسی، المتوفی: ۲۸۳ھ۔ جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۱۷۰

نمبر:۴۴

''صحابۂ کرام کی توہین وتنقیص کی بھرمار''

شیعہ فرقہ کو جس کے علم وفضل پر ناز بلکہ گھمنڈ ہے، ایسے عالمی شہرت یافتہ زبردست عالم، مقرر اور متعدد کتب کے مصنف علامہ شمس الدین سبط ابوالمظفر یوسف بن قزغلی سبط ابن جوزی بغدادی المتوفی: ۶۵۴ھ نے عربی زبان میں ایک کتاب بنام ''تذکرۃ الخواص'' جو ملک ایران کے شہر تہران سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے ایسا احساس ہوتا ہے کہ کیا مصنف نے چرس، گانجہ یا شراب کے نشے میں مخمور ہو کر یہ کتاب لکھی ہے؟ کیونکہ اس کتاب میں صحابۂ کرام کے خلاف ایسی پھوہڑ اور رذیل قسم کی بکواس اور بے تکی الزام تراشیاں ایسے گستاخانہ انداز میں لکھی گئی ہیں کہ تہذیب، اخلاق، شائستگی، تمیز، پاس، لحاظ، ادب واحترام، سلیقۂ کلام وغیرہ جیسے ضروری لوازمات کو دفن گور کر کے حسد کی آگ، نفرت کا اُودھم، عداوت کا ہنگامہ، بغض وعناد کی شورش اور انتقام کے جذبے کی بکواس کی بہتات وکثرت لفظ بلفظ اور سطر سطر سے پھوٹتی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے فٹ پاتھ (Foot path) چھاپ اوباش قسم کی ذہنیت رکھنے والے اور گالی گلوچ ودشنام طرازی کے ماہر لوفر قلم کار کا شمار شیعہ فرقہ کے صف اول کے مایہ ناز مصنف میں ہوتا ہے، جو نہایت افسوس کی بات ہے۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر شیعہ فرقہ کے صف اول کے مصنف سبط ابن جوزی کی رسوائے زمانہ کتاب ''تذکرۃ الخواص'' کے کچھ اقتباسات ذیل میں پیش خدمت ہیں جنہیں دیکھ کر مصنف کی دریدہ دہنی اور پراگندہ ذہنیت کا اندازہ آجائے گا:۔

▣ ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت شر پر مبنی تھی۔ لہذا ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہیے۔'' (حوالہ:۔ ''تذکرۃ الخواص'' ۔صفحہ نمبر:۶۱)

▣ ''حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نفس پرستی کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت کا حق نہ دیا اور حضور ﷺ کی مخالفت کی۔''

(حوالہ:۔ ایضاً۔صفحہ نمبر:۶۲)

▣ ''حضرت ابوبکر صدیق خلافت کے لائق نہ تھے۔'' (حوالہ:۔ ایضاً۔صفحہ نمبر:۶۳)

▣ ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پانچ آدمی دعویٰ کرتے تھے کہ یہ ہمارا لڑکا ہے۔'' (حوالہ:۔ ایضاً۔صفحہ نمبر:۲۰۱)

جس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ صحابی رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا پانچ (۵) اشخاص کے ساتھ ناجائز جسمانی تعلق تھا۔ اور ان کو حمل رہ گیا تھا۔ لیکن صاف طور پر یہ طے نہیں ہوتا تھا کہ کس کے نطفے سے حمل قرار پایا ہے۔ لہذا پانچ آدمیوں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ہمارا بیٹا ہے۔

▣ ''حضرت امیر معاویہ کے چار (۴) باپ تھے اور ان کی والدہ ''ہندہ'' زانیہ تھیں۔''

(حوالہ:۔ ایضاً۔صفحہ نمبر:۲۰۳)

▣ ''حضرت عمر فاروق نے ہندہ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ کے ساتھ زنا کیا تھا۔'' (حوالہ:۔ ایضاً۔صفحہ نمبر:۲۰۳)

نمبر:۴۰

''حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ نے ہی لوگوں کو ابھارا تھا۔''

گزشتہ صفحات میں خلیفۂ سوم، امیر المومنین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا مفصل بیان مرقوم ہو چکا ہے اور حقائق و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن شیعہ فرقے کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں یہ گپ ہانکی ہے کہ ام المومنین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان کو شہید کروا دینے کے لیے لوگوں کو ابھارا تھا۔ معاذ اللہ۔ حوالہ ذیل میں مندرج ہے:۔

''حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کے قتل کے لیے لوگوں کو ابھارا تھا اور یہاں تک حکم دیا کہ اس ''نعثل'' یعنی لمبی داڑھی والے کو قتل کر دو، وہ کافر ہو گیا ہے۔''
حوالہ:۔ (۱) ''کتاب الفتوح'' (عربی)۔ مصنف:۔ احمد بن اعثم کوفی۔ المتوفی: ۳۱۴ھ، مطبوعہ:۔ مدینہ منورہ۔ جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۴۲۹ حوالہ:۔ (۲) ''روضۃ الصفا'' (فارسی)۔ مصنف:۔ محمد میر خواند شاہ۔ المتوفی: ۹۰۳ھ، مطبوعہ:۔ لکھنؤ (انڈیا)، جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۴۷۸

مندرجہ بالا دونوں کتاب کی عبارت نہایت کذب و دروغ پر مشتمل ہیں۔ مصنف کے من میں جو آیا وہ لکھ مارا۔ ملت اسلامیہ کی کسی بھی مستند، معتبر اور معتمد کتاب میں اس کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ صرف شیعہ فرقہ کی کتابوں میں یہ عبارت پائی جاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی ذمہ دار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ٹھہرا کر ان کو قاتلانِ عثمان میں شمار کر کے بدنام کرنے کے لیے ایک من گھڑت بات لکھ دی ہے۔

نمبر:۵

''حضرت عثمان کی لاش تین (۳) دن تک بغیر کفن ودفن کے پڑی رہی۔ ایک پاؤں کتے کاٹ کر لے گئے۔''

امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ضمن میں شیعہ فرقہ کی کتاب ''کتاب الفتوح'' میں دل دہلا دینے والی جھوٹی اور من گھڑت عبارت لکھی ہوئی ہے کہ:۔

> ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد تین (۳) دن تک ان کی نعش کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر پر پڑی رہی، حتیٰ کہ آپ کی ایک ٹانگ کتے کاٹ کر لے گئے۔ پھر کہیں جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دفن کرنے کا حکم دیا۔ ایک مصری شخص اور دوسرے بہت سے لوگوں نے کہا کہ انہیں یہودیوں کے قبرستان میں دفنایا جائے۔''

حوالہ: ''کتاب الفتوح'' (عربی)۔ مصنف: احمد بن اعثم کوفی۔
المتوفی ۳۱۴ھ مطبوعہ: حیدرآباد دکن، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۳۷

نوٹ: کتاب ''کتاب الفتوح'' کی عربی عبارت ۱۰۰۰ بعینہٖ
ماخوذ ''میزان الکتب'' (اردو)۔ مصنف: محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی
صاحب نقشبندی۔ ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ، بلال گنج، لاہور (پاکستان)، سن
اشاعت ۱۹۹۳ء، صفحہ نمبر ۱۹۰ سے اخذ کیا گیا ہے۔

نمبر ۲:

''ایک ٹھنڈے پہر کی گپ سے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں تو کہیں سے حضرت امیر معاویہ نے حضرت عائشہ کو مار ڈالا۔''

یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں و روشن ہے کہ گپ مارنے میں شیعہ فرقہ کے مصنفین کو کوئی پہنچ نہ سکے۔ کہاں کی بات کہاں چسپاں کر دینی، کہاں جھوٹی کہانی گھڑ لینی اور کہاں بے بنیاد اور جھوٹی کہانی، قصہ، داستان اور افسانہ لکھ مارنا۔ ان معاملات میں شیعہ فرقہ کے مصنفین یکتائے عصر یعنی زمانہ میں بے مثل و مثال ہیں۔ قارئین کرام کو شیعہ فرقہ کے نجی مصنفین کے کالے کرتوت کے نمونہ کے طور پر شیعہ فرقہ کی کتاب ''حبیب السیر'' سے ایک جھوٹی کہانی نقل کرتے ہیں کہ اُمّ المومنین، محبوبۂ رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوئیں (Well) میں دھکیل کر، دفن کر کے اور مار ڈالنے کا مذموم ارتکاب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ کتاب کی اصل فارسی عبارت کا اردو ترجمہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:۔

"ایک دن معاویہ نے عائشہ سے کہلا بھیجا کہ آج آپ کی دعوت ہے۔ اور دعوت کا سامان یہ کیا کہ اپنی قیام گاہ میں خفیہ طور سے ایک کنواں کھدوایا۔ اور اس کا منہ خس وخاشاک سے بھر دیا۔ اور اس پر آبنوس کی کرسی ڈال دی۔ جب بی بی عائشہ اس مکان میں تشریف لائیں، تو معاویہ نے اس کنوئیں کی طرف اشارہ کیا کہ اس پر تشریف رکھیں۔ عائشہ قدم رکھتے ہی کنوئیں میں گر پڑیں۔ معاویہ نے اس کنوئیں کو چونے (Lime) سے بھروادیا اور بند کردیا اور مدینہ واپس آگئے۔"

حوالہ:۔ "حبیب السیر" (فارسی)۔ مصنف:۔ مولوی غیاث الدین محمد ابن ہمام الدین خواند میر۔ المتوفی: ۹۴۲ھ، مطبوعہ:۔ بمبئی (مہاراشٹر۔ بھارت)، جلد نمبر:۱، جزء نمبر: ۳، صفحہ نمبر: ۸۵۔ بحوالہ:۔ "وفات عائشہ"، مصنف:۔ مرزا یوسف لکھنوی۔ صفحہ نمبر:۱۱۲

نوٹ:۔ آبنوس = ایک مشہور درخت کا نام جس کی لکڑی سخت وزنی اور سیاہ ہوتی ہے۔ (حوالہ:۔ فیروز اللغات۔ صفحہ نمبر:۶)

نوٹ نمبر ۲: اس لکڑی کو انگریزی میں EBONY اور ہندی زبان میں اسے आबनूस کہتے ہیں۔

شیعہ فرقہ کی مذکورہ کتاب "حبیب السیر" پر بنظر عمیق اگر غور وفکر کیا جائے، تو ذیل میں مرقوم تبصرہ اور تنقید کے بکثرت نکات سامنے آئیں گے اور "حبیب السیر" کتاب کے جھوٹ کے دفتر کا پردہ چاک کر کے مصنف کی کذب بیانی کا راز فاش کر کے صداقت کے طمانچے سے اس کا منحوس چہرہ تھوڑا بنا دے گا۔ غور وخوض کے ساتھ کامل التفات سے ملاحظہ فرمائیں:

- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "مدینہ منورہ" میں رہتی تھیں۔ جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "دمشق" (ملک شام-Syria) میں رہتے تھے۔ تو دعوت کون سے مقام میں تھی؟ مدینہ میں یا دمشق میں؟
- اگر دعوت مدینہ میں تھی، تو حضرت امیر معاویہ سن ہجری ۵۰ میں مدینہ تشریف لائے تھے، اس کا کیا ثبوت ہے؟
- حضرت عائشہ کا سن وفات ۵۹ھ ہے۔ اگر یہ حادثہ سچ ہے، تو یہ حادثہ ۵۹ھ میں ہی وقوع پذیر ہوا ہوگا؟
- اگر یہ حادثہ دمشق میں واقع ہوا ہے، تو ۵۹ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دمشق تشریف لے گئی تھیں، اس کا کیا ثبوت ہے؟
- حضرت امیر معاویہ نے حضرت عائشہ کو کھانے کی دعوت کس کے معرفت بھیجی تھی؟ دعوت دینے کون گیا تھا؟ دعوت تحریری بھیجی تھی یا زبانی؟ ٹیلی فون یا موبائل سے دعوت دی تھی، ایسی گپ نہیں چلے گی کیونکہ تب ان کا وجود ہی نہ تھا۔
- دعوت تحریری یا لسانی، جو بھی ہو، دعوت دینے کے لیے حضرت امیر معاویہ کے نمائندہ کی حیثیت سے جو شخص گیا تھا، اس کا نام کیا تھا؟ وہ کہاں کا باشندہ تھا؟
- دعوت دینے کے لیے جو شخص گیا تھا، وہ صحابی تھا یا تابعی تھا یا اور کوئی؟
- دعوت دینے والا شخص کہاں سے چل کر کہاں گیا تھا؟ پیدل گیا تھا؟ یا سوار ہو کر؟ کب نکلا تھا؟ اور کب پہنچا تھا؟
- حضرت عائشہ نے حضرت امیر معاویہ کی دعوت کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنی آمد کی اطلاع کس ذریعہ سے دی؟ قاصد کے ذریعے؟ یا ٹیلی فون یا ٹیلی گرام بھیج کر؟

- حضرت عائشہ نے دعوت قبول فرما لی ہے اور وہ تشریف لانے والی ہیں بعد آں کتاب کی عبارت "اور دعوت کا سامان بہم کیا" کے مطابق حضرت امیر معاویہ نے دعوت کے سامان کا فی الفور انتظام شروع کر دیا ٹھیک ہے؟ اب فرمائیے چند سوالات۔
- قبول دعوت کی اطلاع اور تشریف آوری کے درمیان کتنے وقت کا فاصلہ تھا؟
- اور اتنے سے وقت کے دوران حضرت امیر معاویہ نے تمام انتظام پورے کیے؟
- یعنی کتاب کی عبارت (1) کنواں کھودنا (2) کنویں کے منہ کو خس وخاشاک سے بھر دینا۔ (3) کنویں کے منہ کے اوپر کی زمین ہموار کر کے اس پر آبنوس کے ٹکڑے کی کرسی رکھنا۔ یہ تمام انتظامات آنے کی اطلاع اور تشریف لانے کے وقت کے درمیان پورے کر لیے؟
- کنواں کتنا گہرا کھودا تھا؟ کنواں کھودنے کے لیے کتنے آدمی کھدائی کے کام کے لیے لگائے تھے؟ مشین سے کھدائی کی گپ نہیں چلے گی۔
- آبنوس (Ebony) کے ٹکڑے سے بنی ہوئی کرسی تو مان لو کہ پہلے سے تیار تھی لیکن کنوئیں کے منہ کو خس وخاشاک سے اس طرح بند کرنا کہ نیچے کے حصہ میں خلاء باقی ہے اور اوپر کا حصہ عام زمین کی طرح نظر آئے اس طرح ہموار کر کے اس کے اوپر کرسی کو رکھ کر کنویں کے منہ کو ہو بہو زمین کی طرح ہموار کر دینا کہ سازش کا لقمۂ اجل بننے والے کو احساس تک نہ ہو کہ کرسی کے نیچے میرے کھدی ہوئی قبر ہے۔
کیا یہ تمام امور اتنے قلیل عرصہ کے درمیان انجام دینا ممکن ہے؟
- دعوت کی میزبانی میں شرکت کرنے حضرت عائشہ کے ساتھ کتنے لوگ آئے تھے" آنے والوں میں کتنے مرد تھے؟ کتنی عورتیں تھیں؟ ان کی انفرادی اور مجموعی تعداد

کیا تھی؟ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنفس نفیس اکیلے تشریف لائی تھیں؟

- حضرت عائشہ دعوت کھانے اکیلے یا قافلہ کے ساتھ چاہے جیسی بھی آئی ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ آنے کا سفر کتنے میل کا تھا؟ وہ سفر کس طرح طے کیا؟ پیدل چل کر یا سوار ہو کر؟ سواری کا جانور کیا تھا؟ ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، دراز گوش، کیا تھا؟ موٹر کار یا بس کہہ کر مزید گپ مارنے کی جرأت مت کرنا۔
- اگر حضرت عائشہ اکیلی ہی آئی تھیں، تو بالکل تن تنہا تو نہ آئی ہوں گی۔ ساتھ میں کوئی نہ کوئی خادمہ، غلام، اونٹ بان، راستہ دکھانے والا راہ نما (Guide) یہ سب مل کر چار پانچ افراد تو ضرور ساتھ ہوں گے؟ لہٰذا جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سازش کا شکار بن کر کرسی پر بیٹھتے ہی کنویں کے اندر غرق ہو گئیں، تب ساتھ آنے والوں نے حضرت عائشہ کو بچانے کے لیے کچھ بھی نہ کیا؟ اگر کچھ نہ کر سکنے کی پوزیشن میں تھے، تو کم از کم چیخ دھاڑ مچانا یا بچاؤ۔ بچاؤ۔ کی چیخم چاخ بھی نہ مچائی؟

ان ساتھ آنے والوں کا کیا حشر ہوا؟ کیا حضرت امیر معاویہ نے ساتھ آنے والے سب کو مار ڈالا؟ ان کے نام اور ان کی تعداد کیا تھی؟

- کتاب کی عبارت کے الفاظ "عائشہ قدم رکھتے ہی کنویں میں گر پڑیں" اور پھر اس کے بعد کے الفاظ یہ ہیں کہ "معاویہ نے اس کنویں کو چونے (Lime) سے بھروا دیا"۔ کیا حضرت امیر معاویہ نے بڑی تعداد میں چونا پہلے سے ہی منگوا کر تیار رکھا تھا؟
- کنواں بھر دینے کے لیے چونا ہی کیوں پسند کیا؟ مٹی، ریت، پتھر یا کنکر کیوں نہیں؟

کیا قریب میں چونے کے بھٹے یا چونا بنانے والی فیکٹری تھی؟

- ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کنویں میں پانی تھا یا نہیں؟ علاوہ ازیں ایک مزید سوال یہ بھی ہے جس چونے کے ذریعہ کنواں بھرا گیا تھا، وہ چونا پاؤڈر یعنی سفوف کی صورت میں تھا یا ڈلے (Lump) کی صورت میں تھا؟ کیونکہ اگر کنویں میں پانی تھا اور اس میں چونے کے ڈلے (Lumps) ڈالے گئے ہوں، تو چونا کے ڈلے پھولیں گے اور سفوف یعنی پاؤڈر (Powder) بن جائیں گے۔ اس اسلوب (Method) کے دوران چونا کے ڈلے سے نہایت سخت حرارت و گرمی پیدا ہو اور دھواں نکلے۔ اس کی حرارت اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس میں جو کچھ بھی ڈال دو وہ گر جائے اور جل جائے۔ علاوہ ازیں چونے کے ڈلے کے مقابل چونے کا پاؤڈر زیادہ جگہ گھیرتا ہے۔ اور رکھنے کی جگہ (Store place) زیادہ درکار ہوتی ہے۔ اگر حضرت امیر معاویہ نے حضرت عائشہ کو کنویں میں دھکیل کر چونے سے کنواں بھر دیا ہو اور کنویں میں اگر پانی تھا، تو چونے کے ڈلے پھوٹنے کی وجہ سے پیدا شدہ حرارت کی تیزی کی وجہ سے انسانی جسم پگھل جائے گا۔ جسم کا چمڑا اور گوشت پگھل کر جل جانے کے بعد ڈھانچہ (Skeleton/ढांचा) ہی باقی رہے گا اور وہ ڈھانچہ بھی چونے میں ایسا پیوست ہو جائے گا کہ اس کو الگ کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

- حضرت عائشہ کو حضرت امیر معاویہ کے ذریعہ کنویں میں دھکیل کر ہلاک کر دینے والے جھوٹے واقعہ کے جھوٹے شیعہ مصنف سے ہمارا ایک سوال یہ بھی ہے کہ کنویں میں گر کر پیوست ہو جانے کے بعد حضرت عائشہ کا جسد پاک (مبارک جسم) ہاتھ لگا یا نہیں؟ اور اگر ہاتھ لگا تو جسم کی کیا حالت تھی؟

- ماہر کذب و دروغ شیعہ مصنف کی کتاب کی عبارت کے الفاظ "معاویہ نے اس کنویں کو چونے سے بھروادیا اور بند کردیا اور مدینہ واپس آگئے"۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ حادثہ مدینہ منورہ شہر میں وقوع پذیر نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت امیر معاویہ کے مکان یعنی رہائش گاہ یعنی ملک شام کے شہر دمشق میں تھا۔

مدینہ طیبہ (ملک حجاز) سے دمشق (ملک شام) کا فاصلہ K.M./1324 ہے۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی دعوت کھانے کے لیے حضرت عائشہ نے ایک ہزار، تین سو چوبیس (۱۳۲۴) کیلومیٹر کا سفر طے کیا؟ تو وہ سفر کتنے دنوں میں مکمل ہوا؟

- پختہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) سال پہلے سفر طے کرنے کے تیز رفتار وسائل تھے ہی نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ۱۳۲۴/ کلومیٹر کا فاصلہ صرف ایک دن میں طے نہیں کیا جاسکتا بلکہ کئی دن اور کئی ہفتے لگ جائیں گے۔ لیکن شیعہ فرقہ کے ڈنگ باز گپی مصنف کی کتاب کی عبارت کے الفاظ دیکھو کہ "معاویہ نے عائشہ کو کہلا بھیجا کہ آج آپ کی دعوت ہے۔" یعنی جس دن کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا تھا، اسی دن دعوت بھیجی تھی۔

- تو کیا جس دن دعوت بھیجی تھی، اسی دن حضرت عائشہ دعوت میں شریک ہونے پہنچ گئیں؟ دعوت دوپہر کے کھانے (Lunch) کی تھی یا رات کے کھانے (Dinner) کی تھی؟

- دعوت دن میں ہی ملی تھی لہذا پچھلی شب میں ہی سفر کا فاصلہ طے کرنے کی ابتداء نہ کی تھی بلکہ صبح (دن) کے وقت دعوت ملتے ہی ایک لمحہ کی بھی تاخیر کیے بغیر سفر شروع

کر دیا تھا؟ مان لو کہ دعوت رات کے کھانے (Dinner) کی تھی، تو کیا پورا دن سفر کرتے کرتے ۱۱۳۲۴ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے غروب کے وقت دمشق پہنچ گئی تھیں؟ اتنا بانسرعت (Speedy) سفر حضرت عائشہ نے کس سواری (Vehicle) سے کیا تھا؟ اس کا جواب شیعہ فرقہ کا پھیکو مصنف دے سکے ایسی حالت میں ہے؟

- حضرت عائشہ امیر معاویہ کے مکان پر پہنچ تو صحیح و سالم گئیں لیکن انہیں لذیذ اور مرغن کھانے تناول کرنے کا موقعہ ہی میسر نہ ہوا۔ کیونکہ جاتے ہی حضرت امیر معاویہ نے خوش آمدید کرنے کے بعد کنویں پر رکھی کرسی پر جلوہ فرمانے کی گزارش کی اور ان کی درخواست کو قبول فرما کر حضرت عائشہ کرسی پر بیٹھیں اور حضرت امیر معاویہ کی سازش کامیاب ہوئی اور حضرت عائشہ کنویں کی گہرائی میں غرق ہو گئیں کہ فوراً کنواں چونے سے بھر دیا گیا۔
- حضرت عائشہ کے کنویں میں دفن ہونے کے بعد فوراً حضرت امیر معاویہ بقول بھی داس شیعہ مصنف "مدینہ واپس آگئے" جس کا سیدھا اور آسان مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے قتل کے بعد حضرت امیر معاویہ فرار (Absconding) ہو کر مدینہ بھاگ گئے۔
- کوئی بھی مجرم ارتکاب جرم کے بعد جب فرار ہوتا ہے، تب اس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ قانون کی گرفت میں آنے سے بچ جائے لہٰذا وہ محفوظ مقام پر بھاگ جاتا ہے۔
- مذکورہ معنوی واقعہ میں شیعہ فرقہ کے گپی مصنف نے نری بیوقوفی کا مظاہرہ کر کے ایسا لکھ دیا کہ سازش کو انجام دینے کے بعد حضرت امیر معاویہ مدینہ شریف چلے

گئے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد مدینہ طیبہ حضرت امیر معاویہ کے تصرف و

مقام نہ تھا۔ ہو گیا۔

- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کے دور میں ایک بہت عظیم شخصیت تھیں۔ بلا امتیاز خاندان والے، رشتہ دار بلکہ تمام مومنین و مسلمین ان سے محبت کرتے تھیں۔ جس میں امیر معاویہ کی ذات بھی شامل ہیں۔

نیز یقینی طور پر شیعہ مصنف کے مطابق جس طرح کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شکار کر کے کنویں میں ڈال دی گئی تھیں لہذا ظاہر ہے کہ ان کے غائب ہونے کی وجہ سے خاندان والوں میں بلکہ پورے مدینہ منورہ میں کھلبلی، افراتفری، ہنگامہ، بے قراری اور اضطراب کا ماحول پیدا ہو گیا ہوگا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی معمولی شخص یا خاتون نہیں تھیں بلکہ حضور اقدس ﷺ کی زوجہ محترمہ ہونے کی وجہ سے ام المومنین یعنی ملت اسلامیہ کی والدہ محترمہ تھیں۔ لہذا ظاہر ہے جس کے بعد ان کا گم ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ان کے گم ہونے سے ایک ہنگامہ قائم ہو گیا ہوگا۔

- حضرت عائشہ کے گم ہونے سے مدینہ منورہ شہر کا ہر شخص تشویش اور فکر میں مبتلا ہوا ہوگا۔ آپ کی جستجو، تلاش اور آپ کے وجود مسعود کا سراغ لگانے میں ہر شخص کوشاں اور مستعد ہوگا اور وقت بڑھنے پر آپ کی جستجو اور تلاش کی تحریک حرکت میں آئی ہوگی۔

- ایسے تشویش ناک ماحول میں مہمان عائشہ کے بجائے میزبان معاویہ اگر مدینہ میں

رونما ہوں تو کیا لوگوں کو تعجب و حیرت نہ ہوئی ہوگی کہ دعوت کھانے کے لیے بی بی عائشہ کا تو پتہ نہیں، لیکن میزبان معاویہ نظر آ رہے ہیں۔ حضرت معاویہ جو مدینہ آئے تھے لیکن وہ کوئی معمولی شخ کے ایجان شخص نہ تھے کہ لوگ انہیں پہچانتے نہیں بلکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بادشاہ ہونے کے ثبوت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشادِ گرامی (حدیث) ذیل میں پیش خدمت ہے۔

حدیث شریف

عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "الْخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا".

حوالہ (۱) "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان"، مؤلف محمد بن حبان بن احمد بن حبان (المتوفى ۳۵۴ھ)، ناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت(لبنان)، طبع اول: ۱۹۸۸ء، جزء: ۱۵، صفحه: ۳۹۲

(۲) "المعجم الكبير"، مؤلف: سليمان بن احمد بن ايوب ابو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ)، ناشر: مكتبة ابن تيمية - القاهرة(مصر)، جلد: ۷، صفحه: ۸۳

(۳) "شرح الزرقاني على المواهب اللدنية"، مؤلف: ابو عبد الله محمد بن عبد الباقي الزرقاني المالكي (المتوفى: ۱۱۲۲ھ)، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت(لبنان)، طبع اول: ۱۹۹۶ء، جزء: ۷، صفحه: ۲۱۸

> **ترجمہ:** "حضرت سفینہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔"

حدیث شریف کی مذکورہ آگاہی (Prophecy/भविष्यवाणी) سچ ثابت ہوکر رہی کیونکہ:۔

نمبر	دورِ خلافت کی تفصیل	سال	ماہ	دن
۱	حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا عرصہ	۲	۳	۹
۲	حضرت عمر کی خلافت کا عرصہ	۱۰	۷	۱۰
۳	حضرت عثمان غنی کی خلافت کا عرصہ	۱۱	۱۱	۱۹
۴	حضرت مولیٰ علی کی خلافت کا عرصہ	۴	۸	۲۹
◈	میزان	۲۹	۷	۳

مذکورہ گنتی کے مطابق خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر سے لیکر خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کل چار (۴) خلفائے راشدین کی خلافت کا عرصہ ۲۹/ سال، ۷/ ماہ اور ۳/ دن کا ہے۔ ان کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت خلیفہ ۶/ ماہ متمکن رہے۔ سب ملا کر کل ۳۰/ سال + ۱/ ماہ + ۳/ دن تک خلافت کا زمانہ رہا۔ ۴۱ھ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امورِ خلافت سے دست برداری اور علیحدگی اختیار فرمائی اور ۴۱ھ ماہِ ربیع الاول میں تختِ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمادیا اور تب سے حضرت امیر معاویہ کی حکومت کا آغاز ہوا اور آپ اسلام کے پہلے بادشاہ کی

مشہور ہے کہ ان کی ... جیسا کہ ... حضور اقدس ... عالم ماکان

عالم ماکان وما یکون ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ... ارشاد فرمایا: "معاویہ! ... بادشاہ ہو جاؤ تو ... سے اچھا سلوک کرنا۔"

(حوالہ: "تاریخ الخلفاء" مصنف امام جلال الدین سیوطی ... (اردو ترجمہ) ... صفحہ ۲۰۵)

[■] اب ہم پھر ایک مرتبہ ... کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

◆ حضرت امیر معاویہ "بادشاہ وقت" تھے۔ ... شخص آپ کو جانتا اور پہچانتا تھا۔ ایسی صورت میں وہ حضرت عائشہ کو قتل کرنے ... ایک اہم شخص کی حیثیت سے پوشیدہ اور گمنام نہیں رہتے تھے

◆ کیا مدینہ طیبہ میں کسی بھی شخص نے ان سے حضرت عائشہ کے متعلق تفتیش کرنے کو پوچھا نہیں کہ حضرت عائشہ کہاں ہیں؟

◆ جو حضرت عائشہ کے خاندان، ... معاونین اور متعلقین کو ذرہ برابر بھی حضرت امیر معاویہ کے متعلق شک وشبہ پیدا ہوتا، تو کیا حضرت امیر معاویہ صحیح وسلامت زندہ رہ سکتے تھے؟

"بعید و مجرم بحر امتہ = ایک اہم سوال"

◆ شیعہ فرقہ کے ماہر کذب و دروغ مصنف یعنی گپ کورا توپچی (Gunner) یعنی غیاث الدین ابن ہمام الدین نے اپنی کتاب "حبیب السیر" میں گپ کورا چھوڑ کر لکھ دیا کہ حضرت امیر معاویہ نے سازش کر کے حضرت عائشہ کو کنویں میں دھکیل دیا اور کنواں چونے سے بھر دیا۔

- جس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ چونے سے بھرا ہوا کنواں "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر یعنی مزار شریف بن گیا۔
- لیکن تاریخ کے اوراق اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں کہ ام المومنین، محبوبہ محبوب رب العالمین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مقدس آرام گاہ (مزار شریف) مدینہ طیبہ کے عالمی شہرت یافتہ قبرستان "جنت البقیع" میں ہے۔
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک تربت جنت البقیع قبرستان میں ہے، اس کا ثبوت کتب احادیث، کتب سیر وتواریخ اور ملت اسلامیہ کی متعدد کتب معتبرہ، معتمدہ اور مستندہ میں موجود ہے۔ ان کا ایک حوالہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ ثبوت قاہرہ و باہرہ شیعہ فرقہ کے غیر ذمہ دار اور کجی داس مصنف کے خود ساختہ واقعہ کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر انوار شہر مدینہ منورہ کے مقدس قبرستان جنت البقیع میں ہونے کے ثبوت میں ملت اسلامیہ کے عظیم مصنف علامہ ابن کثیر کی معتمد، مستند، معتبر کتاب "البدایہ والنہایہ" کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"وَقَدْ كَانَتْ وَفَاتُهَا فِي هَذَا الْعَامِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَخَمْسِينَ، وَقِيلَ قَبْلَهُ بِسَنَةٍ، وَقِيلَ بَعْدَهُ بِسَنَةٍ، وَالْمَشْهُورُ فِي رَمَضَانَ مِنْهُ وَقِيلَ فِي شَوَّالٍ، وَالْأَشْهَرُ لَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ السَّابِعَ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ، وَأَوْصَتْ أَنْ تُدْفَنَ بِالْبَقِيعِ لَيْلًا، وَصَلَّى عَلَيْهَا أَبُو هُرَيْرَةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْوِتْرِ، وَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا خَمْسَةٌ، وَهُمْ عَبْدُ

اللّٰهِ وَعُرْوَةُ ابنا الزُّبَيرِ بنِ العَوّامِ، مِن أُختِها أَسماء بِنتِ أَبي بَكرٍ، وَالقَاسِمُ وَعَبدُ اللّٰهِ ابنا أَخِيها مُحمَّدِ بنِ أَبي بَكرٍ، وَعَبدُ اللّٰهِ بنُ عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ أَبي بَكرٍ۔"

حوالہ:۔ "البداية والنهاية"، مؤلف: علامہ ابو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير المعروف بابن كثير (المتوفى: ۷۷۴ھ)، ناشر: دار الفكر، بيروت (لبنان) سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، جزء: ۸، صفحہ: ۹۳

ترجمہ:۔ "اور آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی، بعض لوگوں کے مطابق ۵۷ھ اور بعض کے مطابق ۵۹ھ میں ہوئی اور مشہور ماہ رمضان ۵۸ھ ہے، ماہ شوال کا بھی قول ہے۔ اور جو سب سے زیادہ مشہور ہے وہ یہ کہ ۱۷ رمضان منگل کی رات تھی۔ آپ کی وصیت تھی کہ آپ کو جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کیا جائے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وتر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی قبر میں پانچ لوگ اترے۔ حضرت زبیر بن عوام کے دونوں بیٹے عبد اللہ اور عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اور یہ دونوں حضرت عائشہ کی بہن حضرت اسماء کے صاحبزادے ہیں)، اور حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابو بکر کے دونوں صاحبزادے قاسم اور عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر۔"

[illegible] ثابت ہوا۔

- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا [illegible]

- [illegible]

- آپ کو قبر میں اتارنے کے لئے آپ کے پانچ (5) محرم [illegible]

(1) [illegible] حضرت عبداللہ و حضرت عروہ [illegible] حضرت اسماء کے بیٹے [illegible] آپ کے بھانجے تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(2) آپ کے بھائی حضرت محمد بن ابوبکر کے دو (2) بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ۔ یہ دونوں شہزادے آپ کے بھتیجے ہوتے تھے۔

(3) آپ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ۔ جو آپ کے بھتیجے ہوتے تھے۔

- [illegible] کی موجودگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ یہ اس بات کی دلیل و ثبوت ہے کہ جن کو دفن کیا گیا تھا، وہ حضور اقدس ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں۔ یعنی اصلی (Original) عائشہ صدیقہ تھیں۔

- لیکن شیعہ فرقے کے دروغ گو مصنف کے قول کے مطابق تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت امیر معاویہ نے کنویں میں دفن کروا دیا تھا۔ لہٰذا صحیح کتاب "البدایہ والنہایہ" کے حوالے سے جن کا مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہونا ثابت ہے، وہ عائشہ کون؟ شیعہ جواب دیں۔
- کیونکہ شیعہ مصنف کے زعم باطل کے مطابق تو حضرت عائشہ کو حضرت امیر معاویہ نے کنویں میں دفن کر دیا تھا۔ تو اب یہ والی عائشہ کہاں سے آ گئیں؟
- کیا کنواں کھود کر لاش باہر نکال کر مدینہ لا کر دفن کیا گیا تھا؟
- کنویں سے کھود کر نکالی گئی لاش کی جسمانی حالت (Physical Condition) کیا تھی ۱۳۲۲ کلومیٹر کے دور دراز کے فاصلے پر واقع شہر دمشق سے مدینہ شریف لاش کس طرح لائی گئی؟ شیعہ مصنف کے متوسلین سے مزید گزارش ہے کہ ایمبولینس (Ambulance) یا مردہ گاڑی (शववाहिनी) کی ایک نئی گپ لگانے کی جرأت مت کرنا۔
- یقین کامل کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال پہلے میت (Dead Body) کو ایک مقام سے لے جانے کے لیے کسی قسم کی سہولت مہیا ہی نہ تھی۔ لہٰذا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کنویں سے نکال کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نعش مدینہ طیبہ نہیں لائی گئی تھی۔
- لہٰذا ثابت ہوا کہ شیعہ مصنف جس نام نہاد عائشہ کی لاش کنویں میں مدفون مانتا ہے وہ مظنون عائشہ کی لاش تو کنویں میں ہی پڑی رہی۔ تو مدینہ منورہ میں جن کو دفن کیا گیا ہے، وہ کس عائشہ کی لاش تھی؟

- معاملہ برابر کا الجھ گیا ہے۔ ایک کے بجائے دو۔دو عائشہ کی لاش کا پیچیدہ مسئلہ کھڑا ہوا ہے۔اب یہ تفتیش کر کے پتہ لگانا ہے کہ ان دونوں میں سے اصل عائشہ کون؟ اور مصنوعی کون؟
- ملت اسلامیہ کی صادق وعادل تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کے عظیم المرتبت مورخین، محققین، مصنفین، مجتہدین، مستنبطین اور ائمۂ دین کی سینکڑوں کی تعداد کی کتب معتبرہ میں کتب احادیث وسیر وتواریخ کے کثیر التعداد حوالہ جات سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے مشہور ومعروف قبرستان "جنت البقیع" میں جن کو دفن کیا گیا ہے وہی عائشہ اُم المومنین، محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یعنی کہ اصلی (Original) عائشہ ہی تھیں۔
- تو کیا جس کو شیعہ فرقہ کے مصنف ماہر کذب نے حضرت امیر معاویہ کے ذریعے کنویں میں دفن شدہ بتایا ہے، وہ عائشہ مصنوعی (Duplicate) تھی؟
- جواب صاف ہے کہ وہ عائشہ اصلی بھی نہ تھی اور نقلی بھی نہ تھی۔ تو پھر کون تھی؟
- شیعہ فرقہ کے کذاب مصنف کی فاسد ذہنیت کے حامل سڑے ہوئے دماغ کا طائر تھا۔ تصور میں تخیل کے اسپ دوڑا کر ایک حکایت ایسی اختراع کی کہ اپنے وہم وگمان میں ایک تیر سے دو (۲) شکار کرنے کی بیوقوفی کر کے اپنی قلبی شقاوت وعداوت کا مظاہرہ کیا ہے اور وہ یہ کہ ملت اسلامیہ کی واجب التعظیم والاحترام، عظیم المرتبت دو (۲) شخصیتوں کی شان میں توہین وگستاخی کرنے کی مذموم وقبیح حرکت کی۔ نمبر ۱: حضرت امیر معاویہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قاتل بتا کر انہیں سنگدل، ظالم، ستم گر ثابت کرنا اور نمبر ۲: حضرت عائشہ صدیقہ کو اہل بیت کی دشمن مان کر ان کا دردناک اور عبرتناک انجام بتا کر دونوں

کی شان میں ایک ساتھ توہین و گستاخی کرنے کی فاسد غرض سے ایک بناوٹی کہانی لکھ ماری۔

- شیعہ مصنف کی اس مذموم حرکت پر لکھے گئے اس تبصرہ اور دندان شکن رد سے شیعہ فرقہ کے مصنف کی بازی الٹ کر رہ گئی ہے۔ بزرگوں کے دامن تقدس پر توہین و بے ادبی کا جو کنکر پھینکا تھا، وہ کنکر پتھر کی شکل میں بازگشت اور منعطف (Refrangible) ہو کر مصنف ہی کے ماتھے سے ایسا ٹکرایا ہے کہ ماتھے میں گلٹی (Tumour) ہو گئی ہے۔

شیعہ لیٹریچر کے ڈھول کا پول

شیعہ فرقہ کے مصنفین صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں توہین و بے ادبی کرنے کی فاسد غرض سے جھوٹے واقعات اور کہانیاں گڑھ لینے میں ایسی مہارت رکھتے ہیں کہ انہیں "رئیس الکاذبین" کے لقب سے ملقب کرنا مناسب ہوگا۔ ایسی جھوٹی کہانیاں گڑھنے کا ان کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ ایسے واقعات پڑھ کر عوام المسلمین کے دلوں سے صحابۂ کرام کی عقیدت و عظمت کا جو سمندر چھلکتا ہے، اس کے جوش و خروش میں کمی واقع ہو اور ان کی اہمیت، عظمت و رفعت کا جذبہ ماند پڑ جائے۔

عوام المسلمین میں سے اکثریت کو ایسے اوٹ پٹانگ مصنوعی اور اختراعی جھوٹے واقعات کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی بلکہ کتاب کا مصنف غالی اور متعصب شیعہ ہے، یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ دور حاضر میں حالات ایسے متخلل ہو گئے ہیں کہ شیعہ مصنفین کی لکھی ہوئی ایسی توہین آمیز کتابیں "سنی لیٹریچر" کی حیثیت سے مسلم معاشرہ میں رائج کر دینے میں آ گئی ہیں۔

نم خواں اور پیشہ ورکٹ ملے ایسی کتابیں پڑھتے ہیں اور کتاب کو معتبر گمان کرکے اس میں مندرج واقعات اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں اور انجانے اور بے خبر ہوکر شیعیت کی نشرواشاعت کرتے ہیں اور گمراہیت پھیلاتے ہیں۔

ایسے چند واقعات ہم نے بلاکسی تبصرہ وتنقید کے یہاں تک بیان کیے ہیں۔البتہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنویں میں دفن کردینے کے جھوٹے واقعہ پر تبصرہ وتنقید کرکے اس جھوٹے واقعہ کے مصنف کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اس طرح کا تبصرہ وتنقید ایسے جھوٹے تمام واقعات کے ضمن میں لکھا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے میں کتاب کی ضخامت (Thickness) بہت بڑھ جائے گی۔لہذا اب کے بعد ایسے جھوٹے واقعات کی صرف نشاندہی کرتے ہوئے چند جھوٹے واقعات جو شیعہ فرقہ کے مصنفین نے گڑھے ہیں، اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں۔

حضور اقدس نے حضرت عمر کی بیٹی کو طلاق دی، تو حضرت عمر روئے اور اپنے سر پر خاک ڈالی (معاذ اللہ)

> "بی بی حفصہ اپنی تند مزاجی کی وجہ سے ازواج نبی میں خاص شہرت رکھتی تھیں اور اس سے حضور کو صدمہ ہوتا تھا۔ جناب نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ دوسری روایت میں ہے دے دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو روئے سر میں خاک بھی ڈالی۔"

حوالہ:۔ "ماتم وصحابہ" (فارسی) مصنف:۔ غلام حسین نجفی شیعہ، صفحہ نمبر:۸٦۔ حوالہ:۔ "میزان الکتب" (اردو)، مصنف:۔ شیخ الحدیث علامہ محمد علی، ناشر:۔ مکتبہ نوریہ۔ بلال گنج، لاہور (پاکستان)، صفحہ نمبر:۷۷

ملک حجاز (عربستان) میں زمانہ جاہلیت سے کافروں اور مشرکوں میں ایک رسم رائج تھی کہ مصیبت اور بری خبر سن کر بلند آواز سے رونا اور سر میں خاک ڈالنا۔ اس واقعہ کو نقل کر کے شیعہ مصنف یہ مزاج دینا چاہتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر ماضی کے کافروں اور مشرکوں کے اثرات باقی تھے۔ بری خبر سننے کی بات کہنے کے لیے ایسی گپ ماری گئی ہے کہ معاذ اللہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کی تند مزاجی اور خراب سلوک کے ذریعہ صدمہ پہنچانے کی عادت کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے انہیں طلاق دے دی۔ لہذا اپنی بیٹی کو طلاق دے دی جانے کی خبر سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار و مشرکین کا طریقہ اپناتے ہوئے روئے اور اپنے سر میں خاک ڈالی۔

"حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں بت پرست تھے" (معاذ اللہ)

تمام انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں جن کا مرتبہ سب سے اعلیٰ و اونچا ہے وہ "خَیْرُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاء" یعنی امیر المومنین، اصدق الصادقین، خلیفۃ المسلمین، امام المتقین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جس راستہ سے وہ گزر جائیں اس راستہ سے شیطان نہیں گزرتا یعنی امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے

سرد پا الزام اور شتم بشتم اتہام بلکہ مکمل طور پر بیوقوفی پر مشتمل افتراء عائد کرتے ہوئے شیعہ فرقہ کے مصنفین ومشتہرین یہاں تک کہتے اور لکھتے ہیں کہ۔

''جبتی اور عدوی یعنی دو (۲) بت ابوبکر وعمر دونوں کے تھے۔ گھر میں چھپے ہوئے ان کی پرستش کرتے تھے۔
حوالہ:۔ ''تحفۂ اثناعشریہ'' مصنف۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ المتوفی: ۱۲۳۹ھ، (اردو ترجمہ)، ناشر: اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۷۷۳ اور ۷۷۳
نوٹ:۔ ایسا ہی گھنونا اور بے بنیاد الزام شیعہ فرقہ کی جانب سے عظیم المرتبت صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی عائد کیا جاتا ہے اور ان کی شان میں توہین وگستاخی کی جاتی ہے۔ حوالہ:۔ ایضاً۔

اب آئیے! اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے شیعہ فرقہ کا ایک مزید الزام وافتراء ملاحظہ فرمائیں:۔

''قریش کے نوجوانوں کا شکار کرنے کے لیے حضرت عائشہ نے ایک پرائی لڑکی کی پرورش کرکے آراستہ کیا تھا'' (معاذ اللہ)

اردو زبان کا مشہور محاورہ ''جس کو پیلیا کی بیماری ہوتی ہے اسے ہر چیز پیلی نظر آتی ہے'' اور ''جیسا طعام ویسی ہی ڈکار'' کے مصداق بنتے ہوئے اپنی ذہنیت فاسدہ کی عکاسی

کرتے ہوئے شیعہ فرقہ کے دروغ گو مصنفین نے ایک گھنونا اور مقبوح الزام یہ بھی لگا مارا ہے کہ۔

إِنَّ عَائِشَةَ شَرَفَتْ جَارِيَةً وَقَالَتْ لَعَلَّنَا نَصِيدُ بِهَا بَعْضَ فِتْيَانِ قُرَيْشٍ یعنی عائشہ نے ایک لڑکی اپنی پالی ہوئی کو آراستہ کیا اور کہا کہ قریش کے بعض جوانوں کو اس آراستہ پیراستہ لڑکی کے ذریعہ شکار کروں گی۔" اور اس لڑکی کی محبت میں دیوانہ کروں گی تاکہ کسی کنبہ سے خواہاں سے اس کا نکاح ہو اور وہ میری تابعداری کرے۔
حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ" مصنف:۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ المتوفی: ۱۲۳۹ھ (اردو ترجمہ)، ناشر: اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۷۹۲

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!! مندرجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک پرائی لڑکی کی پرورش (Fostering) اس لیے کی تھی کہ اس لڑکی کو آراستہ پیراستہ کرکے اس لڑکی کے حسن و جمال میں قوم قریش کے بعض نوجوانوں کو مبتلا کرکے دیوانہ بنا کر ان کا شکار کیا جائے۔ کیسی گندی اور پراگندہ ذہنیت پر مشتمل الزام کسی بھی قسم کے ثبوت و حوالۂ کتاب کے بغیر ملت اسلامیہ کی محترم و معظم ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر شیعہ فرقہ کے کاذبین مصنفین کر رہے ہیں۔

"فرشتے ہر سال حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ان کی قبروں سے نکال کر شیطان کو کنکریاں مارنے کے مقام پر سولی چڑھاتے ہیں۔" (معاذ اللہ)

شیخین کریمین کے بغض و عداوت کا دل میں کھولتا ہوا لاوا نکالتے ہوئے شیعہ فرقہ کے بیوقوف مصنفین نے بغرض گستاخی ایک عبارت یہ اختراع کی ہے کہ:۔

"ہر سال موسم حج میں منیٰ میں ابوبکر و عمر کو ویسے ہی تازہ بتازہ نکالتے ہیں اور مقام رمی جمار میں دونوں کو سولی پر چڑھاتے ہیں۔"
حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۴۷۷

مذکورہ عبارت لکھتے وقت شیعہ مصنف کی عقل کا چراغ گل ہو گیا ہوگا اور دماغ میں اندھیرا چھا گیا ہوگا اور عقل کے طوطے اڑ گئے ہوں گے۔ کیونکہ ایسی بیوقوفی سے بھرپور عبارت لکھی ہے کہ حضرت عائشہ کو حضرت امیر معاویہ کے کنویں میں دھکیل دینے والے شیعہ مصنف کے بیان کردہ جھوٹے واقعہ کے رد و ابطال میں جس طرح کا تبصرہ اور تنقید لکھی گئی ہے، اس سے بھی طویل اور مفصل تبصرہ مذکورہ عبارت کے رد میں لکھا جا سکتا ہے لیکن کتاب کی ضخامت کا خوف مانع ہے۔ المختصر! توہین کی غرض سے لکھی گئی عبارت کے الفاظ "تازہ بتازہ" سے ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی "حیات ابدی" ثابت کر کے دونوں بزرگوں کی عظمت و رفعت کا پرچم لہرایا جا سکتا ہے۔

اب دل کو دو (۲) نیم کرنے والا شیعہ فرقہ کا ایک جھوٹا اور بے بنیاد الزام پڑھیں:۔

"حضرت عمر اپنے والد کی پشت سے نہ تھے۔ ولد الزنا تھے۔" (معاذ اللہ)

اپنی اندرونی کھوپڑی کا ثبوت دیتے ہوئے اور آدمیت سے گزر جانا والے محاورے پر عمل کرتے ہوئے دشمنی اور عداوت کی انتہا پر جا کر گرے ہوکر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شریف النسب پر جھوٹ اور بے بنیاد الزام عائد کرتے ہوئے شیعہ مصنف نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:۔

"عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت خطاب سے نہ تھے۔ ولد الزنا تھے۔"
حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ" اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۷۷۲

ذاتی اور نسبی تہمت عداوت اور دشمنی کی غایت درجہ بلندی (Climax) ہے۔ مخالفت میں گرفت کرنے کے لیے پکڑ نہ ملا تو بوکھلاہٹ اور بدحواسی میں نسبی (vazira) الزام پر اتر آئے۔ بغیر کسی ثبوت و گواہی کے عداوت کی آگ میں جو بھی جی میں آیا وہ لکھ دیا۔

اب قرآن مجید کی تحریف (Transposition) کے تعلق سے صحابۂ کرام، شیعہ فرقہ کا بے بنیاد و بے ثبات الزام ملاحظہ فرمائیں:۔

"عثمان بن عفان بلکہ ابوبکر و عمر نے بھی قرآن کو بدل ڈالا اور بہت سی آیتیں اور سورتیں کہ احکام و فضائل اہل بیت میں نازل ہوئی تھیں، ان کو قرآن سے گرا دیا۔ اس لیے کہ ان آیتوں و سورتوں میں اہل بیت کی اطاعت کا حکم اور ان کی مخالفت سے ممانعت اور اختیار کرنا محبت ان کی

اور بے زاری دشمنوں اور مخالفوں سے اور اُن دشمنوں کے نام اور لعن طعن کرنا اُن کو۔ یہ سب باتیں تیمیں اور شیخین (ابو بکر و عمر) اور عثمان کو نہایت شاق وگراں ہوئیں اور بعض فضائل اہل بیت کے ایسے مذکور تھے۔ جس سے اُن کے حسد کی رگ جنبش میں آئی، سب موقوف کر دیا۔"
حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۱۷، ۱۹۳، اور ۲۷۷

شیعہ فرقہ کا یہ نظریہ اور عقیدہ سراسر قرآن مجید کے ارشاد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ ایسی بے مثل و مثال کتاب ہے کہ جس کی حفاظت خود اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ لہذا قرآن مجید سے پوری سورت یا آیت یا لفظ یا حرف حذف کر دینا یعنی نکال دینا تو دور کی بات ہے بلکہ قرآن مجید کا ایک لفظ یا حرف اپنی اصلی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا۔ اسی لیے پوری دنیا کے لوگ جمع ہو کر بھی قرآن مجید کے ایک لفظ کو حذف کر دینا یا اس کی جگہ سے ہٹا دینا یا الٹ سلٹ کرنا انجام نہیں دے سکتے کیونکہ:۔

قرآن شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

"اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ"
(قرآن شریف، پارہ نمبر: ۱۴، سورۃ الحجر، آیت نمبر: ۹)
ترجمہ:۔ "بیشک! ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔" (کنزالایمان)

تفسیر:۔ ''تحریف وتبدیل اور زیادتی وکمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ تمام جن وانس اور ساری مخلوق کے مقدور میں نہیں کہ ایک حرف کی کمی۔بیشی کریں یا تغییر وتبدیل کرسکیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف کی ہے۔ دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسر نہیں''

(حوالہ:۔ ''تفسیر خزائن العرفان'' مفسر:۔ صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی۔ صفحہ نمبر:۳۱۹)

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے ترجمہ اور تفسیر سے ثابت ہے کہ قرآن شریف میں سے ایک حرف کی کمی۔بیشی تحریف وتبدیل پوری مخلوق کے لئے محال وناممکن ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن شریف کو ہی حاصل ہے اور کسی بھی کتاب کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

اس کے باوجود بھی شیعہ فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کی ایسی آیات اور سورتیں کہ جن میں اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف وتوصیف عظمت ورفعت، اہمیت وخصوصیت، شان وشوکت اور قدر ومنزلت کا بیان ہے، ان تمام آیات اور سورتوں کو صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے ثلاثہ نے مل کر قرآن مجید سے نکال دیا ہے۔ شیعہ فرقہ کا یہ عقیدہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔

شیعہ فرقہ کا بنیادی اصول نمبر:۳

”صحابۂ کرام اہل بیت کے دشمن تھے اور انہوں نے اہل بیت کے ساتھ ناانصافی اور ظلم و ستم کیے ہیں“

شیعہ فرقہ کے ناشرین نے نشر و اشاعت کے بنیادی اصول نمبر:۲ کے ذریعہ لوگوں کے دماغ میں ایسا ٹھسا دیا کہ تمام کے تمام صحابۂ کرام ضدی، لالچی، تند مزاج، ناانصاف، ظالم، نا اہل، جاہل، جھگڑالو اور انتقام کا جذبہ رکھنے والے متعصب ذہنیت رکھنے والے تھے۔ اتنا ٹھسا دینے کے بعد اب بنیادی اصول نمبر:۳ شروع کیا کہ تمام صحابہ اہل بیت اور بالخصوص حضرت علی کے دشمن اور بغض و حسد رکھنے والے تھے۔ قرآن و حدیث میں اہل بیت کی جو فضیلت و عظمت بیان کی گئی ہے، وہ ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ حسد کی آگ میں جلتے تھے اور موقعہ ملتے ہی اپنی دشمنی اور بغض و عداوت کا زہر اگل کر اہل بیت کے ساتھ ناانصافی اور ناقابل برداشت ظلم و ستم ڈھانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

مذکورہ بنیادی اصول نمبر:۳ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے شیعہ فرقہ کے مصنفین اور مبلغین و واعظین نے متعدد جھوٹی اور بناوٹی احادیث و حکایات، سراسر کذب و دروغ پر مشتمل واقعات و حوادث اختراع کرے اور پھر اس میں مرچ مسالہ ملا ملا کر، رو رو کر، سینہ کوٹ کوٹ کر، سر پیٹ پیٹ کر غم و ماتم کے انداز میں ناٹک رچا کر لوگوں کے سامنے پیش کیے اور لوگوں کے ایسے کان بھرے کہ صرف پانچ یا سات صحابہ کے علاوہ پوری جماعت صحابہ اہل بیت کی دشمن اور بغض و عداوت رکھنے والی تھی۔ شیعہ فرقہ کے شعلہ بار مقررین اور سحر بیان واعظین و سحر طراز خطباء نے اپنی سحر آمیز تقریروں سے لوگوں کو متاثر و مسحور کر کے ان کے دلوں میں صحابۂ کرام کے لیے نفرت،

کراہت، دشمن، بیزاری، غصہ، خفگی، برہمی، ناراضی، عتاب اور رنج والم کا جذبہ پیدا کیا اور بے ادبی کا شعلہ بھڑکایا اور اس پر اہل بیت کی محبت کا آتش گیر (Inflammable) ایندھن ڈال کر صحابۂ کرام کے خلاف جذبۂ انتقام کا ماحول قائم کیا اور لوگوں کو اس قدر ورغلایا اور بہکایا کہ حقیقت سے نا آشنا ہو کر اور سچ و جھوٹ کی تمیز کیے بغیر لوگ بدگمانی اور سوئے ظن کا شکار ہو گئے اور ایسی فاسد ذہنیت میں مبتلا ہو گئے کہ اہل بیت کے دشمن کا دوسرا نام صحابہ ہے (معاذ اللہ)۔ لوگوں کو بدگمانی کی نے سے مخمور کر کے انہیں لڑکھڑا کر، ڈگمگا کر، پھسلا کر اور لڑھکا کر ایسا بہکایا کہ وہ جانے انجانے میں شیعہ فرقہ کے مطیع و متبع بن کر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں بے ادبی، گستاخی اور توہین کرنے لگے۔

شیعہ فرقہ نے اپنے بنیادی اصول نمبر ۳ کے ضمن میں جھوٹی باتیں اور بناوٹی و من گھڑت واقعات کی وہ بہتات و کثرت کی کہ سننے والے کا دماغ سن و بے حس ہو جائے اور سچ و جھوٹ کے درمیان امتیاز کرنے سے عاجز و قاصر ہو جائے۔ ان جھوٹے الزامات میں سے سب سے بڑا الزام "باغ فدک" کا معاملہ ہے۔

"شیخین کریمین پر باغ فدک غصب کرنے کا الزام"

مدینہ طیبہ کے قریب واقع ایک مقام جس کا نام "فدک" (Fidak) ہے وہاں پر حضور اقدس ﷺ کی زمین تھی، جس میں ایک لگایا ہوا باغ تھا۔ وہ باغ لوگوں میں "باغ فدک" کے نام سے مشہور تھا۔ شیعہ فرقہ کا حضرات شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہ الزام ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد یہ باغ صرف خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذاتی

ملکیت میں تھا۔ لیکن شیخین کریمین نے ناانصافی اور ظلم وستم کرتے ہوئے حضرت فاطمہ کو "باغ فدک" نہیں دیا۔ شہزادی رسول کا حق مار کر وہ زمین غصب کر لی اور کھا گئے۔ شیعہ فرقہ کے واعظین اپنی تقریروں میں باغ فدک کا معاملہ خوب اچھالتے ہیں اور بڑی چیخ و پکار کے ساتھ روتے ہوئے اہل بیت پر صحابہ کرام کے ظلم وستم کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ باغ فدک کی زمین سے خاتون جنت حضرت فاطمہ کو کچھ بھی نہیں دیا اور ان کا وراثت کا حق مار کر زمین غصب کر لی اور اہل بیت پر ظلم وستم کرتے ہوئے ناانصافی کی اور باپ کی زمین سے بیٹی کو محروم کر دیا۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

"ابوبکر نے فاطمہ کو ان کے باپ کے ترکہ سے ورثہ نہ دیا۔ پس فاطمہ نے کہا اے ابن ابی قحافہ! تو تو اپنے باپ سے میراث پائے اور میں اپنے باپ سے میراث نہ پاؤں، یہ کونسا انصاف ہے؟"
حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۵۶۸

اس الزام کا شیعہ فرقہ کے ناشرین اپنے بنیادی اصول نمبر:۳ کے ضمن میں سب سے اعلیٰ ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! دیکھو! صحابہ کتنے سنگدل، ظالم اور ناانصاف تھے کہ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے سگے باپ کی ملکیت سے حصہ نہ دیا۔ خلیفہ کے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باغ فدک کی زرخیز اور کثیر آمدنی دینے والی زمین غصب کر لی اور کھا گئے اور عداوت وبغض کا مظاہرہ کیا۔

الزام کا دندان شکن جواب اور باغ فدک کی تفصیل

الزام کے جواب کی ابتداء کرتے ہوئے سب سے پہلے ہم حضور اقدس ﷺ کی مقدس اولاد (Holy Progency) کی تفصیل معلوم کریں۔

نمبر	نام	جنس	کس کے بطن سے	پیدائش	وفات
۱	حضرت زینب	لڑکی	حضرت خدیجۃ الکبریٰ	۲۷ سال قبل ہجرت	۸ھ
۲	حضرت قاسم	لڑکا	" "	۲۳ سال قبل ہجرت	۲۲ سال قبل ہجرت
۳	حضرت عبداللہ "طیب" اور "طاہر" ان کے لقب تھے	لڑکا	" "	اعلان نبوت کے بعد	ڈیڑھ سال کی عمر میں
۴	حضرت رقیہ	لڑکی	" "	قبل ہجرت	۲ھ
۵	حضرت ام کلثوم	لڑکی	" "	قبل ہجرت	۹ھ
۶	حضرت ابراہیم	لڑکا	حضرت ماریہ قبطیہ	۸ھ	۱۰ھ
۷	حضرت فاطمۃ الزہراء	لڑکی	حضرت خدیجۃ الکبریٰ	۱۳ سال قبل ہجرت	حضور اقدس کے پردہ فرمانے کے ۶ ماہ بعد

نوٹ :- مندرجہ بالا خاکہ کے مطابق سات (۷) اولاد میں سے چھ (۶) اولاد کا انتقال حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے دوران ہو چکا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے جب دنیا سے پردہ فرمایا تب آپ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی حیات تھیں۔

[illegible] حضور اقدس کے پردہ فرمانے کے وقت ازواج مطہرات کی کیفیت :-

نمبر	ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی	حضور سے کب نکاح ہوا	کیفیت
۱	حضرت خدیجہ بنت خویلد	۲۸ سال قبل ہجرت	وفات
۲	حضرت سودہ بنت زمعہ	۱۳ سال قبل ہجرت	حیات
۳	حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق	۳ھ	حیات
۴	حضرت حفصہ بنت عمر فاروق اعظم	۳ھ	حیات
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ	۳ھ	وفات
۶	حضرت اُم سلمہ ہند بنت ابی امیہ مخزومی	۴ھ	حیات
۷	حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار	۵ھ	حیات
۸	حضرت زینب بنت جحش (اسدیہ)	۵ھ	حیات
۹	حضرت اُم حبیبہ بنت ابوسفیان	۷ھ	حیات
۱۰	حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب (اسرائیلیہ)	۷ھ	حیات
۱۱	حضرت میمونہ بنت حارث عامریہ ہلالیہ	۷ھ	حیات
۱۲	حضرت ماریہ بنت شمعون قبطیہ ☆	۷ھ	حیات

نوٹ :۔

نمبر ۱:۔ مندرجہ بالا خاکہ کے مطابق کل بارہ (۱۲) ازواج میں سے دو (۲) کا حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات کے دوران انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا جب آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تب کل دس (۱۰) ازواج مطہرات حیات تھیں۔

نمبر ۲:۔ زوجہ نمبر ۱۲ ☆ حضرت ماریہ قبطیہ کنیز (Slave) تھیں۔ لہذا وارث (Inheritor) میں ان کا شمار نہیں ہوگا۔

دنیا سے پردہ کرتے وقت حضور اقدس کی جائیداد :۔

حضور اقدس، مالک کونین ﷺ نے جب دنیا سے پردہ فرمایا، تب دو (۲) قسم کی جائیداد ترکہ میں چھوڑی تھیں۔

قسم اول :۔ غیر متحرک یعنی स्थावर یعنی Immovable جائیداد یعنی زمین وغیرہ۔

قسم دوم :۔ متحرک یعنی जंगम یعنی Movable جائیداد یعنی اشیاء جانور وغیرہ۔

قسم اول یعنی غیر متحرک جائیداد (Immovable Property) کی تفصیل :۔

⊙ بنی نضیر کی زمین ⊙ خیبر کی زمین ⊙ فدک کی زمین

قسم دوم یعنی متحرک جائیداد (Movable Property) کی تفصیل :۔

⊙ دراز گوش (جانور) ⊙ اسلحہ (تلوار وغیرہ) ⊙ چادر ⊙ پیراہن ⊙ روزانہ استعمال کے کپڑے۔

''زمینوں کی آمدنی کا استعمال حضور اقدس ﷺ ہمیشہ سخاوتی نیک کاموں (Charity) میں فرماتے۔''

مذکورہ تینوں زمین سے ہونے والی آمدنی کا استعمال حضور اقدس ﷺ ہمیشہ سخاوتی نیک کاموں میں فرماتے تھے۔ ان تینوں زمینوں میں سے ''فدک'' کی زمین کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔ یہ زمین ''باغ فدک'' کے نام سے پہچانی جاتی تھی۔

غیر متحرک (immovable) جائداد کی آمدنی سے حضور اقدس ﷺ

⊙ خاندان بنی ہاشم کے بے سہارا اور یتیم کو مالی امداد ⊙ غیر شادی شدہ نوجوان بچیوں کی شادی کرا دینا۔ ⊙ غریبوں اور فقیروں کی ضروریات پوری کرنا۔ ⊙ ازواج مطہرات کے گھریلو و معاشی اخراجات پورے کرنا۔ ⊙ جن مجاہدین لشکر اسلام کے پاس آلات جنگ نہیں ہوتے تھے، انہیں جنگی آلات و اسلحہ دلا دینا۔ ⊙ مسلمانوں کی بھلائی، بہبود اور بہتری کے کام کے لیے راہ خدا میں خرچ کرنا۔ ⊙ علاوہ ازیں کار خیر اور دین کی ضروریات کے اہم کاموں کے لیے خرچ کرنا ہمیشہ کا طریقہ اور دستور رائج تھا۔ یہ سلسلہ حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات کے دوران دائمی طور پر جاری رہا۔

غیر متحرک جائداد کے تعلق سے ''سنن ابی داؤد'' کی حدیث میں مروی ہے کہ:۔

> ''حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ میں ایسے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں نہ لوں گا، جس سے رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منع فرمایا تھا اور اس میں میرا کوئی حق نہیں۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے حضور کی ظاہری حیات میں زمانہ میں مانگا تھا اور حضور اکرم نے انہیں عطا نہیں فرمایا تھا۔''
>
> (حوالہ: ''مدارج النبوۃ''۔ مصنف:۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ اردو ترجمہ۔ جلد نمبر:۲۔ صفحہ نمبر:۶۱۱)

▣ "مدارج النبوۃ" کی مندرجہ بالا عبارت کی تائید میں "سنن ابی داؤد" کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَنِي مَرْوَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَتْ لَهُ فَدَكُ، فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُودُ مِنْهَا عَلَى صَغِيرِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيُزَوِّجُ مِنْهَا أَيِّمَهُمْ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى، فَكَانَتْ كَذَلِكَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَيَاتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلِيَ عُمَرُ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، ثُمَّ أَقْطَعَهَا مَرْوَانُ، ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ رضی الله تعالیٰ عنها، لَيْسَ لِي بِحَقٍّ، وَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْنِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حوالہ: "سنن ابی داود"، مؤلف: امام أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)، ناشر: المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، جزء: ٣صفحه: ١٤٤

مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ ذیل میں پیش خدمت ہے:۔

ترجمہ:۔

’’حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو بنو مروان کو جمع کر کے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کے واسطے فدک تھا لہذا آپ اس سے خرچ فرماتے، بنی ہاشم کے چھوٹے بچوں کو اس سے عنایت فرماتے اور غیر شادی شدہ عورتوں کی اس سے شادی کراتے۔ حضرت فاطمہ نے آپ سے اسے اپنے لئے مانگا تو آپ نے انکار فرمادیا۔ یہ سلسلہ حضور اکرم کی مکمل زندگی چلتا یہاں تک آپ اس ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو فدک میں آپ نے وہی معاملہ کیا جو حضور اکرم ﷺ کا رہا یہاں تک آپ بھی اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ جب حضرت عمر نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو آپ نے بھی فدک کے معاملہ میں وہی راہ اپنائی جو دونوں گزشتہ صاحبوں نے اپنائی تھی یہاں تک کہ آپ بھی اس جہاں سے کوچ کر گئے۔ پھر مروان نے اس کو اپنی جاگیر میں لیا پھر وہ عمر بن عبدالعزیز کی تحویل میں آگیا۔ لہذا میں نے غور وفکر کیا کہ جس شئی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو منع فرمادیا تو اس میں میرا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ اور میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اسی دستور پر پھیر دیا جیسا وہ عہد رسالت میں تھا۔‘‘

''حضور اقدس کے بعد غیر متحرک جائداد حضرت صدیق اکبر کی تحویل میں آئی اور آپ جائداد کے ٹرسٹی (Trustee) بنے''

حضور اقدس ﷺ کی تینوں غیر متحرک جائداد (स्थावर मिल्कत) آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ و اختیار میں آئیں اور آپ تینوں جائداد کے یعنی ⊙ بنی نضیر کی زمین ⊙ خیبر کی زمین اور ⊙ باغ فدک کی زمین کے امانت دار اور ٹرسٹی (Trustee) بنے۔ حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات میں ان جائداد کا استعمال لوگوں کی بھلائی کے لیے گویا کہ ''وقف پراپرٹی'' کی حیثیت سے ہوا۔ جب حضرت صدیق اکبر ٹرسٹی بنے تو انہوں نے بھی وہی طریقہ اپنایا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ نے ان سے اپنے والد کی جائداد سے حصہ مانگا، تو آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ نبی کی جائداد ورثاء میں تقسیم نہیں ہو سکتی، ایسا حدیث میں فرمان نبی ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:۔

> ''حدیث پاک میں مروی ہے انا معشر الانبیاء لانرث ولانورث ماترکناہ صدقۃ. ہم گروہ انبیاء وہ ہیں جو نہ کسی کی میراث لیتے ہیں اور نہ ہماری کوئی میراث کوئی لیتا ہے، جو کچھ ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہے اور مدہ جو کچھ کہ حضور اکرم ﷺ نے بعد وصال چھوڑا۔ ایک دراز گوش، اسلحہ، قمیص مبارک، چادر شریف اور اسی قسم کے کچھ اور لباس اور بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمین تھی جو حضور اکرم ﷺ کے لئے خاص تھی۔ اور اس سے ازواج مطہرات کے نفقہ، اور مسلمانوں، فقراء و مساکین کی

ضروریات میں جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں آتے تھے خرچ فرماتے
تھے۔ جب حضور اکرم اس جہاں سے تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ
حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لائیں اور میراث طلب فرمائی۔ حضرت
ابوبکر صدیق نے میراث نہ دی۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
کہ جب آپ انتقال فرمائیں گے تو کون آپ کا وارث ہوگا۔ فرمایا میری
اہل و اولاد۔ اس پر فرمایا "پھر کیا بات ہے کہ میں اپنے والد کی میراث کی
وارث نہ ہوں۔" حضرت صدیق نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ
سے سنا ہے کہ فرمایا ہماری میراث نہ ہوگی۔ لیکن میں حضور اکرم کا خلیفہ
ہوں اور ہر اس شخص کی عیالداری کروں گا جس کی رسول اللہ ﷺ
عیالداری فرماتے تھے اور میں ان اموال کو جو حضور اکرم نے چھوڑا ہے
اس جگہ پر خرچ کروں گا جہاں رسول اللہ ﷺ اپنے عیال اور
مسلمانوں کے حوائج و ضروریات وغیرہ پر خرچ کرتے تھے۔"

حوالہ: "مدارج النبوۃ" (مترجم) مصنف:۔ شیخ محقق، حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی، المتوفی: ۱۰۵۲ھ، ناشر: ادبی دنیا (دہلی)،
جلد: ۲، صفحہ: ۷۵۶ اور ۷۵۷

"حضرت فاطمہ کو ناراض کرنے کا حضرت ابوبکر پر شیعہ فرقہ کا جھوٹا الزام"

"باغ فدک" کے معاملہ کے ضمن میں شیعہ فرقہ کے ناشرین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "دشمن اہل بیت" ثابت کرنے کے لیے اپنی کتابوں میں قلم کی ناک ٹوٹ جائے اور تقریروں میں گلا پھٹ جائے وہاں تک چیخ و پکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

"ابوبکر نے "فدک" فاطمہ کو نہ دیا، ہر چند کہ پیغمبر ﷺ نے ہبہ کیا تھا۔ اور دعویٰ حضرت فاطمہ کا نہ سنا اور گواہ شاہد طلب کئے۔ آپ حضرت علی اور اُمِّ ایمن کو گواہی کے واسطے لائیں لیکن انہوں نے کہا کہ ایک عورت ایک مرد کی گواہی کافی نہیں ہے بلکہ ایک عورت اور چاہیے۔ حضرت فاطمہ نہایت غصہ ہوئیں اور بولنا چھوڑ دیا۔ حالانکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا "مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ" (جس نے فاطمہ کو غصہ دلایا مجھ کو غصہ دلایا)
حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ (اردو ترجمہ) صفحہ نمبر: ۵۷۵
نوٹ:۔ ہبہ = عنایت کرنا۔ (حوالہ:۔ "فیروز اللغات" صفحہ نمبر: ۱۴۳۶)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "اہل بیت کا دشمن" ثابت کرنے کے ثبوت میں شیعہ فرقہ نے مندرجہ بالا کہانی گڑھ نکالی ہے۔ ملت اسلامیہ کی کسی بھی معتبر کتاب میں کہیں بھی ایسا لکھا ہوا نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باغ فدک کے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں یہ زمین مجھ کو عطا فرمادی تھی۔"

اور اپنے دعویٰ کے گواہ کی حیثیت سے حضرت علی اور حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیش کیا تھا۔

مذکورہ واقعہ بالکل جھوٹا، من گھڑت، شرمناک اور افتراء ہی ہے۔ شیعہ فرقہ کے لوگ "محبت علی" اور "محبت فاطمہ" کا صرف جھوٹا دعویٰ ہی کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی عداوت اور بغض میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دامن مقدس پر کذب و دروغ کا کیچڑ اچھالنے کی مذموم حرکت کرتے ہیں۔ کیا خاتون جنت جیسی مقدس ذات گرامی دنیوی زمین کے ہبہ کا جھوٹا دعویٰ کر سکتی ہے؟ کیا ایسے جھوٹے دعوے میں حضرت علی بناوٹی گواہ کی حیثیت بھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دنیوی جائداد کی طمع اور لالچ میں خاتون جنت پر ہبہ کا جھوٹا دعویٰ کرنے کا الزام لگا کر شیعہ فرقہ اپنی اصلیت ظاہر کرتا ہے کہ "کہنا کچھ اور کرنا کچھ"

البتہ...... خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم ﷺ کی جائداد سے "حصہ" طلب فرمایا تھا اور والد کی ملک سے شہزادی اپنا حق وراثت طلب کرے اس میں کچھ بھی غلط یا خرابی نہیں لیکن اس جنتی شہزادی کے والد ماجد اور غیر کے والد میں اتنا فرق کہ تمام جنس انسان متحد ہو کر بھی اس شہزادی کے والد کے مقابلہ میں حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ دیگر افراد کے آباؤ اجداد کی ملک بحیثیت وراثت ورثاء میں تقسیم کی جا سکتی ہے، ان کی بیوگان (Widow/bewa) نکاح ثانی کر سکتی ہیں لیکن حضور اقدس ﷺ کی جائداد بطور وراثت تقسیم نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات نکاح ثانی نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ حرام ہے۔ قرآن شریف میں نبی کی زوجہ کو کسی غیر سے نکاح ثانی کی سخت اور دائمی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا

(پارہ:۲۲،سورہ احزاب،آیت نمبر:۵۳)

ترجمہ: "اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔" (کنزالایمان)

تفسیر

(۱) اجمع العلماء قاطبة علی أنّ من توفّی عنها رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من ازواجہ انہ یحرم علی غیرہ تزوجھا من بعدہ، لأنھنّ أزواجہ فی الدّنیا والآخرۃ وأمّھات المؤمنین

حوالہ: "تفسیر القرآن العظیم" (المعروف بتفسیر ابن کثیر)،مؤلف: أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر البصری ثم الدمشقی (المتوفی:۷۷۴ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت(لبنان)، جلد:۶، صفحہ: ۴۰۳

ترجمہ: "تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن ازواج مطہرات کو چھوڑ کر نبی کریم ﷺ اس ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے، ان سے کسی بھی شخص کا شادی کرنا حرام ہے، کیونکہ وہ دنیا و آخرت میں حضور ﷺ کی ازواج ہیں اور مومنین کی مائیں ہیں۔"

(۳) "جس عورت سے حضور ﷺ نے عقد فرمایا، وہ حضور کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ اسی طرح وہ کنیزیں جو باریاب خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز ہوئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔"

حوالہ: "تفسیر خزائن العرفان"، مفسر: صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی (المتوفی: ۱۳۶۷ھ)۔ اوپر مذکور سورۂ احزاب کی آیت نمبر: ۵۳ کی تفسیر کے تحت

"نبی کا ترکہ تقسیم نہ ہونے کی حدیث"

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ

حوالہ:

(۱) "صحیح البخاری"، مؤلف: امام محمد بن إسماعیل أبو عبدالله البخاری الجعفی (المتوفی: ۲۵۶)، ناشر: دار طوق النجاة (مصر)، طبع اول: ۱۴۲۲ھ، جزء: ۵، صفحہ: ۱۳۹

(۲) "مسند الإمام أحمد بن حنبل"، مؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال الشیبانی (المتوفی: ۲۴۱ھ)، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اول: ۱۴۲۱ھ، جزء: ۱۲، صفحہ: ۴۷

(۳) "المعجم الأوسط"، مؤلف: سليمان بن احمد بن ايوب امام أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ۳۶۰ھ)، ناشر: دار الحرمين -القاهرة(مصر)،جزء: ۵، صفحہ: ۲۶

(۴) "كنز العمال"، مؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الهندي البرهانفوري (المتوفى: ۹۷۵ھ)، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع خامس: ۱۴۰۱ھ،جزء: ۱۲، صفحہ: ۴۸۸

ترجمہ: "حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہماری وراثت تقسیم نہیں کی جاتی ہے، جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے۔"

اس حدیث شریف کے ضمن میں تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، مستنبطین، مجددین، محدثین، محققین، ائمہ کرام، علماء عظام، صوفیاء، صلحاء اور ملت اسلامیہ کے عظیم المرتبت مفتیان کرام اس بات پر متحد و متفق ہیں کہ انبیاء کرام دنیا سے پردہ کرتے وقت جو کچھ بھی ترکہ چھوڑ جائیں، وہ نبی کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگا، کیونکہ وہ صدقہ ہے۔

▣ حل لغت:۔

⊙ صدقہ = خیرات، وہ چیز جو خدا کے نام پر دی جائے۔ (فیروز اللغات۔صفحہ نمبر: ۸۶۱)

⊙ صدقہ = Sacrifice, Welfare (انگریزی۔اردو۔انگریزی لغت از عبد الحق۔صفحہ نمبر: ۹۹۲)

⊙ Sacrifice = بھینٹ، ہدیہ۔قربانی، چڑھاوا (حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر: ۵۰۸)

⊙ Welfare = خیرات، بہبود یعنی بہتری، نفع (حوالہ:۔ایضاً۔صفحہ نمبر: ۶۱۷)

مندرجہ بالا حدیث شریف اور حدیث میں وارد لفظ ''صدقہ'' کے معنی و مطلب کے تعلق سے مختلف لغات کے حوالاجات اور تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ حضور اقدس اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ترکہ جو مال اور ملکیت کی حیثیت سے ہے، وہ وراثت کے حقوق کے مطابق ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مال وملکیت بطور صدقہ راہ خدا میں لوگوں کی بھلائی اور بہبود کے کاموں میں خرچ ہوگا۔ شریعت کا یہ حتمی اٹل اور دائمی (Everlasting) قانون ہے۔

''مذکورہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابو بکر نے حضور اقدس کا ترکہ ورثاء میں تقسیم کرنے سے انکار فرمایا تھا''

شیعہ فرقہ کی یہ خصلت وعادت ہے کہ وہ کسی نہ کسی بہانے صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفاء ثلثہ کو بدنام کرنے کی فاسد غرض سے ''باغ فدک'' کے تعلق سے اشتعال انگیز ہنگامہ مچا کر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''دشمن اہل بیت'' ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کو مشتعل کرتے ہیں، بھڑکاتے ہیں کہ دیکھو! کتنے بڑے ظالم، ناانصاف اور ستم گزار تھے کہ خاتون جنت، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کے باپ کی جائداد سے حصہ دینے سے انکار کردیا۔ حضور اقدس ﷺ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا جب آپ کی اولاد میں سے صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراء ہی حیات تھیں۔ باقی کی تمام اولاد حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات میں ہی اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں۔ صرف ایک شہزادی حضرت فاطمہ ہی حیات تھیں۔ نبی سے محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضرت ابو بکر کو از خود عمل کر تمام کی تمام نبی کی جائداد یتیم اور معصوم شہزادی کے قدموں میں پیش کردینی چاہیے۔

اس کے بجائے حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے جائداد کا ورثہ مانگا تو اہل بیت کے دشمن ابوبکر نے شہزادی رسول کو ورثہ دینے سے انکار کرکے ظلم و ستم کیا ہے۔ الغرض شیعہ فرقہ کا تبرا باز خطیب مقرر و واعظ، سینہ اور سر پیٹ کر اہل بیت کی محبت کے نام پر مشتعل کرتا ہے اور عوام المسلمین کو حضرت ابوبکر صدیق سے بدگمان کرکے ان کی توہین اور گستاخی پر ابھارتا ہے۔ اہل بیت کی محبت کا ناٹک کرکے درحقیقت عداوتِ صحابہ کا زہر اگلنا شیعہ فرقہ کا شیوا اور دستور ہے۔ نبی کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ اس تعلق سے گزشتہ صفحات میں صحیح بخاری، المعجم الاوسط اور کنز العمال کے حوالے سے جو حدیث شریف پیش کی ہے، اس کی تائید اور توثیق میں حدیث شریف کی معتبر کتاب صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور موطا امام مالک کے حوالہ سے مزید ایک حدیث شریف ناظرین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

"عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَيَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ عَائِشَةُ لَهُنَّ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ"

حوالہ (۱) "صحیح مسلم"، مؤلف: امام مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری (المتوفی ۲۶۱ھ)، ناشر: دار إحیاء التراث العربی بیروت، جزء: ۳، صفحہ: ۱۳۷۹

[illegible]

ترجمہ: حضرت عروہ سے مروی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ازواج مطہرات نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ حضرت عثمان حضرت ابوبکر سے ازواج مطہرات کے لیے حضور ﷺ کی میراث سے ان کی وراثت مانگیں۔ حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہم میراث نہیں چھوڑتے، جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے۔"

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی جائیداد میں تمام ازواج مطہرات کا بھی وراثتی حق ہوتا تو لیکن تمام ازواج میں حضرت عائشہ صدیقہ علم حدیث زیادہ جانتی تھیں۔ تمام ازواج اپنا ورثہ حاصل کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی کے توسط اور سفارش سے امیر المومنین حضرت صدیق اکبر کی بارگاہ میں درخواست کرنے کی سوچ رہی تھیں۔ جب

حضرت عائشہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ازواج مطہرات کو ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے ترکہ سے ورثہ حاصل کرنے کی کوشش مت کرو، کیونکہ نبی کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا۔ نبی جو بھی ترکہ چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہے۔

ثابت ہوا کہ "باغ فدک" اور دیگر جائداد میں صرف حضرت فاطمہ ہی وراثت کی اکیلی ہی حقدار نہ تھیں بلکہ تمام ازواج مطہرات بھی حقدار تھیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایک اور وارث بھی حقدار تھے اور وہ حضور اقدس، جان عالم ﷺ کے حقیقی چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

شریعت مطہرہ کے اہل قوانین کے مطابق انتقال کرنے والے مرحوم کے مال وجائداد سے مرحوم کے ورثاء کو کیا حصہ ملے گا؟ اس کے قوانین وضوابط طے کیے گئے ہیں۔ یہ قوانین صرف امتی کے لیے ہی نافذ کیے گئے ہیں۔ تمام انبیاء کرام ان قوانین سے مستثنیٰ (Exempt) ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق "اَلنَّبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ" یعنی "اللہ کے نبی زندہ ہیں" لہٰذا ورثہ مرنے والے کا ملتا ہے۔ زندہ کا نہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے انبیاء کرام حیات (زندہ) ہیں، تو میت یعنی مرنے والے کے مال کی طرح ان کا مال تقسیم نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں ان کی ازواج مطہرات بھی نکاح ثانی یعنی نکاح بیوہ کا ارتکاب نہیں کرسکتیں۔ یقیناً شریعت کے قانون کے مطابق جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو، وہ موت کی عدت گزارنے کے بعد نکاح کرسکتی ہے لیکن انبیاء کرام کی حیات "حیات ابدی" ہونے کی وجہ سے وہ زندہ ہیں، اور ان کی ازواج ان کے نکاح میں ہیں اور زندہ شخص کی منکوحہ کسی اور سے شادی نہیں کرسکتی۔

اس مسئلہ کو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہل سنت، شیخ الاسلام

والمسلمین امام احمد رضا خان محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت ہی آسان طریقے سے

اپنے نعتیہ دیوان میں اس طرح سمجھایا ہے کہ:۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے	⟷	مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات	⟷	مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ اُن کا	⟷	جسم پُر نور بھی روحانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح	⟷	اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حیّ ابدی ان کو رضا	⟷	صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

(حوالہ:۔ "حدائق بخشش" مطبوعہ: مرکز اہل سنت برکات رضا۔ حصہ نمبر:۲، صفحہ نمبر:۹۳)

حضور اقدس ﷺ کے مال۔ملکیت سے کسی کو ورثہ یا حصہ ملے، یہ سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔لیکن اگر بالفرض جو آپ کے ترکہ میں وراثت جاری ہو تو حسب ذیل کیفیت ہو:۔

حضور اقدس ﷺ کے ورثاء

نمبر	اسمائے گرامی ورثاء	حضور اقدس سے رشتہ	کتنا ملے؟
1	حضرت عباس بن عبد المطلب	حقیقی چچا	37.5%
۲	حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء	شہزادی (بیٹی)	50.0%
۳	۹/حیات ازواج مطہرات	زوجات	12.5%
	رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین	Total ⟵	100%

اگر بالفرض جو حضور اقدس ﷺ کے ترکہ میں وراثت جاری ہو، تو حضرت فاطمہ کا

حصہ تو ۵۰ افیصد تھا۔ باقی کے ۵۰ افیصد میں حضرت عباس اور ازواج مطہرات کا حق ہوتا ہے۔ تو پھر شیعہ فرقہ کے لوگ رونے کا تار باندھ کر کیوں ہنگامہ مچاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادی رسول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مارا ہے۔ باغ فدک اور دیگر زمینیں غصب کر کے اہل بیت کی عداوت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جن حضرت ابو بکر صدیق کو اہل بیت کا کٹر عدو اور باغ فدک کی زمین کا غصب کرنے کا مجرم خاص قرار دے کر گستاخی و تبرا کیا جاتا ہے، حضرت فاطمہ کے ساتھ ناانصافی کر کے ظلم وستم ڈھایا گیا ہے، ایسا الزام عائد کیا جاتا ہے اور سینہ کوٹ کوٹ کر شیعہ لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ کا حق مارا ہے۔ وراثت جاری نہیں کی۔ ایسے شیعہ افترا پردازوں کو جواب میں صرف یہی کہنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ترکے سے کسی کو بھی حصہ نہ دے کر اگر حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ کا حق مارا ہے، تو ساتھ میں دیگر دس (۱۰) افراد کا بھی حق مارا ہے اور جن دس (۱۰) افراد کا حق مارا گیا ہے، ان میں خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل ہیں۔ تو شیعہ لوگ یہ کیوں نہیں کہتے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے ساتھ ساتھ خود کی بیٹی حضرت عائشہ کا بھی حق مارا ہے۔

- ایک اہم حوالہ پیش خدمت ہے:۔

> "جواب اس طعن کا یہ ہے کہ ابو بکر نے جو منع میراث کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا، محض بسبب سننے اس نص پیغمبر ﷺ کے تھا کہ آں حضرت ﷺ سے سنی تھی نہ کہ بسبب عداوت وبغض فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے، اس دلیل سے کہ اگر میراث ٹھہرتی تو ازواج مطہرات کو

بھی تو بغض سے مبرا تھا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بھی ازواج سے تھیں، پس اگر ابوبکر کو فاطمہ سے بغض وعداوت تھی تو ازواج مطہرات اور ان کے باپ بھائی خصوصاً خود اپنی لڑکی کہ حضرت عائشہ تھیں ان سے کیا عداوت تھی جو سب کو محروم المیراث کیا؟ اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ابتدائے خلافت سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفیق ومشیر تھے ان کو کیوں محروم المیراث کیا؟"

حوالہ: "تحفہ اثنا عشریہ" (مترجم)، مصنف: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ، المتوفی ۱۲۳۹ھ، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (نئی دہلی)، باب: ۱۰، صفحہ: ۵۶۹

المختصر! خلیفۂ اول، امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بھی قسم کے بغض وعداوت، ذاتی رنجش، حسد، جلن یا انتقام کے جذبے کے بغیر صرف ایک ہی سبب کی وجہ سے تمام ورثاء کا حق وراثت رد کر دیا تھا اور وہ وجہ یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "ہم انبیاء ورثہ چھوڑ کر نہیں جاتے۔ ہم جو کچھ بھی چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔"

"حضرت ابوبکر صدیق کے بعد باغ فدک اور دیگر جائداد حضرت عمر کے زیر انتظام اور اقتدار میں آگئیں"

حضرت صدیق اکبر نے مذکورہ حدیث کے فرمان کی اطاعت فرماتے ہوئے تمام ورثاء کا حق وراثت مُعطل (Suspend) کر دیا۔ تھوڑی بہت گنگناہٹ ہوئی لیکن بعد میں

معاملہ ٹھنڈا ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے تینوں زیر تصرف جائداد آراضی یعنی (۱) بنی نضیر کی زمین (۲) خیبر کی زمین اور (۳) باغ فدک کی زمین کی آمدنی اور محاصل کا استعمال حضور اقدس ﷺ کے معمول اور دستور پر سخت پابندی کے ساتھ عمل کرتے ہوئے راہ خدا اور لوگوں کی بھلائی کے کاموں میں کیا۔

حضرت صدیق اکبر نے دنیا سے پردہ فرمایا اور خلیفہ دوم کے منصب پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متمکن ہوئے اور مذکورہ تینوں آراضی حضرت عمر فاروق اعظم کی تحویل میں آگئیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں بزرگوں (Ancestor) یعنی حضور اقدس ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمول اور دستور کے مطابق آراضی کی آمدنی استعمال فرمائی اور راہ خدا میں اور قوم کے ضرورت مند اور حاجت مند لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں آراضی کی آمدنی خرچ فرمائی۔

جب حضرت صدیق اکبر کی تحویل میں مذکورہ تین (۳) آراضی آئی تھیں تب تھوڑی کھٹکناہٹ ضرور ہوئی تھی لیکن بعد میں معاملہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحویل میں یہ آراضی آتے ہی پھر سے کھٹکناہٹ اور کاناپھوسی کی ابتداء ہو گئی۔ لہٰذا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کے دولت کدہ (گھر) پر اجلۂ صحابۂ کرام کی ایک نشست منعقد ہوئی۔ جس کی تفصیلی معلومات کے لیے ذیل میں پیش کردہ "صحیح بخاری شریف" کی حدیث کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:۔

حدیث شریف

"عَنِ الزُّهْرِیِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِی مَالِکُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الحَدَثَانِ النَّصْرِیُّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَاهُ، إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ یَرْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَکَ فِی عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالزُّبَیْرِ، وَسَعْدٍ یَسْتَأْذِنُونَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ فَأَدْخِلْهُمْ، فَلَبِثَ قَلِیلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: هَلْ لَکَ فِی عَبَّاسٍ، وَعَلِیٍّ یَسْتَأْذِنَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا دَخَلاَ قَالَ عَبَّاسٌ: یَا أَمِیرَ المُؤْمِنِینَ اقْضِ بَیْنِی وَبَیْنَ هَذَا، وَهُمَا یَخْتَصِمَانِ فِی الَّذِی أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِی النَّضِیرِ، فَاسْتَبَّ عَلِیٌّ، وَعَبَّاسٌ، فَقَالَ الرَّهْطُ: یَا أَمِیرَ المُؤْمِنِینَ اقْضِ بَیْنَهُمَا، وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ، فَقَالَ عُمَرُ: اتَّئِدُوا أَنْشُدُکُمْ بِاللَّهِ الَّذِی بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لاَ نُورَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ یُرِیدُ بِذَلِکَ نَفْسَهُ؟ قَالُوا: قَدْ قَالَ ذَلِکَ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَبَّاسٍ، وَعَلِیٍّ فَقَالَ: أَنْشُدُکُمَا بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذَلِکَ؟ قَالاَ: نَعَمْ."

حوالہ "صحیح البخاری"، مؤلف: امام محمد بن إسماعیل أبو عبدالله البخاری الجعفی، ناشر: دار طوق النجاۃ مصر، سن اشاعت: ۱۴۲۲ ھ، جزء: ۵، صفحہ: ۸۹

ترجمہ: "امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھے مالک بن اوس بن حدثان نصری نے خبر دی کہ انہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلایا۔ میں آپ کے پاس تھا کہ اچانک آپ کا غلام یرفا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں آنے دو۔ تھوڑی دیر بعد غلام نے پھر آ کر کہا کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے انہیں بھی اجازت عطا فرمائی۔ ان دونوں حضرات کے داخل ہونے کے بعد حضرت عباس نے کہا اے امیر المومنین! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ یہ دونوں حضرات اس مال غنیمت کے بارے میں تنازع کا شکار ہو گئے تھے جو اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو بنی نضیر میں سے عطا فرمایا تھا۔ اور ان (حضرت علی وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے درمیان تکرار بڑھ گئی۔ اس آئی ہوئی جماعت نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان دونوں حضرات کا فیصلہ فرما دیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے راحت دلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ سب حضرات سنجیدگی اختیار کریں۔ میں تم سب کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اور جو ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے (اور آپ نے اس

فرمان سے اپنی ذات مراد لی تھی)؟۔سب نے کہا کہ حضور نے ایسا ہی فرمایا تھا۔پھر حضرت عمر نے سیدنا عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آکر ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ حضور نے ایسا ہی فرمایا تھا؟ان دونوں حضرات نے کہا:۔ہاں حضور نے ایسا ہی فرمایا تھا۔"

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی کہ "ہمارا مال ورثہ نہیں بلکہ صدقہ ہے" یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ضعف کا بالکل احتمال وامکان ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کی صحت کی تائید وتوثیق حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجلۂ صحابۂ کرام مثلاً ⊙ حضرت عثمان بن عفان ⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ⊙ حضرت زبیر بن عوام ☆ حضرت سعد بن ابی وقاص ☆ حضرت عباس بن عبدالمطلب ☆ حضرت علی بن ابی طالب وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے کروائی۔ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم نے حضور اقدس ﷺ کے خاندان کے افراد کو ورثہ سے محروم کیا ہے،اس میں کوئی غلطی یا ناانصافی نہیں ہے۔شیعہ فرقہ کے الزام کے مطابق اہلِ بیت کی عداوت اور بغض نہیں بلکہ حدیثِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خلافت کا عہدہ سنبھالا،تو آپ نے بھی باغِ فدک اور دیگر آراضی کی آمدنی کا استعمال دستورِ قدیم کے مطابق راہِ خدا کے نیک کاموں میں کیا۔شیعہ فرقہ کا الزام ہے کہ حضرت فاطمہ کی باغِ فدک کی زمین ابوبکر وعمر نے دی نہیں اور غصب کر گئے اور حضرت فاطمہ کا وراثت کا حق مار کر ناانصافی کی ہے۔شیعہ فرقہ کو اس الزام کا جواب دیتے ہوئے ہم نے الحمدللہ! آفتابِ نیم روز کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ

شہزادی کے معاملہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے واقعی بڑی ہی ناانصافی نہیں کی بلکہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد پاک کا پاس کیا ہے۔ اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی شہزادی حضرت عائشہ اور حضرت عمر فاروق نے اپنی شہزادی حضرت حفصہ کو بھی وراثت سے محروم رکھا ہے۔ تو کیا ان دونوں حضرات کو اپنی بیٹیوں سے بھی بغض و عداوت تھی؟ کیا انہوں نے اپنی حقیقی شہزادیوں کے ساتھ بھی ناانصافی کی ہے؟

''باغ فدک اور دیگر آراضی کو حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں ہی حضرت عباس اور حضرت علی کی تحویل میں دے دیا۔''

شیعہ فرقہ کے لیے سینہ چاک اور جلنے کی اب ساعت آ پہنچی ہے۔ جس آراضی کا جھگڑا کھڑا کر کے اور اس معاملہ کو اجلہ صحابہ کرام کو بدنام کرنے کے آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں وہ جھگڑا ہی باقی نہ رہا کیونکہ ان متنازعہ تمام آراضی کو حضرت عمر فاروق نے حضرت عباس بن عبد المطلب اور مولائے کائنات حضرت علی کی تحویل میں دے دیا تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) لہٰذا دور خلافت فاروقی سے ہی باغ فدک اور دیگر آراضی حضرت عباس و حضرت علی کے قبضہ اور انتظام میں آ گئی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عباس ان آراضی کے انتظامی امور سے دست بردار ہو گئے اور اب وہ تمام آراضی اکیلے ہی حضرت علی کی تحویل میں آ گئیں۔ جب یہ تمام آراضی حضرت علی کے اختیار، انتظام اور قبضہ میں آ گئیں تب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آراضی کی آمدنی کا استعمال (۱) حضور اقدس ﷺ (۲) حضرت ابوبکر صدیق اور (۳) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے معمول اور دستور کے مطابق راہ خدا میں بھلائی کے کاموں میں خرچ فرما کر کیا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت عباس کی

آل و اولاد اور ازواج مطہرات یعنی ورثاء کو حق نہ دیا۔ تو کیا معاذ اللہ! حضرت علی کو بھی شیعہ لوگ دیگر صحابہ کرام کی طرح دشمن اہل بیت کہہ کر ان کے خلاف بھی زبان درازی کریں گے؟ شیعہ لوگ جواب دیں۔

حضرت علی کے بعد باغ فدک کا کیا ہوا؟

ایک اہم اور معتبر حوالہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"پھر حضرت علی کے بعد حضرت امام حسن بن علی کے قبضہ میں رہا، ان کے بعد حضرت امام حسین بن علی کے قبضہ میں رہا، ان کے بعد علی بن حسین کے قبضہ میں، ان کے بعد زید بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے قبضہ میں رہا۔ اس کے بعد مروان کے ہاتھ چڑھ گیا جو امیر تھا اور مروانیوں کے ہاتھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ میں پہنچا۔"

حوالہ: "مدارج النبوۃ" (مترجم)، مصنف: محقق علی الاطلاق، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ)، ناشر: ادبی دنیا (دہلی)، جلد: ۲، صفحہ: ۷۶۱

باغ فدک اور دیگر آراضی کے قبضہ، اختیار اور انتظام کے ضمن میں ہوئی تبدیلیوں کی تفصیل ایک نظر میں۔

نمبر	کس کا اختیار، قبضہ اور انتظام	منصب
۱	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم	مالک و مورث
۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اسلام کے پہلے خلیفہ
۳	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اسلام کے دوسرے خلیفہ
۴	حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی مشترکہ تحویل میں	حضور اقدس کے حقیقی چچا حضور اقدس کے چچازاد بھائی، داماد اور اسلام کے چوتھے خلیفہ
۵	حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت علی کے بڑے شہزادے
۶	حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شہزادۂ حضرت علی اور شہید کربلا
۷	حضرت امام علی بن حسین (امام زین العابدین) اور حضرت امام حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی مشترکہ تحویل میں	حضرت امام حسین کے شہزادے حضرت امام حسن کے شہزادے
۸	حضرت امام زید بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم	حضرت امام حسن کے شہزادے
۹	مروان بن حکم	غلط قبضہ دار اور منتظم
۱۰	حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ	◈ پہلی صدی کے مجدد ◈ عمر فاروق اعظم کی پوتی کے بیٹے

مذکورہ خاکہ میں مندرج نمبر ۲ حضرت ابوبکر صدیق سے لے کر نمبر ۱۰ یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام تک میں سے نمبر ۴ سے نمبر ۱۰ تک کل (۱۰) نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تک کی تھیں (۳) اراضی یعنی باغ فدک کی زمین، خیبر کی زمین اور بنی قریظہ کی زمین کا حق حضور اقدس ﷺ کے مطلب و منشاء کے مطابق نبی کی وراثت غیر منقولہ جائیداد (Immovable Property) میں سے تھی جو وراثت میں تقسیم نہیں ہوئی بلکہ اراضی کی آمدنی کو رفاہ عامہ میں مسلمانوں کی بھلائی اور حاجت روائی کے کاموں میں صرف کیا جاتا تھا تو ان حضرات میں سے صرف نمبر (۲) حضرت ابوبکر صدیق اور نمبر ۳ حضرت عمر فاروق اعظم ہی کو شیعہ حضرات نے دشمن اہل بیت کا دشمن قرار دینے کے لیے تختہ مشق کیوں بنایا جاتا ہے؟

اگر بقول شیعہ فرقہ کے الزام کے مطابق نمبر ۲ اور نمبر ۳ یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے ان اراضی کو غصب کرلیا تھا تو یہ اراضی نمبر ۴ سے نمبر ۱۰ کی تحویل میں کیوں اور کیسے آ گئیں؟ حیرت اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر کے بعد یہ اراضی سات (۷) ایسے نفوس قدسیہ کی تحویل میں آ گئیں جو اہل بیت اطہار کے اعلیٰ معیار کے ائمہ، رہبر اور سردار تھے۔ ان تمام حضرات نے بھی باغ فدک کی زمین اور دیگر اراضی میں وراثت کیوں جاری نہیں فرمائی؟ کیا یہ تمام حضرات بھی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم کی طرح اہل بیت کے دشمن تھے؟ ایک اہم حوالہ ملاحظہ فرمائیں:-

"اور دلیل ثبوت وصحت اس خبر کی بلکہ تمام اہل بیت پر حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آخر تک یہ ہے کہ جب ترکہ آنحضرت ﷺ کا ان کے قبضہ میں پڑا تو حضرت عباس اور ان کی اولاد سب کو خارج کیا اور دخل نہ دیا۔ اور ازواج کو بھی ان کا حصہ نہ دیا۔ پس اگر میراث ترکہ پیغمبر ﷺ میں جاری ہوتی تو یہ بزرگوار کہ شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں کس طرح یہ حق تلفی صریح روا رکھتے۔ کیونکہ باجماع اہل سیر اور تواریخ والوں اور علمائے حدیث کے ثابت اور طے شدہ ہے کہ متروکہ آنحضرت ﷺ کا خیبر اور فدک وغیرہ سے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اختیار میں تھا۔ حضرت علی نے حضرت عباس پر غلبہ کیا اور بعد علی مرتضیٰ کے حسن بن علی، ان کے بعد حسین بن علی پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ہاتھ آیا کہ دونوں اس میں تداول کرتے رہے یعنی ایک دوسرے کے اختیار میں جاتا تھا۔ ان کے بعد زید بن حسن بن علی متصرف ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر مروان کے قبضہ میں کہ وہ امیر تھا پڑا اور مروانیوں کے اختیار میں رہا حتی کہ نوبت خلافت عمر بن عبدالعزیز کی پہنچی۔ یہ ایک شخص عادل تھا اس نے کہا کہ میں اس چیز کو جس کے لئے پیغمبر خدا ﷺ نے حضرت فاطمہ کو منع کیا اور روا نہ رکھا اور نہ دیا، نہ لوں گا۔ میرا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ میں اس کو پھیرتا ہوں، پس اس

کو اولاد فاطمہ پر لوٹا دیا۔ پس بجمل ائمہ معصومین کے اہل بیت سے معلوم ہوا کہ ترکہ آنحضرت ﷺ کا میراث نہ تھا نہ حکم میراث اس میں جاری ہوا۔ اب آیت میراث نے حدیث مذکور سے خصوصیت پائی۔"

حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ" (مترجم)، مصنف: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۳۹ھ)، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (نئی دہلی)، باب: ۱۰، صفحہ: ۵۷۰ اور ۵۷۱

"شیعہ فرقہ کے گال پر تیکھا اور کرارا طمانچہ"

باغ فدک کی زمین کے معاملہ کو موضوع سخن بنا کر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دامن تقدس پر افتراءات واتہامات والزامات کا کیچڑ اچھال انہیں اہل بیت کا دشمن، بغض وحسد وکینہ رکھنے والے کہہ کر ان کی شان میں گستاخی اور توہین کرنے والے شیعہ فرقہ کے بے شرم چہرے کے گھناؤنے گال پر تیکھا اور کرارا طمانچہ رسید کرتے ہوئے استاذ العلماء حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "تحفۂ اثنا عشریہ" میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"بالفرض اگر وصیت واقع ہوئی ہو اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع نہ ہوئی نہ گواہوں سے ثبوت کو پہونچی تو وہ خود معذور ہوئے لیکن حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت میں کیا عذر تھا کہ اس وصیت

کو جاری نہ فرمایا بلکہ موافق اگلے دستور کے فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کرتے رہے۔ اگر اپنا حصہ تقسیم کرتے رہے خدا تعالیٰ کی راہ میں تو حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی بہنوں کو ان کی ماں کی میراث سے کیوں محروم کیا۔"

حوالہ: "تحفۂ اثناعشریہ" (مترجم)، مصنف: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۳۹ھ)، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (نئی دہلی)، باب: ۱۰، صفحہ: ۵۸۰

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت میں "حضرت امیر" کا جملہ وارد ہے۔ حضرت امیر سے مراد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔

یہاں تک کے مطالعہ سے قارئین کرام کو "باغ فدک" کے تعلق سے اطمینان بخش معلومات حاصل ہو چکی ہوگی۔ حالانکہ "باغ فدک" کے تعلق سے ہمیں تفصیلی بحث کرنی پڑی ہے۔ ایسی ہی تفصیلی بحث شیعہ فرقہ کے ہر اعتراض والزام کے ضمن میں کی جاسکتی ہے۔ ان شاء اللہ صحابۂ کرام پر شیعہ فرقہ کے الزامات واتہامات وافتراءات کے مستقبل قریب میں قسط وار تفصیلی جوابات شائع کیے جائیں گے۔

"صحابۂ کرام پر شیعہ فرقہ کے دیگر الزامات"

اب ہم شیعہ فرقہ کے صحابۂ کرام پر عائد کردہ چندان الزامات کا صرف اشارۃً وکنایۃً بہت ہی اختصار کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں، جن کو شیعہ فرقہ نے عوام المسلمین کے درمیان

بہت ہی شدت کے ساتھ اور متعصبانہ رویہ کے ساتھ رائج کر رکھے ہیں۔ یہ وہ بے بنیاد اور جھوٹے الزامات ہیں، جو اختراعی اور بناوٹی ہیں۔ تاریخ کی معتبر کتابوں میں ان کا اتہ پتہ تک نہیں۔ ملت اسلامیہ کے قابل اعتماد ائمہ دین کی کتب معتبرہ میں ان کا سراغ وعلامت نہیں بلکہ حیرت وتعجب کی بات تو یہ ہے کہ خود شیعہ فرقہ کے شہرت یافتہ مصنفین نے ان الزامات کو بے بنیاد کہہ کر اس کا زبردست رد وابطال کیا ہے۔ جو ان شاء اللہ وان شاء حبیبہ بہت جلد تفصیل وتنقید کے ساتھ منظر عام پر لائے جائیں گے۔

▣ ''حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے پہلو میں تلوار ماری:۔''

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکان سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جلا دیا اور ان کے پہلو مبارک پر اپنی تلوار سے ایسا صدمہ پہنچایا کہ حمل ساقط ہوا۔''
حوالہ:۔ ''تحفۂ اثنا عشریہ'' مصنف:۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ المتوفی: ۱۲۳۹ھ، اردو ترجمہ۔ ناشر: اعتقاد۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۲۰۵

▣ مال غنیمت سے اہل بیت کا حصہ نہ دیا:۔

''عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصہ اہل بیت کا خمس میں سے ان کو نہ دیا، جس پر نص قرآنی ہے۔ قولہ تعالیٰ ''وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ

> الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ" (اور جان لو کہ جو کچھ لوٹ میں لاؤ، جو چیز ہے۔ بیشک اُس میں پانچواں حصہ حق خدا کا ہے اور حق رسول و قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔) پس خلاف حکم قرآن کے کیا۔"
>
> حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۲۲۹

▣ "تمام صحابہ حضرت علی کی دشمنی اور حضرت فاطمہ کی ایذا پر متفق ہو گئے تھے اور حضرت علی سے جنگ لڑی"

> "حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مَنْ اٰذٰی عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ" (یعنی جس نے علی کو ایذا دی، اس نے مجھ کو ایذا دی) اور "مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ" (جس نے غصہ دلایا فاطمہ کو، غصہ دلایا مجھ کو) اور صحابہ متفق ہو گئے تھے علی کی عداوت اور فاطمہ کی ایذا پر اور علی سے لڑے۔"
>
> حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر: ۷۰۹

مندرجہ بالا تینوں الزامات پر کوئی تبصرہ و تمہید نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ یہ تمام الزامات بے بنیاد، بے اصل اور من گھڑت ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ ہونے والی اشاعت میں دندان شکن جواب اور رد بلیغ مع دلائل قاہرہ و باہرہ قاطعہ کیا جائے گا۔

شیعہ فرقہ کا بنیادی اصول نمبر:۴

شیعہ بن جانے میں فائدہ ہی فائدہ = گناہ لگتا ہی نہیں = عیش و عشرت کی اجازت = جنت کا پیلا پروانہ = دوزخ میں جانے کا خوف نہیں = آجا۔ پھنسا جا کی اسکیم = عقائد و اعمال کی تباہی و بربادی۔

گزشتہ صفحات میں شیعہ فرقہ کے بنیادی اصول نمبر:۴ کے ضمن میں قدرے تفصیلی گفتگو کر کے معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ لہذا اب یہ عنوان پڑھنے سے پہلے پچھلے صفحات کا پھر ایک مرتبہ مطالعہ کرنے کی گزارش ہے۔ نوجوان نسل کے جوشیلے، گرجوش، بے قرار (Eager) اور جوانی کا اشد جوش (Intense) رکھنے والے جوانوں کو اپنے باطل فرقہ کی طرف راغب اور مائل کر کے اپنی مایا جال میں پھانسنے کے لیے عیش و عشرت اور شہوت پرستی وعیاشی کے ناجائز کاموں میں مبتلا کرنے کے لیے ایسے ناجائز کاموں میں اجر وثواب، فضیلت و درجات کا حصول اور دارین کی سعادت کی بشارت کا غیر منقطع کارواں جاری کیا جاتا ہے اور اس کی چکنی اور پٹن والی پگڈنڈی پر چلنے کی خو وخصلت رکھنے والے تباہی و بربادی کی بھیانک کھائی میں گر کر تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

رنگین مزاج کے شہوت پرست، عیاشی اور اوباش قسم کے لوگوں کو اور بالخصوص نوجوانوں کو "متعہ" کی آڑ میں حرام کاری اور بدکاری پر مشتمل "فعل زنا" کی کھلم کھلا اجازت، پروانگی اور منظوری دے کر ایسے ارتکاب قبیحہ، مذمومہ اور ملعونہ پر اجر وثواب کی بشارت دے کر شیعہ فرقہ نے "مذہب کے نام پر متورنجن" کی تحریک چلا کر اخلاق، عمدہ

طور واطوار، شریعت کی پابندی، نیک شعاری، نظام معاشرہ، رسوم و آئین سماج اور برادری وکنبہ کے ادب ولحاظ، شرم وحیا اور غیرت وحمیت کا جنازہ نکال کر قوم مسلم کو بزدل، ڈرپوک، کمزور، کنگال، کاہل اور آلسی بنا دینے کی مہم چلائی ہے۔

نوجوان نسل کے دماغ میں ایسا ٹھسا دیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی محبت کو دائمی طور پر دل میں بسالو- بس- کام تمام ہوگیا۔ بے خوف ہو جاؤ- ڈر کو دل سے ہانک دو--- اب تمہیں ڈرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اب تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی بھی گناہ درج نہیں ہوگا۔ شریعت کے اصول وقوانین کی پابندی اور گناہ کے ارتکاب پر سزا وعذاب کا خوف من سے نکال دو- من کو مارو نہیں۔ من کی خواہشات کو کھلوٹ۔ دل کی خواہشات پر لگام مت دو۔ جو جی میں آئے وہ کرو۔ کسی قسم کا خوف اور ڈر مت رکھو۔ شراب، جوا، رنڈی بازی، عیش وعشرت اور شہوت پرستی اور دیگر عیاشی کے کام وغیرہ ارتکابات جی بھر کے لطف اندوز ہو۔ تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ حضرت علی کی محبت کا توشہ (Provision) تمہارے ساتھ ہے۔ بس- صرف ایک ہی کام انجام دو..... حضرت علی کی محبت کا جو تقاضا ہے، وہ پورا کرو--- حضرت علی کی محبت کا تقاضا صرف دو باتوں پر منحصر ہے۔ پہلا یہ کہ حضرت علی اور اہل بیت کو دل وجان سے چاہو۔ دوسرا یہ کہ حضرت علی اور اہل بیت سے سوئے ظن، بدگمانی، بغض وعناد اور حسد وعداوت رکھنے والے عناصر یعنی صحابہ کی عظمت، اہمیت، عزت اور رفعت کو نفرت وذلت کے ساتھ دل سے نکال کر پھینک دو۔ انہیں اپنا جانی دشمن سمجھ کر دشمنی کا حق ادا کرو۔ بس--- ہوگیا کام--- اب تمہیں کوئی بھی نیک عمل کرنے اور گناہوں کے کرنے سے خوفزدہ ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ بس صرف اتنا ہی کرو کہ محبت علی واہل بیت میں شیعہ بن جاؤ۔ نجات اور جنت صرف تمہارے لیے ہی ہے۔ شیعہ بن کر من موجی مور کی طرح ناچو- جھومو۔ پوری کائنات کا سکھ تمہارے لیے ہے۔

ایسی فرضی خوش خبری اور بشارت کا باجا بجا کر لوگوں کو رقص و سرور کے کیف میں مدہوش کر کے اسے بُحرانی بنا دیئے کہ اب ان میں حق کیا اور باطل کیا؟ سچ کیا اور جھوٹ کیا؟ کی سمجھ اور احساس میں تمیز ہی باقی نہ رہا۔ جس دماغ میں صرف ایک بات ٹھس کر گھر کر گئی کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اور عیش و عشرت شیعہ بن جانے میں ہے۔ حضرت علی کی محبت کا چھلکتا جام پی لو اور دائمی طور پر بے خوف و خطر ہو جاؤ۔ ایسی اندھی عقیدت اور محبت کے غلو سے متاثر لوگوں کو ایسے ''کٹر جنتی شیعہ'' بنا دینے میں آئے کہ وہ اسلام کے اصولی عقائد و اعمال اور شریعت مطہرہ کے اٹل قوانین کو یک لخت فراموش کر بیٹھے اور توحید و رسالت کے اصول و ضوابط کے خلاف ارتکاب کرنے میں دلیر، نڈر اور جری بن گئے اور عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ اور ارتکابات مذمومہ و رذیلہ کے دائمی مریض بن گئے۔

شیعہ فرقہ کے عقائد و نظریات باطلہ و نیز ارتکابات فاسدہ بہت ہی اختصار کے ساتھ

شیعہ لوگ جنت میں شان و شوکت سے جائیں گے:۔

''قیامت کے دن شیعہ لوگ ابلق (دو (۲) رنگا چتکبرا) گھوڑے پر سوار ہو کر جنت میں جائیں گے۔''

(حوالہ:۔ ''مقتل الحسین'' (عربی) مصنف:۔ ابو المؤید الموفق بن احمد مکی الخوارزمی۔ المتوفی: ۵۶۸ھ، مطبوعہ:۔ قاہرہ۔ مصر۔ صفحہ نمبر: ۳۰)

▣ جہنم کی آگ اور شیعہ:۔

"شیعہ کو آتش دوزخ (جہنم کی آگ) لگتی ہی نہیں۔"

(حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۱۲۲)

▣ یہودی، عیسائی اور ہندو جنت میں؟

"جو کوئی محبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دل میں رکھتا ہے، چاہے یہودی ونصرانی اور ہندو ہو، بہشت میں جائے گا۔ اور جو کوئی دوستی صحابہ کی دل میں رکھتا ہو، گو متقی اور عابد ہو اور محبت اہل بیت بھی ہو دوزخی ہے۔"

(حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۷۳۱)

▣ خلفاء راشدین کو گالیاں دینا:۔

(۱) "دشنام خلفائے راشدین اور ازواج مطہرات سید المرسلین کی کہ عائشہ صدیقہ اور حفصہ معظمہ ہیں، افضل واقرب دیگر عبادتوں سے ہے۔ اور دشنام (گالی دینا) حضرت عمر کی نسبت تو کہتے ہیں" اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الْاَكْبَرِ "یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھی افضل اور بڑھ کر ہے۔"

(۲) "لعن بڑے بڑے مہاجرین اور انصار اور خلفائے ثلٰثہ اور اکثر عشرۂ مبشرہ جیسے طلحہ اور زبیر علاوہ ان کے عائشہ اور حفصہ کے بعد نماز پنجگانہ کے واجب جانتے ہیں۔"

(۳) "بڑے بڑے صحابہ کے لعن (لعنت کرنا) اور ازواج مطہرات کے لعن کو بہت بڑی عبادت جانتے ہیں۔ اور پانچ وقت کی نماز کی طرح اس کام کو کرنا اور وظیفہ رکھنا فرض جانتے ہیں۔ ابوجہل اور فرعون اور نمرود کہ جو بلاشبہ دشمن خدا اور دشمن پیغمبروں کے

ہوئے ہیں، کبھی گالی نہیں دیتے، نہ بُرا کہتے ہیں۔ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ستر (۷۰) دفعہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر) پر لعن کرنا نیک اور حسنہ ہے۔لیکن لعن ابوجہل اور فرعون اور نمرود کو رتی بھر بھی حسنہ نہیں کہتے۔"

(تینوں عبارات بحوالہ: "تحفۂ اثنا عشریہ"۔(اردو ترجمہ)۔صفحہ نمبر: ۹۵، ۵۱۰، ۳۳۳)

ثواب و عذاب کے فرشتے حضرت علی کے تابع ہیں۔شیعہ کو نجات دیتے ہیں اور اوروں کو عذاب دیتے ہیں۔

"ہر مومن اور فاجر کو موت کے وقت معائنہ حضرت امیر (حضرت علی) کا حاصل ہوتا ہے۔پس اپنے شیعہ کو عذاب و دوزخ اور ملک الموت کے مددگاروں اور ملائک عذاب سے نجات بخشتے ہیں۔اور شربت سرود خوشگوار پلاتے ہیں۔دوزخ کو حکم دیتے ہیں کہ اس سے عرض مت کیجیو۔اور فاجر وہ جو ان کے گمان میں مخالف ان کے مذہب کے ہے، اس کو حکم عذاب و ایذا کا دیتے ہیں اور ملائکہ ثواب و عذاب کے سب ان کے تابع ہیں۔"

(حوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔اردو ترجمہ۔صفحہ نمبر: ۱۱۲)

کتنا ہی بڑا گناہ ہو، امامیہ شیعہ کو عذاب نہ ہوگا:۔

"امامیہ میں سے کوئی شخص کسی گناہ صغیرہ میں اور کبیرہ میں عذاب نہیں کیا جائے گا۔ نہ قیامت کے دن، نہ قبر میں۔اور عقیدہ ان کا بالاتفاق مسلم الثبوت ہے۔اسی سبب سے ترک واجبات و ارتکاب گناہ میں نہایت دلیر ہیں۔دلیل اس پر یہ پیش کرتے ہیں کہ محبت حضرت علی کی کافی ہے۔اسی سے نجات و خلاص ہے۔"

(بحوالہ:۔ "تحفۂ اثنا عشریہ"۔اردو ترجمہ۔صفحہ نمبر: ۵۰۲)

▣ شیعہ کے لیے قیامت میں اعمال کی سزا نہیں:۔

''ہول (گھبراہٹ) قیامت کے اور میزان اور نامہائے اعمال اور اعمال کی جو سزا مروی و منقول ہے، یہ سب غیر شیعہ کو ہوگا۔ شیعہ ان سب شدائد سے محفوظ و مصون (نگہبانی کیا گیا) رہیں گے۔'' (بحوالہ:۔ ''تحفۂ اثنا عشریہ''۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۱۱۹)

▣ کتنا ہی بڑا گنہ گار ہو، شیعہ کو قبر میں عذاب کے بدلے نعمتیں ہی ملیں گی:۔

''عذاب قبر کا خاص واسطے اہل سنت اور دیگر فرقوں اسلام کے ہے اور امامیہ کو عالم قبر میں سوائے نعمت اور لذت کے اور کوئی چیز پیش نہیں آئے گی۔ اگرچہ گنہگار اور فاسق ہوں۔''

(بحوالہ:۔ ''تحفۂ اثنا عشریہ''۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۱۲۸)

▣ اہل سنت یہود و نصاریٰ سے زیادہ بد اور نجس ہیں:۔

(۱) ''اہل سنت یہود اور نصاریٰ سے بدتر ہیں۔''

(۲) ''اہل سنت یہود و نصاری سے زیادہ تر نجس ہیں۔ جو چیز ان کے بدن کو لگ جائے، تو دھونا چاہیئے۔'' (بحوالہ:۔ ''تحفۂ اثنا عشریہ''۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ نمبر:۷۳۲ اور ۷۳۳)

یہاں تک شیعہ فرقہ کے بنیادی عقائد (Basic Believe) اختصاراً پیش کیے گئے ہیں۔ شیعہ فرقہ کے باطل عقائد اور گندے ارتکابات کی تفصیلی وضاحت آئندہ اشاعتوں میں پیش کی جائے گی۔ اور یہ تمام وضاحت شیعہ فرقہ کے ہی معتبر کتابوں کے حوالوں سے پیش کی جائے گی۔ شہوت کے دلدادہ اور رنگین طبیعت کے نوجوانوں کا شیعہ فرقہ کی طرف مائل اور راغب ہونے کی ایک وجہ ''متعہ'' یعنی ہنگامی نکاح (Temporary Mariage) ہے۔ کوئی بھی عورت کے ساتھ چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنواری ہو، اس کے

ساتھ ہنگامی طور پر ازدواجی زندگی قائم کی جاسکتی ہے۔ بلکہ شیعہ فرقہ کی کتابوں میں یہاں تک مرقوم ہے کہ ایک عورت ایک رات میں چند مردوں کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کرسکتی ہے۔ اور اس کا مناسب معاوضہ حاصل کرسکتی ہے۔ متعہ کہ جو عورت کی عزت وعصمت کا کھلا ہوا Insult یعنی ذلیل کرتا ہے بلکہ صاف لفظوں میں کہیں تو متعہ وہ عیاشی اور رنڈی بازی ہی ہے، اسے شیعہ فرقہ میں "متعہ" کا خوبصورت نام دے کر رائج کیا گیا ہے اور اسے بہت ہی معزز فعل ثواب قرار دیا گیا ہے۔

"شیعہ متعہ" کے عنوان پر راقم الحروف نے ایک مفصل مقالہ بنام "گندہ کام اور ثواب کی امید؟ یعنی شیعہ متعہ" جو گجراتی زبان میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکا ہے اور بہت جلد ہی یہ کتاب اردو زبان میں بھی شائع ہوگی (ان شاء اللہ تعالیٰ وان شاء حبیبہ ﷺ)۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام کو یقین کے درجہ میں ثبوت دستیاب ہو جائیں گے کہ اسلام کے عطا فرمودہ اعلیٰ اخلاق، طور و اطوار، تہذیب، شائستگی، ثقافت اور سماجی کلچر کا دن دہاڑے گلا گھونٹ کر ملت اسلامیہ میں بداخلاقی، بدتہذیبی، حرام کاری، زنا کاری اور دیگر رذائل۔ قبائح وغیرہ کو رائج بلکہ اس کو جائز، کار ثواب اور باعث برکت وفضیلت قرار دینے میں شیعہ فرقہ بے باک، دلیر، نڈر، بے خوف، مستعد، جری، کمربستہ اور طرار ہے۔ پوری دنیا میں کسی بھی دین ومذہب، سماج، قوم اور سوسائٹی میں کسی نے بھی متعہ جیسا گندہ کام جائز اور روا نہیں رکھا لیکن شیعہ فرقہ نے اس مذموم، ملعون، مقبوح اور مہلک فعل کو جائز، مناسب اور کار ثواب قرار دینے کے لیے مذہب کا آسرا لے کر عالمی پیمانہ پر اسلام کی مہذب اور بے داغ تصویر کو بدنامی کا بدنما داغ چسپاں کرنے کی مذموم حرکت وسعی کرکے اپنی اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔

"شیعہ، رافضی کے لیے شریعت کے احکام"

مخبر صادق، عالم ما کان وما یکون، علم غیب جاننے والے پیارے آقا، حضور اقدس، جان ایمان ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

(حدیث شریف نمبر ۱)

"عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ حَسَنِ بْنِ حَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَظْهَرُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَمُّوْنَ الرَّافِضَةَ يَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ".

حوالہ: (۱) "مسند الإمام أحمد بن حنبل"، مؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ)، ناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، طبع اول: ۱۴۲۱ھ، جزء: ۲، صفحه: ۱۸۶

(۲) "مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار"، مؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو المعروف بالبزار (المتوفى: ۲۹۲ھ)، ناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة، طبع اول: ۱۹۸۸ء، جزء: ۲، صفحه: ۱۳۸

ترجمہ: "حضرت ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے مروی ہے وہ اپنے والد (حسن) سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے

دادا (مولی علی) سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جس کا نام رافضہ ہوگا اور وہ اسلام کے منکر ہوں گے۔"

رافضی شیعہ کی مذمت کی مندرجہ بالا حدیث کے راوی مولائے کائنات، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس حدیث میں شیعیت کی اہم شاخ "رافضی" کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ رافضی شیعہ کے بطلان کے لیے صرف یہی حدیث کافی ہے اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ "حب علی" کا دعویٰ کرنے والے شیعہ فرقہ کی تذلیل و بطلان کی حدیث خود مولائے کائنات حضرت علی نے روایت فرما کر "ذوالفقار حیدری" کا جلوہ دکھاتے ہوئے شیعہ فرقہ پر کاری ضرب رسید فرمائی ہے۔

اب آیئے! ایک حدیث ایسی تلاوت کریں کہ جماعت صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی اور تبرا کرنے والے شیعوں کا رد بلیغ ہو جائے:۔

"عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: أُمِرُوا بِالاسْتِغْفَارِ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوهُمْ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسُبَّ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا."

حوالہ

"الشریعۃ"، مؤلف: أبو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری البغدادی (المتوفی: ۳۶۰ھ)، ناشر: دار الوطن۔ الریاض، سعودیہ عربیہ، طبع ثانی: ۱۴۲۰ھ جزء: ۵، صفحہ: ۲۳۹۴

ترجمہ ''عبد الملک بن عمیر سے مروی ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو پیغمبر خدا ﷺ کے صحابہ کے لیے بخشش طلب کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ لوگ انہیں برا بھلا کہنے لگے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس امت کے آخر کے لوگ اپنے پہلے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔''

''ملت اسلامیہ کی معتبر کتابوں کے حوالے''

▣ ''شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالیاں دینے والا یعنی ان کی شان میں تبرا کرنے والا شخص کافر ہے:''

"وَفِي الرَّوَافِضِ أَنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى الثَّلَاثَةِ فَمُبْتَدِعٌ، وَإِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ أَوْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَهُوَ كَافِرٌ"

حوالہ: "فتح القدير"، مؤلف: علامه كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام (المتوفى: ۸۶۱هـ)، ناشر: دار الفكر، بيروت(لبنان)، جزء: ۱، صفحه: ۳۵۰

ترجمہ: "اور روافض جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تینوں خلفاء پر فضیلت دیتے ہیں، تو وہ بدعتی ہے اور اگر وہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔"

شیخین کو گالی دینے والا، لعن طعن کرنے والا شخص کافر ہے اور اس کا قتل ضروری ہے۔ حضرت علی کو ان پر فضیلت دینے والا گمراہ ہے:۔

" وَقَدْ صَرَّحَ فِي الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ بِأَنَّ الرَّافِضِيَّ إِذَا سَبَّ الشَّيْخَيْنِ وطَعَنَ فِيهِمَا كَفَرَ وَإِنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَيْهِمَا فَمُبْتَدِعٌ وَفِي الْجَوْهَرَةِ مَنْ سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرَ وَيَجِبُ قَتْلُهُ ."

حوالہ: "البحر الرائق شرح كنز الدقائق"، مؤلف: امام زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصرى (المتوفى: ۹۷۰هـ)، ناشر: دار الكتاب الإسلامي، جزء:۵، صفحه: ۱۳۶

ترجمہ: ''خلاصہ اور بزازیہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ رافضی جب شیخین (حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالیاں دے یا ان کے بارے میں لعن طعن کرے تو ایسا شخص کافر ہے۔ اور اگر وہ حضرت علی کو ان دونوں پر فضیلت دے تو گمراہ ہے۔ اور جوہرہ میں ہے کہ جس نے شیخین کو گالی دی یا ان پر لعن طعن کی تو وہ کافر ہے اور اس کا قتل ضروری ہے۔''

◘ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی یا لعن طعن یعنی تبرا کرنے والا شخص کافر۔ اس کی توبہ قابل قبول نہیں:۔

"مَنْ سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرَ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ."

حوالہ: "در مختار شرح تنویر الابصار"، مؤلف: امام محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمن المعروف بعلاء الدین الحصکفی (المتوفی: ۱۰۸۸ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت، طبع ثانی: ۱۴۲۳ھ، جزء: ۱، صفحہ: ۳۳۶

ترجمہ: ''جس نے شیخین کو گالی دی یا ان کے بارے میں لعن طعن کیا، اس نے کفر کیا اور اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔''

کتاب "درمختار" کی شرح کتاب "ردالمحتار" (فتاویٰ شامی) میں بھی ہے۔
شیخین کریمین پر تبرا کرنے والا کافر ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں۔

"من سب الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته"
حوالہ: "رد المحتار علی الدر المختار"، مؤلف: ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، المتوفی ١٢٥٢هـ، ناشر: دار الفکر بیروت، طبع ثانی ١٤١٢هـ، جزء: ٤، صفحة: ٢٣٦
ترجمہ: "جس نے شیخین کو گالی دی یا ان کے بارے میں لعن طعن کیا، اس نے کفر کیا اور اس کی توبہ قبول نہیں۔"

"اماموں کو انبیاء کرام سے افضل بلکہ صرف ایک نبی سے افضل کہنے والا کافر ہے"

شیعہ فرقہ کی اہم شاخ "رافضی فرقہ" اسلام کے اٹل اور غیر متبدل اصول و قوانین کے خلاف یعنی ضروریات دین کے خلاف حسب ذیل عقائد کا حامل ہے:۔

(1) شیعہ فرقہ جنہیں "ائمہ ھدیٰ" یعنی "ہدایت کے امام" مانتا ہے، ان کا مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کرام سے افضل اور زیادہ ہے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کرام سے افضل ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام "قرآن مجید" میں سے اہل بیت کی عظمت وفضیلت کی آیات نکال دینے کا ثبوت متعدد علامات، دلائل، نشانات، سراغ اور ذرائع ودیگر قیاسات سے ثابت شدہ ہے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا عقائد ونظریات شیعہ فرقہ کے معتمد عالم مولوی سید علی محمد نے اپنے فتاویٰ میں ارقام کیے ہیں۔ جس کی تفصیل کتاب "اظہار الحق"۔ ناشر:۔ مطبع صبح صادق۔ سیتاپور (یو۔پی) میں ہے۔ سن اشاعت کتاب:۔ ۱۲۹۳ھ، بحوالہ:۔ "فتاویٰ رضویہ" (مترجم)۔ جلد نمبر:۱۴، صفحہ نمبر:۲۶۲

"مندرجہ بالا شیعہ عقائد کے تعلق سے شریعت کا حکم ملت اسلامیہ کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات سے۔"

▣ کتاب "شفا شریف" کا حوالہ = اماموں کو نبی سے افضل کہنے والا کافر ہے:۔

"وَكَذٰلِكَ نَقطَعُ بِتَكفِيرِ غُلَاةِ الرَّافِضَةِ فِي قَولِهِم إِنَّ الأَئِمَّةَ أَفضَلُ مِنَ الأَنبِيَاءِ."

حوالہ:۔ "الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ"، مؤلف: علامہ ابو الفضل قاضی عیاض بن موسیٰ (المتوفی:۵۴۴ھ)، ناشر: دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، جزء:۲، صفحہ: ۲۹۰

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔''

■ ''کتاب ''منح الروض الازہر'' کا حوالہ = ولی کا نبی سے مرتبے میں بڑھ جانا کہنا کفر وضلالت، بے دینی وجہالت ہے۔''

"ما نُقل عنْ بعض الكرامية منْ جواز كوْن الوليّ افضلَ من النبيّ كفرٌ وضلالةٌ والحادٌ وجهالةٌ."

حوالہ: (۱) **"منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر"**، مؤلف: علامہ علی بن سلطان محمد المعروف ملاعلی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ)، ناشر: دار البشائر الاسلامیہ، بیروت (لبنان)، طبع اول: ۱۴۱۹ھ، باب الولی لایبلغ درجۃ النبی، **صفحہ**: ۳۴۹

(۲) **"منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر"**، مؤلف: علامہ علی بن سلطان محمد المعروف ملاعلی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ)، ناشر: مصطفی البابی، مصر، باب الولی لایبلغ درجۃ النبی، **صفحہ**: ۱۲۱

ترجمہ: ''وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہے کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے، تو یہ کفر وضلالت و بے دینی وجہالت ہے۔''

◘ ''کتاب ''الطریقۃ المحمدیۃ'' کا حوالہ = انبیاء کرام اولیاء سے افضل ہیں۔''

''ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء''
حوالہ: ''الطریقۃ المحمدیۃ''، مؤلف علامہ تقی الدین محمد بن بیر علی البرکوی الحنفی (المتوفی: ۹۸۱ھ)، ناشر: مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ (پاکستان)، جلد: ۱، باب ان الولی لایبلغ درجۃ النبی ﷺ، صفحہ: ۸۳
ترجمہ: ''بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔''

◘ ''کتاب ''الحدیقۃ الندیۃ'' کا حوالہ = کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء کرام سے افضل بتانا کہنا ہے۔''

''التفضیل علی نبیٍ تفضیل علی کل نبیٍ''
حوالہ: ''الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ''، مؤلف: علامہ عبدالغنی النابلسی (المتوفی: ۱۱۴۳ھ)، ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد (پاکستان)، جلد: ۱، باب: الاستخفاف بالشریعۃ کفر، صفحہ: ۳۱۵
ترجمہ: ''کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔''

"اسی کتاب کا دوسرا حوالہ = نبی سے ولی کو افضل بتانا نبی کی تحقیر ہے۔"

"تفضیل الولیّ علی النبیّ مُرسلاً کان اوّلا (کفرٌ وضلالٌ کیف وھو تحقیرٌ للنبیّ بالنسبۃ الی الولیّ (وخرقٌ الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبیّ علی الولیّ."

حوالہ: "الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ"، مؤلف: علامہ عبدالغنی النابلسی (المتوفی: ۱۱۴۳ھ)، ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد (پاکستان)، جلد: ۱، باب: الاستخفاف بالشریعۃ کفر، صفحہ: ۲۱۶

ترجمہ: "ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔"

"کتاب "ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری" کے دو (۲) حوالے = نبی ولی سے افضل ہے، یہ یقینی امر اور ضروریات دین سے ہے۔"

"النبیُّ افضلُ مِنَ الوَلیِّ وَھُوَ امرٌ مَقطُوعٌ بِہٖ، وَالقَائِلُ بِخِلافِہٖ کَافِرٌ لِاَنَّہٗ مَعلُومٌ مِنَ الشَّرعِ بِالضَّرُورَۃِ."

حوالہ (۱) "إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری"، مؤلف: علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن أبی بکر القسطلانی (المتوفی: ۹۲۳ھ)، ناشر: المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، مصر، جزء: ۱، صفحہ: ۲۱۴

(۲) "إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری"، مؤلف: علامہ شہاب الدین أحمد بن محمد بن أبی بکر القسطلانی (المتوفی: ۹۲۳ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت (لبنان)، جزء: ۱، صفحہ: ۲۱۴

ترجمہ "نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔"

"کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" کا حوالہ = قرآن شریف کا یا اس کے کسی حرف کا انکار کرنے والا، بدلنے والا یا زیادہ بتانے والا کافر ہے۔"

"وَکَذٰلِکَ من انکر القُرآن أو حرفا مِنْه أو غَیَّر شَیْئًا مِنْه أو زاد فِیه۔"

حوالہ (۱) "الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ"، مؤلف: علامہ أبو الفضل قاضی عیاض بن موسیٰ (المتوفی: ۵۴۴ھ)، ناشر: دار الفکر الطباعۃ والنشر، بیروت، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، جزء: ۲، صفحہ: ۲۸۹

(۲)　"الشفا بتعريف حقوق المصطفى"، مؤلف: علامہ ابو الفضل قاضی عیاض بن موسی (المتوفی ۵۴۴ھ)، ناشر: المطبعة الشركة الصحافية، مصر، فصل في بيان ما هو من المقالات كفر، جزء: ۲، صفحہ: ۲۴۷

ترجمہ: "اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں کچھ زیادہ بتائے۔"

"شیعہ۔رافضی فرقہ کے تعلق سے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہل سنت، امام احمد رضا خان محقق بریلوی کا ایک اہم فتویٰ"

"بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار، مرتدین ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے، ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا، اولاد ولد الزنا ہوگی، باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا

باپ کوئی نہیں، عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں، رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ، بیٹے، ماں، بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا، سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی، یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں، ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول، سلام کلام سب سخت کبیرہ، اشد حرام، جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے، اور اس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔"

حوالہ: "فتاویٰ رضویہ" (مترجم)، مصنف: امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محقق بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ)، ناشر: مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر (گجرات)، جلد: ۱۴، صفحہ: ۲۶۸

''آخری فیصلہ=Final Judgement''

''فتاویٰ شامی'' کے مصنف امام ابن عابدین شامی کی کتاب ''العقود الدریہ'' کا اہم فتویٰ جو شیعہ فرقہ کے رد میں لکھی گئی اس کتاب کا ماحصل اور آخری فیصلہ ہے۔''

"أَجْمَعَ عُلَمَاءُ الْأَعْصَارِ عَلَى أَنَّ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِمْ كَانَ كَافِرًا."
حوالہ (۱) "العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية"، مؤلف: امام محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز المعروف بابن عابدين الشامي الحنفي (المتوفى: ۱۲۵۲ هـ)، ناشر: دار المعرفة، بيروت(لبنان)، جزء: ۱، صفحه: ۱۰۳ (۲) "العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية"، مؤلف: امام محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز المعروف بابن عابدين الشامي الحنفي (المتوفى: ۱۲۵۲ هـ)، ناشر: ارگ بازار، قندهار(افغانستان)، جزء: ۱، صفحه: ۱۰۵
ترجمہ ''تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔''

دعا اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اعظم واکرم حضور اقدس ﷺ کے صدقہ وطفیل تمام سنی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور بدمذہبوں کے باطل عقائد سے محفوظ رکھے اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے مدینہ طیبہ میں موت عطا فرمائے اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

۱۵ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ یوم شہادت امیر حمزہ در جنگ احد مطابق ۸/ جون ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ بمقام: پوربندر (گجرات)	دعا گو وخیر اندیش خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور خانقاہ رضویہ بریلی کا ادنیٰ سوالی عبدالستار ہمدانی "مصروف" برکاتی ۔ نوری

ماخذ و مراجع

نمبر	کتاب کا نام اور مصنف / مؤلف کا نام	زبان	المتوفی ہجری	عقیدہ
۱	قرآن مجید = اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام	عربی	حیّ لا یموت	معبود حقیقی
۲	مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی	فارسی	H-1052	سنّی
۳	تاریخ الخلفاء (اردو ترجمہ) امام المفسرین علامہ جلال الدین سیوطی	عربی	H-911	سنّی
۴	English-Urdu-English Comb. Dictionary Dr. Abdul Haq		-	
۵	فیروز اللغات ـ مولوی فیروز الدین برکاتی	اردو	-	سنّی
۶	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی	عربی/ اردو	H-1340	سنّیوں کے امام
۷	تفسیر خزائن العرفان صدر الافاضل، علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی	اردو	H-1367	سنّی
۸	صحیح بخاری شریف ـ امام محمد بن اسماعیل بخاری	عربی	H-256	سنّی

۹	صحیح مسلم شریف۔ امام مسلم بن حجاج قشیری	عربی	H-261	سنی
۱۰	مسند امام احمد بن حنبل۔ امام احمد بن محمد حنبل	عربی	H-241	سنی
۱۱	سنن ترمذی۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی	عربی	H-279	سنی
۱۲	سنن ابن ماجہ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ	عربی	H-273	سنی
۱۳	تحفۂ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ) شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	فارسی	H-1339	سنی
۱۴	Al Qamus Arabic English Dictionary ناشر:۔ مرکز اہلسنت برکات رضا، پوربندر		-	
۱۵	فتح القدیر۔ علامہ کمال الدین بن ہمام	عربی	H-861	سنی
۱۶	تذکرۃ الخواص شمس الدین سبط ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزی	عربی	H-654	شیعہ
۱۷	ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی	عربی	H-1294	شیعہ
۱۸	مقتل الحسین۔ ابو المؤید الموفق بن احمد المکی الخوارزمی	عربی	H-568	شیعہ
۱۹	ناسخ التواریخ۔ محمد تقی بن محمد علی	فارسی	H-1292	شیعہ
۲۰	سردار الانبیا نوں جیون چرتر مولوی ابراہیم پٹیل اور مولوی حسین پٹیل	گجراتی	زندہ	شیعہ
۲۱	سہم مسموم۔ مولوی غلام حسین نجفی	اردو	زندہ	شیعہ
۲۲	تاریخ یعقوبی۔ احمد بن یعقوب اسحاق ابن جعفر عباسی	عربی	H-284	شیعہ

۲۳	کتاب الفتوح۔ احمد بن اعثم کوفی	عربی	H-314	شیعہ
۲۴	روضۃ الصفا۔ ملا محمد میر خواند	فارسی	H-903	شیعہ
۲۵	حبیب السیر۔ غیاث الدین بن ہمام الدین خواند میر	فارسی	H-943	شیعہ
۲۶	الاحسان فی تقریب ابن حبان امام محمد بن حبان بن احمد	عربی	H-354	سنی
۲۷	المعجم الکبیر۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی	عربی	H-360	سنی
۲۸	شرح الزرقانی علی المواہب امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی	عربی	H-1122	سنی
۲۹	البدایہ والنہایہ۔ امام اسماعیل بن عمر بن کثیر	عربی	H-774	سنی
۳۰	ماتم اور صحابہ۔ مولوی غلام حسین نجفی	اردو	زندہ	شیعہ
۳۱	میزان الکتب۔ محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی	اردو	حیات	سنی
۳۲	سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی	عربی	H-275	سنی
۳۳	تفسیر ابن کثیر۔ علامہ اسماعیل بن عمر بن کثیر	عربی	H-774	سنی
۳۴	المعجم الاوسط۔ سلیمان بن احمد طبرانی	عربی	H-360	سنی
۳۵	Gala Supeime Combined Dictionary English-Gujarati-English		-	
۳۶	موطا امام مالک۔ امام مالک بن انس	عربی	H-179	سنی
۳۷	حدائق بخشش۔ امام احمد رضا محقق بریلوی	اردو	H-1340	سنیوں کے امام

۳۸	البحر الزخار۔ امام احمد بن عمرو بزار	عربی	H-292	سنی
۳۹	کنز العمال۔ علامہ علاء الدین علی برہانپوری	عربی	H-975	سنی
۴۰	الشریعہ۔ امام ابوبکر محمد بغدادی	عربی	H-861	سنی
۴۱	البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ امام زین الدین ابن نجیم مصری	عربی	H-970	سنی
۴۲	الدر المختار شرح تنویر الابصار۔ علامہ محمد بن علی حصکفی دمشقی	عربی	H-1088	سنی
۴۳	رد المحتار شرح در مختار (فتاویٰ شامی) علامہ ابن عابدین شامی	عربی	H-1252	سنی
۴۴	الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ۔ قاضی عیاض اندلسی	عربی	H-544	سنی
۴۵	منح الروض الازہر لشرح الفقہ الاکبر علامہ علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری	عربی	H-1014	سنی
۴۶	الطریقۃ المحمدیہ۔ علامہ تقی الدین حنفی	عربی	H-981	سنی
۴۷	الحدیقۃ الندیہ۔ علامہ عبد الغنی نابلسی	عربی	H-1143	سنی
۴۸	ارشاد الساری لشرح الصحیح البخاری علامہ شہاب الدین قسطلانی	عربی	H-923	سنی
۴۹	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ امام احمد رضا محقق بریلوی	عربی/ اردو	H-1340	سنیوں کے امام
۵۰	العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ امام ابن عابدین شامی	عربی	H-1252	سنی